

OUP—552—7-7-66—10,000

**OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY**

Call No. ۱۹۱۳۵۱۹۱ Accession No. ۲۱۳۵۶۰

Author نظیر اکبر آبادی

Title دیوان نظیر اکبر آبادی

This book should be returned on or before the date  
last marked below.

---



سلسلہ مطبوعات انجمن ترقی اُردو [ہند] نمبر ۱۷

# دیوانِ نظیر اکبر آبادی

دو جلدیں (۱۷۱۶۲-۱۷۱۶۳)

مترجم (میرزا) (۱۷۱۶۲-۱۷۱۶۳)  
No.....

جناب مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب دہلوی



شائع کردہ

انجمن ترقی اُردو [ہند] دہلیء

۱۹۲۲ء

قیمت مجلد سے غیر ملکہ

بار اول تعداد ۱۰۰۰





بسم اللہ الرحمن الرحیم

## مقدمہ

مجھے ادب کی کتابیں پڑھنے کا ہمیشہ سے شوق رہا ہے۔ مگر باوجود اس قدر پڑھنے کے مجھے کوئی ایسا شاعر نہیں ملا جس کے بارے میں نہ صرف نقادانِ فن بلکہ عام لوگوں کے اس قدر متضاد خیالات ہوں۔ جتنے نظیر اکبر آبادی کے متعلق ہیں اگر ایک طرف اس کو اتنا بڑھایا جاتا ہے کہ دنیا کے بہترین شاعر کے رتبے پر پہنچا دیا جاتا ہے تو دوسری طرف اتنا گرایا جاتا ہے کہ اس کو شاعروں کی صف ہی سے نکال دیا جاتا ہے۔ اگر ایک تذکے میں اس کی تعریف میں صفحے کے صفحے رنگے جاتے ہیں تو دوسرے تذکے میں اس کا حال صرف آدھی سطر میں ختم کر دیا جاتا ہے۔ اور زیادہ تعداد تو ایسے تذکروں کی ہے جہاں اس کا ذکر تک نہیں آتا۔ اس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ نظیر نے ایک آزاد طبیعت پائی تھی۔ وہ شاعری میں ان قیود کا پابند رہنا نہیں چاہتا تھا جو شاعروں نے اپنے اوپر عاید کر لی تھیں۔ اور اب تک عاید کئے ہوئے ہیں۔ اس کی طبیعت ایک تیز رو دریا کی سی تھی جسکی تیزی اور روانی کے آگے ایسے کم زور

ایک تنکے کی طرح بہہ جاتے تھے۔ شاعری کے متعلق اس کے دور جان تھے ایک نغمہ اور دوسرے اظہار فطرت۔ اس لئے وہ لوگ جو شاعری میں ان دو چیزوں کے ملاشی ہیں وہ اس کی تعریف کرتے ہیں اور جو لفظوں کے گورکھ و مضامین میں پھنسے ہوئے ہیں وہ اس کے کلام پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں اس کے مداح کہتے ہیں کہ اپنے کلام میں استاد نے الفاظ کو اس طرح باندھا ہے جس طرح وہ اردو میں آکر عام طور پر بولے جاتے ہیں اس کے مخالف کہتے ہیں کہ دوسری زبان کے لفظ کا تلفظ آؤ استعمال اردو میں آکر بھی وہی رہنا چاہیے جو پہلے تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ جو شعراء اپنی شاعری کا سلسلہ تمیز اور قمر زائے ملتے ہیں یا جو ناسخ کا تتبع کرتے ہیں وہ نظیر اکبر آبادی کو خاطر میں نہیں لاتے۔ در نہ دیکھا جائے تو اپنے رنگ میں نظیر فردوسی اور بیکتے روز گاہی۔

اس سے پہلے کہ میں اس کے کلام سے بحث کروں اور اس کے نمونے دوں۔ میں مختصراً اس کے کچھ حالات بیان کر دیتا ہوں تاکہ یہہ معلوم ہو جائے کہ نظیر کون تھا کیا کرتا تھا، کس طرح اپنی عمر گزارتا تھا، کس طرح جیا اور کس طرح مرا۔ کیوں کہ جب تک یہ حالات معلوم نہ ہوں اس وقت تک نہ تو کسی شاعر کے کلام میں مرزا آسکتا ہو اور نہ یہ معلوم ہو سکتا ہو کہ اس نے یہ رنگ کیوں اختیار کیا۔ تذکروں کے دیکھنے سے نظیر کے حالات بہت کم معلوم ہوتے ہیں۔ سب سے اہم تذکرہ جس میں اس کا ذکر آیا ہو گلشن بیچارہ ہو۔ اس کے مؤلف نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ ہیں جو اپنے زمانے کے بہترین نقاد فن شاعری سمجھے جاتے تھے انھوں نے لکھا ہے :-

نظیر اکبر آبادی

”نظیر تخلص۔ دلی محمد اکبر آبادی خانہ درجوار روضہ تاج گنج کہ بیرون  
شہر مذکور ست دارد۔ لم یخلق مثلہا فی البلاد کہ در خصوص باغ شاد  
آمدہ است ثمرد ہاں گشت ورنہ در شتائے این گلستاں ہمیں معنی برزباں  
آمدے۔ گویند نظیر در علم و خلق و انحصار بے نظیر روزگار ست بتعلیم مہیاں  
بسر می برد۔ کم مدت ست کہ ازین خاکداں بروضہ رضواں رفت۔  
اشعار بسیار دارد کہ بر زبان سوتین چارسیست و نظرباں ابیات در  
امداد شعر انشایدش ثمرد۔ اما بر عایت ابیات منتخب قلع نظر کردہ شدہ“  
اور اس طرح وہ نظیر سے زیادہ اگرے کی تعریف کر گئے ہیں۔ یہہ تذکرہ  
۱۲۵۰ھ میں چھپا۔ اس کو دیکھ کر نظیر کے شاگردوں کو جوش آگیا۔ اور  
۱۲۶۵ھ میں اس کے ایک شاگرد قطب الدین باطن نے حق شاگردی  
ادا کرتے ہوئے تذکرہ گلستان بیخزاں لکھ ڈالا۔ اس میں جس قدر نظیر کی  
تعریف کی ہے اس سے کچھ زیادہ ہی نواب مصطفیٰ خاں شیفنہ۔ ان  
کے استاد حکیم نوہن خاں شومن اور ان کے شاگردوں کی ہجو کی ہو۔  
لیکن اس سے یہ ضرور ہوا کہ نظیر کے حالات پر کچھ روشنی پڑنے لگی۔ اس کے  
بعد محمد عبدالغفور شہباز نے جو اورنگ آباد کالج کے پروفیسر تھے (ص ۱۰۴)  
کی ایک کتاب زندگانی بے نظیر اور (ص ۸۴) صفحہ کا کلیات لکھ کر نظیر کو  
دوبارہ زندہ کر دیا۔ انھوں نے نظیر کے حالات معلوم کرنے میں بڑی محنت  
اٹھائی ہے اگرہ کے سن رسیدہ لوگوں سے مل کر حالات دریافت کئے۔  
نظیر کی نواسی کے پاس جا کر ان کی شکل و شباہت۔ ہنسنے کے طریقے۔ ملنے جلنے  
کے واقعات دریافت کئے۔ نظیر کے دیکھنے اور ملنے والوں سے خط و کتابت  
کر کے حالات معلوم کئے۔ اور اس کی ایک ایسی سوانح عمری لکھ دی کہ نظیر کے

مرنے کے استغون بعد اس سے زیادہ کچھ معلوم کرنا یا لکھنا مشکل اور بہت مشکل ہے۔

نظیر دہلی میں ۱۲۵۰ء مطابق ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد محمد فاروق تھے اور والدہ نواب سلطان خاں قلعہ دار آگرہ کی بیٹی تھیں، محمد فاروق عظیم آباد (پٹنہ) میں کسی نواب کے ہاں نوکر ہو کر چلے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ محمد فاروق کے ہاں بارہ اولادیں ہوئیں مگر بچنے ہی میں مری گئیں۔ نظیر تیرہویں اولاد تھے۔ کہتے ہیں کسی فقیر کی دعا سے یہ پیدا ہوئے۔ اس خیال سے کہ یہ لڑکا بچے۔ نظیر نے بچپن ہی میں ان کے ناک اور کان چھید کر ان کی شکل لڑکیوں کی سی بنا دی تھی۔ ان کے پیدا ہونے کے بعد ہی دہلی مصیبتوں کی آماجگاہ بن گئی۔ ۱۲۵۶ء میں نادر شاہ نے حملہ کر کے دہلی کو تاراج کیا۔ اس کے بعد احمد شاہ ابدالی نے ۱۲۶۸ء - ۱۲۷۱ء اور ۱۲۷۱ء میں متواتر تین حملے کر کے اس شہر میں لوگوں کا رہنا مشکل کر دیا۔ اس لئے نظیر اپنی ماں اور نانی کے ساتھ ۲۲-۲۳ سال کی عمر میں دہلی سے بھلے اور اکبر آباد، آگرہ میں جا کر دم لیا۔ اور وہاں اسٹھانی کے چل کے پاس نورجی دروازے میں مکان لے کر رہنے لگے۔ کچھ عرصے کے بعد ان کی شادی دہلی کے ایک احمدی عبدالرحمن خاں چغتائی کی نواسی اور محمد رحمن کی بیٹی تہجد النساء بیگم سے ہو گئی جو دہلی سے آکر آگرہ میں بس گئے تھے۔ اور محلہ تاج گنج میں ملکوں کی گلی میں رہتے تھے۔ اس بیوی سے نظیر کی دو اولادیں ہوئیں ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ لڑکے کا نام گلزار علی اور لڑکی کا نام امامی بیگم تھا۔ امامی بیگم کی شادی میرٹھ علی مرزا جانا سے ہوئی۔ امامی بیگم کے ہاں ایک لڑکی ہوئی، جس کا نام ولایتی بیگم تھا، انھی ولایتی

سے۔ و فیستہ بہار نے فیطیر کے حالات معلوم کر کے اپنی کتاب زندگانی فیطیر لکھی ہے۔ اور حالات کی صراحت یہاں تک کی ہے کہ نوکروں اور اماؤں تک کے نام لکھ دئے ہیں۔ چنانچہ اس تذکرے کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا بخش اور امام بخش فیطیر کے نوکر تھے ایاز سائیس تھا اور گھر میں گلاب، بنجرا، چند اور بخین لونڈیاں تھیں۔ فیطیر کے مذہب کے متعلق ان کی نواسی کا بیان ہے کہ وہ شیعہ تھے اور تعزیر داری کرتے تھے۔ لیکن ان کا کلام دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذہب میں وہ تنگ نظر بالکل نہیں تھے۔ نسب کے لحاظ سے قریشی اور عقیدے کے لحاظ سے صوفی تھے۔ وحدت الوجود کے قائل تھے۔ اس لئے ہر مذہب و ملت والے سے ملتے تھے اور خلوص سے ملتے تھے۔ مولانا فخر دہلوی سے ان کو خاص عقیدت تھی۔ اور صوفیوں سے میل جول بہت زیادہ تھا۔ بڑھاپے میں جب اٹھتے بیٹھتے تھے تو یا عاجز نواز اور یا غریب نواز کہتے تھے۔ دہلی میں اکثر خاندان ایسے ہر جن میں کچھ لوگ شیعہ اور کچھ لوگ سنی ہیں یہی صورت شاید فیطیر کے ہاں بھی پیش آئی۔ کیونکہ ان کے والد کا نام محمد فاروق ہونا ظاہر کر رہا ہے کہ باپ سنی تھے اور چونکہ وہ فیطیر کے بچپن ہی میں عظیم آباد چلے گئے تھے اس لئے ممکن ہے کہ ماں کی تربیت نے جو شیعہ عقیدہ رکھتی تھیں فیطیر کو شیعہ بنا دیا ہو۔ لیکن اس میں غلو کو دخل نہیں ہوا ہر مذہب والا ان کو اپنا ہی سمجھتا تھا۔ چنانچہ جب ۲۶ صفر ۱۲۶۷ھ مطابق یکم اگست ۱۸۳۳ء کو ان کا انتقال ہوا تو شیعہ بستی دونوں نے اپنے اپنے طریقے پر ملحدہ علیحدہ ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ امد جنازے کی چادر ہندو احباب لے گئے ان کے مرنے کی تاریخ ان کے ایک شاگرد نے کہی ہے

مخمس بے سرو پا بیت بے دل فرو بے سر شد

۱۳۴۶ ہجری

نظیر کا رنگ گندم گوں، قد میانہ، پیشانی اونچی اور چوڑی۔ آنکھیں  
چمکدار، اور بینی بلند تھی، ڈاڑھی خشکاشی اور مونچھیں بڑی رکھتے تھے۔ غریبوں کے  
اور آسم کے بہت شوقین تھے۔ اشارۃ اللہ خوراک بھی اچھی تھی۔ آدہ سیر کھی  
کھچڑی میں ڈال کر لیموں کے اجار کے ساتھ کھا جاتے تھے۔ کسی قسم کا نشہ  
نہیں کرتے تھے۔ البتہ حقے کے بہت شوقین تھے۔ حقے پیتے تھے اور  
بہت پیتے تھے۔ لباس وہی تھا جو محمد شاہ کے زمانہ میں دہلی میں رائج تھا  
یعنی کھڑکی دار پگڑی، گاڑھے کانگر کھاسیدھا پردہ نیچی چولی اس کے نیچے  
کرتہ ایک برکایا جامہ، گھیتیلی جوتی، ہاتھ میں شام دار چھڑی، انگلیوں میں  
فیروزے اور عقیق کی انگوٹھیاں۔ خود انھوں نے اپنا جو نقشہ کھینچا ہے،  
وہ ملاحظہ ہو۔

تھا وہ معلم غریب بزدل و ترسندہ جاں  
عزت و حرمت کے ساتھ پارچہ آبِ ناں  
فارسی میں ہاں مگر جانے تھا کچھ ایچ آں  
اپنے اسی شوق میں ہوتا تھا خوش نہاں  
تن بھی کچھ ایسا ہی تھا قد کے موافق نہاں  
تھا وہ پڑا آنکھ اور لبوں کے درمیاں  
مونچھیں تھیں اور کانوں پر پٹے بھی تھے پنہاں  
وہیسی ہی تھی ان دنوں جن دنوں تھا جواں  
پختگی و غامی کے اس کے تھا خط درمیاں

کہتے ہیں جس کو نظیر سنیے ملک اس کا بیاں  
فضل نے اللہ کے اس کو دیا عمر بھر  
فہم نہ تھا علم سے عربی کے کچھ بھی اسے  
فرد و غزل کے سوا شوق نہ تھا کچھ اسے  
سست کش پست قد سانولا ہندی آد  
ماتھے پر اک خال تھا چوٹا سا سب سے کھور  
وضع سبک سکی تھی تسبیہ رکھتا تھا ریش  
پیری میں تھی جن طرح اس کو دل ضرور گئی  
لکھنے کی یہ طرز تھی کچھ جو لکھے تھا کتاب

طبیعت میں استغنا بہت تھا۔ واجد علی شاہ نے بلایا نہیں گئے۔  
 راجہ بھرت پور نے طلب کیا نہیں گئے۔ متھرا میں بچے پڑھانے پر نوکری کرنی  
 تھی وہ بھی کچھ دنوں کے بعد چھوڑ دی۔ آگرے میں آکر بھاؤ قلعہ دار کو پڑھانے  
 لگے اور پھر نواب محمد علی شاہ کے بچوں کی تعلیم پر نوکر ہو گئے۔ تھوڑے ہی  
 دنوں میں وہاں کی بھی نوکری چھوڑ کر راجہ بلاکس رائے کے بچوں پر مشتمل  
 گورخپش رائے، مول چند رائے، من سکھ رائے، ہنسی دھراؤ رنگر داس  
 کو پڑھانے لگے وہاں سے سترہ روپیہ مہینہ ملتا تھا، اسی پر بسر اوقات  
 تھی۔ مکان کے صحن میں شمال کی طرف نیم اور سری کے دو درخت تھے۔  
 وہی ان کا دیوان خانہ تھا وہیں بورے پر بیٹھ کر بچوں کو پڑھاتے، وہیں  
 دوست اور شاگردان کران سے ملتے اور مشورہ سمجھ کر کرتے۔ انہی درختوں  
 کے نیچے ساری عمر ختم کر دی۔ ۱۲۳۳ھ میں فالج ہوا، ۱۲۳۶ھ میں اس  
 جہاں فانی سے رخصت ہوئے اور انہی دو درختوں کے نیچے مر کر دفن  
 ہوئے۔

علمی قابلیت یہ تھی کہ آٹھ زبانیں، عربی، فارسی، اردو، پنجابی،  
 بھاشا، ماڑواڑی، پوربیا دہندی جانتے تھے اور ایسی جانتے تھے کہ  
 ان میں شعر کہتے تھے، خوشنویس تھے، فن سپہ گری سے واقف تھے۔  
 علمِ حدیث پر عبور تھا، طب میں دخل تھا۔ اور معانی و بیان میں اچھی مہارت  
 تھی۔ شاگردوں کی تعداد بھی کچھ کم نہ تھی، ان میں قطب الدین، باطن،  
 ہاراجہ بلونت سنگھ، راجہ لالہ بدھ سین صافی، شیخ مداری، مہیشور،

۱۔ ایک تذکرہ میں سر رومی لکھے ہیں کہ یہ کاشمی والے کہلاتے تھے۔ اور ان کی نسبت  
 راجہ بنارس کے بیٹے تھے، جن کی وارن ہسٹنگز گورنر جنرل سے چلی تھی۔

- ۱۰۸ کئی دن سے ہم بھی ہیں دیکھتے اسے ہم پہ ناز و عتاب ہی .... ۵۲
- ۱۰۹ جب آیا وہ یاں دلربائی جتانے ..... ۵۱
- ۱۱۰ پھر اس طرف وہ پریر و جھمکتا آتا ہی ..... ۵۳
- ۱۱۱ جہاں کر جو بھاگے ہم اس سے زرا جی ..... ۵۲
- ۱۱۲ ہم دیکھیں کس دہن اسے دل اس رخسار پر کا دیکھیں گے .... ۵۱
- ۱۱۳ ہی عزم ہی دل میں ہم اسے اک روز نظر بھر دیکھیں گے .... ۵۴
- ۱۱۴ ناز کا اس کے جو تھپڑا ہی ..... ۵۳
- ۱۱۵ سمجھے تھے چاہ ہم کو یاں غم نہ لینے دگی ..... ۵۵
- ۱۱۶ وہ جب گھر سے نکلا سچکے سچکے ..... ۵۶
- ۱۱۷ ادھر جو دیکھا تو اس پر ہی کی نگاہ جام شراب لائی ..... ۵۷
- ۱۱۸ دیا جسے دل تو پھر ستم کا نہ اس کے ہرگز حساب کیجے ..... ۵۶
- ۱۱۹ لے ہوش دل کو لینا ٹھیرا دیا ابھی سے ..... ۵۷
- ۱۲۰ دل و جان ہمارے نہ غنچے سے ملے ..... ۵۴
- ۱۲۱ ہوئے خوش ہم ایک بھگڑ سے ہوئے شاد اسکی پہار سے .... ۵۵
- ۱۲۲ ہوئی شکل اپنی یہ ہمنشیں جو صنم کو ہم سے جواب ہی ..... ۵۸
- ۱۲۳ جن دنوں چاہت کی ہم کو دمدم فقر پر تھی ..... ۵۷
- ۱۲۴ جب اس کی زلف کے ملتے میں ہم ایسر ہوئے ..... ۵۹
- ۱۲۵ جو اس کے ناز و ادا ہم کو دل پر ہوئے ..... ۵۷
- ۱۲۶ جب اس مدجہیں پاس ہم شب کو پہنچے ..... ۵۸
- ۱۲۷ اب دیکھیں پھر ہم اے ہدم کس روز منہ اس کا دیکھیں گے .... ۶۰
- ۱۲۸ خزان دنوں ہم سے وہ دلربا ہی ..... ۵۷



- ۱۲۹ ہیں اس نے وعدے سے شاید چھٹا ہو ..... ۶۱
- ۱۳۰ ناخوش دکھا کے جس کو ناز و عقاب کیجئے ..... ۶۲
- ۱۳۱ گئے ہم جو اُلفت کی و اں راہ کرنے ..... ۶۲
- ۱۳۲ پہلے ہی جو بتوں کی لگائیں شمار کرتے ..... ۶۲
- ۱۳۳ سحر کو نکلے تھے سیر کرنے جو ہدم اک دن ہم اپنے گھر سے - ۶۳
- ۱۳۴ کی اس صنم نے جدم ہم پر نگاہ دل سے ..... ۶۴
- ۱۳۵ ہو زلف خوش جو ایسی اور ہی وہ بند دل کی ..... ۶۴
- ۱۳۶ کوچ میں اس کے اکثر کہتے ہیں یاں سے اٹھئے ..... ۶۴
- ۱۳۷ لیجئے یہ دل نہایت اچھا ہو ..... ۶۵
- ۱۳۸ وہ مہ جییں جو آیا شب کو ہمارے آگے ..... ۶۵
- ۱۳۹ ہی کام جس کے دل کو اس زلف عنبریں سے ..... ۶۵
- ۱۴۰ ہم دل نہ دیں گے ہنس کر بولا یہ کیا سخن ہو ..... ۶۶
- ۱۴۱ رکھیں نہ کیونکہ ہم اپنے کنارے دل کی خوشی ..... ۶۶
- ۱۴۲ دل جب بندھا ہمارا اس زلف کی رسن سے ..... ۶۶
- ۱۴۳ غنچے کا منفصل ہو اس کے دہن دہن سے ..... ۶۶
- ۱۴۴ دل اپنا جو ہم عاشق اس کا کریں گے ..... ۶۸
- ۱۴۵ جو مخانے میں جا کر ایک جام موی پیا ہم نے ..... ۶۸
- ۱۴۶ رُباعیات ..... ( ۶۹ ) مخمسات ..... ۶۸
- ۱۴۷ ہو دل میں عزم جسکی پاہت کی جا کری کا ..... ۶۸
- ۱۴۸ جب اس نے دکھایا مجھے کھڑے کا اجالا ..... ۶۸
- ۱۴۹ نگہ کے جام کا کو عزم تجھ ادھر مگر لا ..... ۶۸
- ۱۵۰ وقت سحر جو ہم نے اک سیہر کو دیکھا ..... ۶۸
- ۱۵۱ اس قد کے آگے تیرا طرز قیام کیا ہو ..... ۶۸
- ۱۵۲ تو سن کے دین پہ جدم وہ نذیب خانہ ہوگا ..... ۶۹

بِسْمِ اَشَدِّ اَرْحَمِنِ الرَّحْمِ

## دیوان اول

دل کو چشم یار نے جب جامِ حوِ اپنا دیا      اُنسے خوش ہو کر لیا اور کہہ کے بسمِ اشدِ پیا  
دیکھ اسکی جامہ زیبی گل نے اپنا پیرہن      اسقدر پھاڑا کہ بلبل سے نہیں جاتا سیا  
بے قراری نے نگاہِ سیمرِ پھیری ادھر      کی عنایت ہم کو اس سیلاب نے یہ کیا  
اس کے کوچ میں جسے جا بیٹھے کوئل گئی      مسندِ زرباف پر غالب ہو اس کا بوریا

دل چھپا بیٹھا تو اس زلفِ مسلسل سے نظیر

اے اسیرِ دامِ ناہمی یہ تو نے کیا کیا

غواں کو جب اس کا رخِ زیبا نظر آیا      کہتے ہیں جسے حسن وہ کیا کیا نظر آیا  
محبوبِ قمرِ شکل جسے رشک سے دکھیں      اس چہرہ انور میں وہ نقشا نظر آیا  
دیکھا نگہ مہ نے اُدھر شام کو کیا کیا      خورشیدِ سحر کو اسے تکتا نظر آیا  
ہر قطرہٗ شبنم سے لگا منہ کو چھپانے      جب گل کو گلستاں میں وہ مکھڑا نظر آیا

ہم کیا ہیں نظیر اس سے تو ہر آئینہ رو کو

حیرت کا اثر آئینہ آسا نظر آیا

دیا دل تو پھر عہد و پیمان کیا      لیا جس نے اس کا ہر احسان کیا  
جہاں زلف کا فریں دل چس گیا      تو واں دین کیا اور ایسا کیا  
اوانے کیا دل کو پہلو میں بیکل      کرے گی ستم دیکھے آن کیا  
ادھر کا جل آنکھوں میں کیا کیا ملا      ملا ہو مہی سے ادھر پان کیا

نظیر اس سے ہم نے چھپایا جو دل کو

تو ہنس کر کہا "ہیں یہ انسان کیا"

کیا دن تھے وہ جو واں کرم و برانہ تھا

اپنا بھی اس طرف گزر عاشقانہ تھا

دل بیٹھنے کے واسطے آپس میں ہر گھڑی

تھا کچھ فریب واں تو ادھر کچھ بہانہ تھا

چاہت ہماری تاڑتے ہیں واں کے تار باز

نفس پر ہنوز خوب طرح دل لگانہ تھا

کیا کیا دنوں میں ہوتی تھی بن دیکھے بیکلی

ہو کل کی بات حیف کہ ایسا زمانہ تھا

اب اس قدر ہوا وہ فراموش اے نظیر

کیا جانے وہ معاملہ کچھ تھا بھی یا نہ تھا

شلنے سے اس کے کل جو ہمیں درد شانہ تھا      وہ درد شانہ کا ہے کو تھار شک شانہ تھا

ترجیحی نگاہ سے بھی جو دیکھا تو وہ مذنگ      واں ہی لگا غرض جہاں اس کا نشانہ تھا

زیر مہات کا بھی دکھانا کمر کو موڑ      لمبی کو اسپ شوق کے اک تازیانہ تھا

یہی ہی اسکے ہوش سے واقف تھی درنہم      اکثر یہ جانتے ہیں کہ مجنون پروانہ تھا

اقرار کر کے وہ جو نہ آیا میاں نظیر

وہ پُرفسوں ہی یہ بھی اک اس کا بہانہ تھا

جب سر زلف تا کمر پہنچا اس کمر کو بہت ضرر پہنچا  
 ہلکی پہونچی سے بھی پچکتا ہی نازک اس کا ہی اس قدر پہنچا  
 اے نسیم سحر تو اس گل کو ق بیگلی کی مری خبر پہنچا  
 کہیو اے جاں نظیر کو تیرے رنج ہجر اب تو بیشتر پہنچا

یا بلالے اسے ادھر اے جان

یا تو ہی آپ کو ادھر پہنچا

نامہ یار جو سحر پہنچا خوش رقم خوب وقت پر پہنچا  
 تھا لکھائیوں کہ اے نظیر اب تک کس سبب تو نہیں ادھر پہنچا  
 میں نے اس کو کہا کہ اے محبوب اس لئے میں نہیں ادھر پہنچا  
 یوں سنا قصا تم آپلی آتے ہو اس میں نامہ یہ پُر گہر پہنچا

مجھ کو پہنچا ہی جانو اپنے پاس

آج - کل - شام یا سحر پہنچا

کہنے اس خویش سے دل کا جو میں احوال گیا

واں یہ تفصیل گئی پیش نہ اجمال گیا

دام کا کل سے گلا کیا - یہ جو ہی طائر دل

آپ اپنے یہ پھنسانے کو پرو بال گیا

دل بے تاب کی کیا جانے ہوئی کیا صورت

پیچھے اس شوخ سنگر کے جو فی الحال گیا

لے گیا ساتھ لگا وہ بت قاتل گھر تک

یا اسے مار کے رستے میں کہیں ڈال گیا

خیر وہ حال ہوا یا یہ ہوئی شکل نظیر

کچھ تا سفت نہ کرو - جانے دو جہاں گیا

عشق میں عقل و ہوش کھونا تھا کیجئے کیا اب ہوا جو ہونا تھا  
شب کو آکر وہ بھر گیا ہیبت کیا اسی رات ہم کو سونا تھا  
کھول دی چاہ دیدہ ترنے ق یاں نہ لازم پلک جگونا تھا  
اور جو ایسا ہی تھا تو گو ہر اشک ہٹ کے اغیار سے پرونا تھا

یا چھپانا نظیر تھا بہتر

یا عشق سے باتہ دھونا تھا

دل لگا کر قرار کھونا تھا ہم کو سیما وار ہونا تھا  
دل کو اس سیمبر کے کچے میں عاشقوں کی طرح جو سونا تھا  
جب وہ سویا تو چاؤ تھا کیک حاصل مدعا بچھونا تھا  
جوں ملی چشم ترکھ پا سے ق وہیں واں آبلے کا ہونا تھا  
اشک تھا گرم تر نظیر اسے

کچھ دم سرد سے سمونا تھا

عاشق ہو دم کے لینے کو مجال کر دیا دل نے ہمارے جی کا یہ احوال کر دیا  
سینہ پسر بنا کے ہوا اس کے روبرو مرگان نے اس سپر کو بھی غبال کر دیا  
مہندی بھرے جو باتہ سے اٹکا تو اس نے ایسے طمانچے مارے کہ منہ لال کر دیا  
ہنس کر کہا تمہارے طرف کل ہم آئینگے ہم کو یہ کہہ کے یار نے خوش حال کر دیا  
بھر پاؤں در پہ آ کے رکھا اسنے جب نظیر

جتنے تھے رنج و غم انھیں پا مال کر دیا

ادھر یار جب مہربانی کرے گا تو اپنا بھی جی شادمانی کرے گا  
دیا دل نظیر اسکو یوں کہہ کے اے جان کہو گے تو یہ پاسانی کرے گا  
پڑھے گا یہ اشعار بیٹھو گے جب تک جو بیٹو گے افسانہ خوانی کرے گا

بٹھاؤ گے درپر تو ہو گا یہ دربان لڑاؤ گے تو پہلوانی کرے گا

اطاعت میں - خدمت میں - فرمانبری میں

غرض ہر طرح جانفشانی کرے گا

جو دل دے کے کچھ شاد کا فی کرے گا تو اپنی یہاں نیک نامی کرے گا

جسے چاہ کی یاد ہے پختہ کاری وہ کا ہے کو الفت میں خامی کرے گا

کہا یوں نظیر ایک دن دل سے میں نے ق وہ بت تجھ پہ کیا لطف سامی کرے گا

بڑی دوڑ یہ، تلخ دشنام دے کر ذرا ہنس کے شیریں کلامی کرے گا

جہاں دیکھتا ہوں وہ آگے تو پیچھے

میاں کیا تو اس کی غلامی کرے گا

ڈر ہم کو نظر کا ہی، وہ گھر سے چلا ہو گا کچھ ہار پڑا سے ہونگے کچھ عطر ملا ہو گا

بانی کو ملا ہم سے کتنوں کو دیا چکر چھتوں سے بھی کیا جانے کس کس کو چھلا ہو گا

مض میں ہوئی ہوگی یاد اسکو بہت بڑی جب شمع کے شعلے سے پروانہ چلا ہو گا

اس لب سے ملی ہوگی دشنام بھی اگ شکر کی طرف اس کا بھر دل نہ چلا ہو گا

مت دیکھ نظیر اس کی ہر دم خم ابرو کو

اک روز یہی شمشیر اور دل کا گلا ہو گا

وہ غنچہ وہن جس کو اک دم بھی ملا ہو گا

دل گل کی طرح اس کا پہلو میں کھلا ہو گا

ہاتھ اس کے خنجر سے ایسے ہیں کہ دیکھ انکو

سینہ کئی عاشق کا ناخن سے چھلا ہو گا

ق

کوچے میں نظیر اس کے دل جا تو بڑا یکن

ہر دم کا ستم اس سے کا ہے کو چھلا ہو گا

ا برو نے کیا ہوگا جس وقت اسے سہل

وہ ضعف زدہ ہرگز تڑپا نہ ہلا ہوگا

پلیس تہ جکی ہوں گی آنکھوں پہ نقاہت سے

اور چشم کے جادو سے منہ بھی تو کھلا ہوگا

بیٹھو یاں بھی کوئی پل کیا ہوگا ہم بھی عاشق ہیں غل کیا ہوگا

دل ہی ہو سکتا ہی۔ اور اس کچھیر جان من دل کا بدل کیا ہوگا

حسن کے ناز اٹھانے کے سوا ہم سے اور حسن عمل کیا ہوگا

کل کا اقرار جو میں کر کے اٹھا ق بولا بیٹھو اور بھی چل کیا ہوگا

تو جو کل آنے کو کہتا ہی نظیر

تجھ کو معلوم ہی کل کیا ہوگا

سنا تھا شور قاتل کی اکڑ کا نظر آیا تو دل سینے میں دھڑکا

نگہ کا تیر وہ مارا کہ دل سے نہ صدمہ اٹھ سکا جس کی رگڑ کا

فرد کچھ ہو چلا تھا شعلہ دل دیا جھپکوں نے پھر مڑگاں کی بھڑکا

ہوئی ہم کو میر جب شب وصل ق رہا جی میں سحر ہونے کا دھڑکا

پلک جھپکی تھی کچھ اس میں نظیر آہ

جو آنکھیں کھل گئیں دیکھا تو تڑکا

آتے ادھر جو ہم نے وہ کجکلاہ دیکھا

بہر نثار دل کو بے دستگاہ دیکھا

بھوئے گھمنڈ اپنے رخ کی چمک جھمک کا

جب مہ رخون نے یاروں وہ رکھا دیکھا

دل جا رہا تھا اس کی زلف سیہ میں نیکن

پہلو میں پھر جو ہم نے آج اس کو آہ دیکھا

پوچھا نظیر اس سے کیا یاں تو آپی آیا

یا کچھ خطا کی چلتے واں تجھ کو راہ دیکھا

بولامیں بے گنہ ہوں۔ ہم نے کہا غلط ہی

بھٹوڑا تجھے جو اس نے کچھ تو گناہ دیکھا

اس شوخ کا جو ہم نے رُخ بھر نگاہ دیکھا

ہم نے کہا کہ دیکھا بولا کہ واہ دیکھا

کوپے میں اس صنم کے بخود جہول پڑا ہی

کیا جانے کیا جھکڑا جادو پناہ دیکھا

آزروہ دیکھ ہم کو اک شخص نے یہ پوچھا

تم نے نظیر اس کو دو دن ہی چاہ دیکھا

سُن کر کہا یہ اس سے اے یار اس صنم کو

ہر لحظہ ہم نے دیکھا یا گاہ گاہ دیکھا

چاہیں تو اب بھی جا کر دیکھیں ہم اس کو لیکن

ہر سچ تو یوں کہ دیکھا جب تک نباہ دیکھا

اس کا کھڑا جو بے نقاب ہوا حیرت چشم آفتاب ہوا

اس کی آنکھوں کی دیکھ کیفیت منفعل ساغر شراب ہوا

دل اُدھر سے نخل پھرا جو نظیر جی میں اندوہ بیجا ہوا

سر جھکا بیٹھنا وہ اس کا دیکھ ہم کو معلوم یوں شباب ہوا

یہ تو یوں بیٹھتا نہ تھا شاید

بہر تنبیہ کچھ عتاب ہوا

چاہ میں دل بہت خراب ہوا جب وہ کل ہم سے بے حجاب ہوا



سختیاں بھر کی سہیں جس نے وصل سے جب وہ کامیاب ہوا  
خانہ بڑی میں دیکھ کر اس کو خیل عشاق ہمرکاب ہوا  
رات آیا نہ وہ تو کیا کیا کچھ ق اہل محفل کو اضطراب ہوا

م ہوئی خون دل صراحی میں

جام م دیدہ بر آب ہوا

ہاتھ اس کا جب نقاب کے گوشے تلک گیا

گوشہ اٹھا تو نور کا بے جھلک گیا

ساقی نے بھر کے جام دیا ہم کو اس طرح

جو لب تک آتے آتے کئی جاچلک گیا

آ یا نظر وہ صن جو اس کا تو دم بدم

گھر تک میں اس جھلک سے جھپکتا پلک گیا

نامہ شب فراق میں نکلا تو اس کا شور

ایسا ہوا کہ تا سر بام فلک گیا

اشک اس قدر ڈھلا کہ ہر اک قطرہ اے نظیر

اک پل مژہ کے پاس نہ ٹھیرا ڈھلک گیا

ہوش و ضرر کو کر دیا ترک اور شغل جو کچھ تھا چھوڑ دیا

ہم نے تھاری چاہ میں اے جاں دیکھو تو کیا کیا چھوڑ دیا

کوچ میں اس رشک چمن کے جا کے جو بیٹھا پھر اس نے

باغ و چمن یاں جتنے ہیں سب کا سیر و تماشا چھوڑ دیا

لوٹا ہوش اور رونا دیں کو دل کو بھی کیلا کیا کیا واہ

ناز کو اس نے آج تو کچھ بیداد پر ایسا چھوڑ دیا

دن کو ہمارے پاس وہ چنپل کا ہے کو آدے گا اے دل  
 رات کو اک دم خواب میں آنا جس نے ادھر کا چھوڑ دیا  
 طائر دل جب ہم سے گیا پھر فائدہ کیا جو چھین نظیر  
 شوخ نے اس کو ذبح کیا یا قید رکھا یا چھوڑ دیا  
 پنجی نگہ کی ہم نے تو اس نے منہ کا چھپانا چھوڑ دیا  
 کچھ جو ہوئی پھر اونچی تو رخ سے پردہ اٹھانا چھوڑ دیا  
 زلف سے جکڑا پہلے تو دل پھر اس کا تماشہ دیکھنے کو  
 نظروں کا اس پر سہر کیا اور کر کے دوانا چھوڑ دیا  
 اس نے اٹھایا ہم پہ طانچہ، ہم نے ہٹایا منہ کو جو آہ  
 شوخ نے ہم کو اس دن سے بھرنا زد کھانا چھوڑ دیا  
 بیٹے کے نزدیک اس کے جواک دن پاؤں کو ہم نے چوم لیا  
 ق اس نے ہمیں بے باک سمجھ کر لطف جتنا نا چھوڑ دیا  
 بھر جو گئے ہم بنے کو اس کے، دیکھ کے اس نے ہم کو نظیر  
 یوں تو کہا۔ ”ہاں آؤ جی“، لیکن پاس بٹھانا چھوڑ دیا  
 ڈر اس کے دل کو ہجر میں کب یاں کا لگا  
 بردھیان جس کو وصل کی یاں آس کا لگا  
 صبح گلو کے نور سے کیا کیا جھک گیا  
 تکتہ جو اس کی جیب میں الماس کا لگا  
 اے زلف یار کیا ہمیں سنبھل کی بوسے کام  
 ہو یاں تو دل کو عشق تیری باس کا لگا

دیکھا تو ہم نے چھپ کے اسے تو بھی جی کو غم

ہو اس کے تار جانے کے وسوساں کا لگا

زخم اس نگہ کی تیغ کا دل پر میاں نظیر

صدیعت ایک تو لگا اور پاس کا لگا

دل میں جب چاہ نے قیام کیا عقل کی پختگی کو خام کیا

چپکے چپکے ہی لے لیا دل کو نگہ شرکیں نے کام کیا

منع تھا اشک کا بہا دینا قی پر جفا نے جو ازحام کیا

اٹھ چلے دل سے آنسو جب تو نظیر چاہ نے رکنے کا پیام کیا

جب یہ دیکھا تو ہو کے پھر لاچار

خانہ چشم میں قیام کیا

دن کتنے ہم میں اور اس میں ہر وقت یہی ایراد رہا

ہم کرتے ادھر سے چاہ رہے وہ کرتا ادھر سدا دریا

مہرائے جنوں کے پھرنے سے جو خار چھبے تھے پاؤں میں

ہر چند نکالے مدت تک پر تو بھی وہ ایک آدرہا

وہ چشم گلابی دیکھی جب یوں بادہ کشتی کو بھولے ہم

تھے کہتے محو کا جام جسے پھر نام نہ آسکا یاد رہا

گوناواں اٹھلے - ظلم ہے یا کھینچے رنج بہت لیکن

شمشاد قدوں کی جاہت میں ہاں دل تو ہمارا شاوڑا

کہنے کو نظیر البتہ الگ یہاں چاہ سے تھا پردل کا

تھا زلف بتاں کے پھندے میں گو ظاہر میں آزاد رہا

رُخ تو وہ ماہتاب سا دیکھا تن بھی موتی کی آب سا دیکھا

کی نگہ چشم پر تو اس کو بھی ساغر پُر شراب سا دیکھا  
پیر ہن برگ گل پہ جوں شبنم عرق تن گلاب سا دیکھا  
تھے ابھی ہم جواں نظیر اور اب ق رنگ موسم ناب سا دیکھا  
شام کی صبح ہو گئی دم میں

یہ تو کچھ ہم نے خواب سا دیکھا

چاہ میں اس کے دل نے ہمارے نام کو چھوڑا نام کیا  
شغل میں اس کے شوق بڑھا کر کام کو چھوڑا کام کیا  
زلف دُوبہ دھانی میں کر کے نہاں مرا دل باندھ لیا

صید نہ کھاوے کیونکر جُل جب سبزے میں پنہاں دام کیا  
رم پر اپنے آہو سے دل کو غم نہایت تھا لیکن  
چنچل آہو چشم نے اس کو ایک نگہ میں رام کیا

بجھے تھے یوں ہم دل کو لگا کر پاؤں گے یاں آرام بہت  
حیف اسی فہمید نے ہم کو کیا کیا بے آرام کیا  
ہم نے کہا جب ناز بتاں گے تم تو بہت کام آئے نظر

سُن کے کہا کیا آئے جی ہاں کچھ بت کے موافق کام کیا

چشم ساقی سے جس نے جام لیا اس نے پھر نشہ دام لیا  
دل تغافل سے گر چلا جس دم دست لطف صنم نے تھام لیا  
صبح بہر سلام ہم نے نظیر ق پہلے اک بر ادب مقام لیا  
مربھکا رکھ کے ہاتھ ہاتھ پر دو گھڑی جھک کے غم سے کام لیا

جب زرا چشم کی اشارت سے

اس گل اعدام نے سلام لیا

کسی کو نیا دج دکھانا رہے گا      کسی کو دل اس سے لگانا رہے گا  
کسی چشم سے تیر مرثاں لگیں گے      کسی کا دل ان کا نشا نارہے گا  
کہیں دل کو لے کر نہیں گئے خوشی ہو      کہیں غم میں آسو بہا نارہے گا  
کہیں شوخیاں ہوں گی ناز و ادائی      کہیں دیکھ انھیں غش میں آنا رہے گا

یہ حسن اور نظیر عشق جب تک رہیں گے

میاں یاں یہی کارخانہ رہے گا

جو پیش نظر وہ گل اندام ہوگا      تو دامن نگہ کا شفق فام ہوگا  
نہ دیکھ اس کی مرثاں کو اسے دل گزرتا      ابھی جھد کے تو رشک بادم ہوگا  
اگر چل گئی تیغ ابرو کی تجھ پر      تو بس ایک ہی وار میں کام ہوگا  
دیا دل نظیر اپنا مدت سے تو نے ق      مگر دیکھے کب وہ ہنگام ہوگا  
لب جام سے لب لگے ہوں گے تیرے

اور آغوش میں وہ دلا رام ہوگا

خیال یار سدا چشم نم کے ساتھ رہا

مرا جو چاہ میں دم تھا وہ دم کے ساتھ رہا

گیا سحر وہ پری رو جدھر جدھر یارو

میں اس کے سایہ صفت ہر قدم کے ساتھ رہا

پھر اجو بھاگتا مجھ سے وہ شوخ آہو چشم

تو میں بھی تھک نہ رہا گو وہ رم کے ساتھ رہا

اکیلا اس کو نہ چھوڑا جو گھر سے نکلا وہ

ہر اک بہانے سے میں اس صنم کے ساتھ رہا

نظیر پیر ہوا تو بھی بار ناز بتاں  
کچھ اس کے دوش کے کچھ پشت خم کے ساتھ رہا

۱. ہر عزم کشور دل کی ادا کو غارت کا  
فریب دے ہر تبسم ہمیں بشارت کا

ق. جسا جو وادی میں جا کر تو وہ ملا آرام  
کہ قیس بھول گیا نام بھی عمارت کا  
دل اس کے آگے سے جلدی مرک میں کہتا ہوں  
مجھے تو ڈہری نہایت تیری جسارت کا

بہوئیں تو کھینچ چکی ہیں کمان اس غافل  
نگہ کا تیرا اب منتظر اشارت کا

نظیر سے ہیں جو پیری میں دلربا ملتے

یہ فیض اس کو در دل کی ہر زیارت کا

گلچین نہ توڑ گل یہ بعید و قریب کا بیٹھے بٹھائے دل نہ ستا عندلیب کا  
جس کے شمیم زلف بھری ہوشام میں کیا رتبہ اس کے سامنے سنبل کی دیب کا  
احوال دل جو ہم نے کل ایک دوست کیا ق. آیا سخن یہ گوش میں جب اس جیب کا  
اس کی دوا جو ہو تو کسی نازنین سے ہو اس مہر پاں یہ کام نہیں ہر طیب کا  
اس کچھ کلہ کی پناہ کی مت کر ہوس نظیر

کیا اس نے دل قبول کیا تجھ غریب کا

ابکا لیا جو زلف نے دل کو اٹک گیا

لٹکا لیا جو باندھ کے پیس سے لٹک گیا

جی ہو گیا اس آتشی عارض کو دیکھ موم

دل بھی پسند وار ہوا اور چٹک گیا

کیا جانے اس کا پاؤں پڑا کس مزہ پہ آج

کانتا سا کچھ جو دل میں ہمارے کلٹک گیا

دل ے گیا تھا شوخ جو کاکل سے بانہ کر

جلدی سے پھر جو زلف ہلا کر جھٹک گیا

آیا وہ ناپسند اُسے جب تو اے نظیر

جس کی بلا تھی اس کے ہی سر پر پٹک گیا

تھا عہد یہ دل اس کو زہناریں نہ دوں گا

دیکھا اسے تو بھولا "زہناریں نہ دوں گا"

بوسہ جو ہم نے مانگا دو چار بار اس سے

بولا کہ تو کیا کر تکرار میں نہ دوں گا

جب اس نے مجھ سے پوچھا تو دل بری کو دیگا

میں نے کہا یہ ہنس کر اے یار میں نہ دوں گا

سلک گہر نے مانگا بار آنسوؤں کا جدم

ق بولا نظیر اس سے زہناریں نہ دوں گا

قدر اس کی چاہ میں ہر سو درج دُور سے افزوں

ای سلک درمکنوں یہ یار میں نہ دوں گا

دل و اں سے جو کل شتاب آیا دلیبر کو بہت عتاب آیا

مات میں زدا اٹھا دیا تھا پھر بیہرے پہ اب نقاب آیا

اس چشم کو دیکھ چشم زگس ق ایسی کھلی پھر نہ خواب آیا

پیری میں نظیر اپنے بر میں وہ شوخ جو بے حجاب آیا

آکر لگے کہنے اس سحر کو

آغوش میں آفتاب آیا

محفل میں اس کے پہنچے اور یار کو نہ دیکھا  
 بھوسے ہمیں جو اپنی مقدار کو نہ دیکھا  
 عارض کے دیکھنے میں یوں محو ہو گئے ہم  
 خواہ دوں کی ہرگز تلوار کو نہ دیکھ  
 ایسا چھپا یا اس نے زلفوں سے منہ کو ہم سے  
 چاہا بہت پر اس کے رخسار کو نہ دیکھا  
 دل دیکھنے کو آیا۔ یارو۔ تو اس صنم نے  
 ق نا طاقتی میں اس کے اطوار کو نہ دیکھا  
 تیرنگہ لگایا ایسا نظیر جس کی  
 پیکاں تو کیا کہ ہم نے سو فار کو نہ دیکھا  
 اسے کتابی رخ دکھا ہوش ہمارا کھو دیا  
 ایک جھلک میں حرف صبر صفحہ دل سے دھو دیا  
 چہرے کو جب چھپا لیا ناز سے اس کی شرم نے  
 دیکھی یہ شکل ہم نے جب بس نہ چلا تو رو دیا  
 ہندی سے ناخن اس کے سرخ دیکھے تو اس نگار نے  
 چٹکی وہ لی کہ دل میں آہ کیا کہیں کیا جھو دیا  
 جھمیل لیا نگہ سے دل اس نے تو ہم نے دیکھ کر  
 نوک مزہ سے اشک کے قطرہ کو بے پردیا  
 دیکھیں جنائیں اسکی جب ہم سے کہا یہ جی نے آہ  
 کیا کہوں تجھ سے اے نظیر تو نے تو دل ڈبو دیا



ہو اب تو یہ دُسن اس سے میں آنکھ لڑاؤں گا  
 اور چوم کے منہ اس کا سینے سے لگا لوں گا  
 گرتیر لگا دے گا پیہم وہ نگہ کے ، تو  
 میں اس کی جراحت کو ہنس ہنس کر اٹھاؤں گا  
 دل جاتے اچھوڑ دیکھا جب میں نے نظیر اس کو  
 روکا ارے وہ تجھ کو لے گا تو میں کیا لوں گا

واں ابرو و مژگاں کے ہیں تیغ و سناں  
 ہلک سوچ تو میں تجھ کو کس کس سے بچاؤں گا  
 پڑ جاؤ گی جب شہ وہ اے دل تو بھلا پھر  
 کیا آپ کو بھلاؤں گا کیا تجھ کو سنبھالوں گا

اٹھاوے تو گرناز اس دلتاں کا نہیں کام اے دل یہ تجھ ناتواں کا  
 کیا دل کو زیر لاک طمانچے میں یارو زبردست ایسا ہی نازان بتاں کا  
 ہوئی تیغ ابرو سے دل کی وہ صورت ہر احوال ہوتا ہی مہ سے کتاں کا  
 نظیر اب سنا ہی کہ اس تند غونے ق کیا بن کے خونخوار پھر قصہ یاں کا  
 جہاں آتا ہی آنے دو اس تیغ زن کو  
 دڑے وہ میاں جس کو خطرہ ہو جاں کا

ہما ممکن اپنا دہ اس دلتاں کا یہ سر ہو چکا اب اسی آستاں کا  
 ہمارے تحمل کو وہ جانتا ہی اٹھاتا ہی جو ناز دل سے بتاں کا  
 طلب اس کے لب سے جو بوسہ کریم تو کب ہی یہ مقدور اپنی زباں کا  
 لگے کہنے جب حال اپنا تو اس نے ق کہا طول چھوڑو نظیر اس بیاں کا  
 کوئی ایک دو بات کہنی ہو کہہ دو  
 میاں تم نے چھیڑا یہ قصہ کہاں لگا

کیا اُصیب ہی دل کو لینا اور اجتناب کرنا  
 آپ عشق توں سے رہنا ہم کو خراب کرنا  
 کیا جانے یاد آئی کس شوخ پہیلے کی  
 کچھ بے طرح ہی دل کا آج اضطراب کرنا

پیتے آئے توں سے ناصح جو ہم تو ان کو  
 کہنے سے تیرے کب ہو ترک شراب کرنا  
 ق بھولیں نظیر کیونکر ہم اس معاملے کو  
 دیکھا جو خواب میں بھی اس کا حجاب کرنا

اپنا وہ پاس جانا۔ کہنا کہ ملے ای جاں  
 اس کا پرے سر کرنا، رکنا، قناب کرنا  
 شیوہ ناز ہوش چل جانا طرز رفتار دل کچل جانا  
 صفت مزگان کے بھوک سے گر کر ہم سے کب ہو سکا سنبھل جانا  
 اسنے آئے کہا ہی صبح۔ ادا شگ ق تو پک پر نہ ایک پل جانا  
 ہم ابھی منتظر ہیں آنے کے دن ڈھلے گا تو تو بھی ڈھل جانا  
 دل نے یکھا ہی بے طرح سے نظیر

بن کہے بن سنے ، نکل جانا  
 ہر تیرا بے ہر دم ، میں منتظر آنے کا  
 اب دیکھئے جلوہ ہو کس طرف بہانے کا  
 دیکھ اس صفت مزگان کو وہ شکل ہوئی دل کی  
 ہو جاتا ہی تیروں سے جو حال نشانے کا  
 صد چاک ہوا کیا کیا دل رشک کے آسے سے  
 جب ربط نظر آیا اس زلف سے شانے کا

ہر لحظہ نئی چھڑیں ہر دم غلش تازہ  
 بے کام بہت مشکل کچھ ناز اٹھانے کا  
 ٹھہرا تھا نظیر آنا اور یاں جو نہ آیا وہ  
 کچھ ناز کیا شاید پھر راہ دکھانے کا  
 ادا کے تو سن پر اس صنم کو جو آج ہم نے سوار دیکھا  
 تو ہلے ہی ملک عنناں کے کیا کیا کھلتے صبر و قرار دیکھا  
 جھپک پہ مڑگان کے جب نگہ کی تو اسنے اک پل میں ہوا لایا  
 جو چشم و غمرہ کی طرز دیکھی تو جادو اس کا شمار دیکھا  
 جو دیکھی اس کی وہ تیغ ابرو تو جی کو ہیبت نے آن ٹھہرا  
 لگ جو کاکل کے دام پر کی تو دل کو اس کا شمار دیکھا  
 حنا جو ہاتھوں میں اس کے دیکھی تو رنگ دل کا ہوا کچھ  
 کمر بھی دیکھی تو ایسی نازک کہ مو بھی اس پر نہار دیکھا  
 وہ دیکھ لیتا ہماری جانب تو اس میں ہوتی کچھ درخشی  
 پر اسنے ہرگز ادھر نہ دیکھا نظیر ہم نے ہزار دیکھا  
 آنے کا عہد اس کے گر سچ نظر میں آتا  
 تو اشک لحظہ لحظہ کیوں چشم تر میں آتا  
 پہلو میں اپنے ہوتا کیا کیا سرور دل کو  
 گر ایک دم ہمارے وہ شوخ بریں آتا  
 تیرنگاہ چلتا اس کا تو بھر وہ ہمد  
 جاتا کہیں نہ ہرگز سیدھا لگ میں آتا

ق طائر کو دل کے اسنے بامدحانظیر جو تھا  
چھٹتا تو وہ ادھر کو اک پہر پھر میں آتا

شہرت جو ہی کہ چھوٹا شاید غلط ہی یاد  
گر چھوٹتا تو آخر اپنے ہی گھر میں آتا

محفل میں اپنی ہم کو جس دم وہ بار دے گا  
اپنا نہال الفت اس دن ہی بار دے گا  
دست خنائی اس کے مت دیکھ ہر دم اے دل  
پھر ہاتھ سے تو اپنا صبر و قرار دے گا

دیکھ اس سے ہم کو ناغوش اک ہمنش نے پوچھا ق  
بن دیکھے اس کے تم کو یہ دل قرار دے گا  
ہم نے کہا کہ اب تو ہم اس گھڑی ملیں گے  
جب ایک بوسہ ہم کو وہ مٹھلے دار دے گا

بولا نظیر تم کو ہی چارون کی جاہت  
وہ تند غر تھیں تو کیا ایک چار دیگا  
کہا تھا ہم نے تجھے تو اے دل کہ چاہ کی می کو تو نہ پینا  
سو اس کو پی کر تو ایسا بہکا کہ ہم کو مشکل ہوا ہی جینا  
جوائنکھیں جینل کی دیکھیں ہم نے تو نوک مرگاں نے دل کو پیدا  
نگہ نے ہوش و غر کو لوٹا ادا نے صبر و قرار جینا  
کہا جو ہم نے کہ آن لگئے ہمارے سینے سے اس دم اے جا  
تو سن کے اس نے جیا کی ایسی کہ آیا منہ پر وہیں پسینا

کیا ہی غصے میں ہاتھ لاکر میرا گریباں جو ٹکڑے اسنے  
 بھٹا ہی رہنا ہی اب تو بہتر نہیں مناسب کچھ اس کو سینا  
 کہا تھا آؤں گا دوسری دن میں دے نہ آیا وہ شرح اب تک  
 گناہ ہم نے نظیر دل میں تو اس سخن کو ہوا مہینا  
 کچھ تو ہو کر دو بد و کچھ ڈرتے ڈرتے کہدیا  
 دل پہ جو گزرا تھا ہم نے آگے اس کے کہدیا

باتوں باتوں میں جو ہم نے درد دل کا بھی کہا  
 سن کے بولا تو نے یہ کیا کہتے کہتے کہدیا  
 اب کہیں کیا اس سے ہر دم دل لگاتے وقت آہ  
 تھا جو کچھ کہنا سو وہ تو ہم نے پہلے کہدیا

جاہ رکھتے تھے چھپائے ہم تو لیکن اس کا بھید  
 ق کچھ تو ہم نے سامنے اک ہمنشیں کے کہدیا  
 یہ ستم دیکھو زرا منہ سے نکلتے ہی نظیر  
 اس نے اس سے اس نے اس سے اس نے اس سے کہدیا  
 صنم کے کوچے میں جھپ کے جانا اگر چہ یوں ہی خیال دل کا  
 پہ وہ تو جاتے ہی تارے گا پھر آنا ہوگا محال وں کا  
 گہرنے اشکوں کے یہاں نکل کر جھک دکھائی جو اپنی ہر دم  
 تو ہم نے جانا کہ موتیوں سے بھرا ہی پہلو میں قال دل کا  
 کبھی اشارت کبھی لگا وٹ کبھی تبسم کبھی تکلم  
 یہ طرزیں ٹھہریں تو ہم سے پھر ہو بھلا جی کو نہ کر نہ حال کا

وہ زلف پر بیچ و خم ہو اس کی پھنسا تو نکلے گا پھر نہ ہرگز  
 ہمارا کہنا ہی سچ ارے جی تو کام اس سے نہ ڈال دل کا  
 میں غلط لحظہ ہوں کھینچ لاتا وہ پھر اسی کی طرف ہی جاتا  
 کر دوں نظیر اسکی فکر میں کیا ہو اب تو میرے یہاں دل کا  
 اس سرخ لب سے ہم نے نعلین کو دیکھا  
 جب ہنس دیا تو سلک در عدن کو دیکھا

تارنگہ ہمارا ہی آج تک بھی رنگین  
 گل ہم نے ایک ایسے گل پیرہن کو دیکھا  
 سنبل ہوئی تصدق دیکھ اس صنم کے کا کل  
 نسریں نثار لائی جب اس کے تن کو دیکھا

بلبل نے ہو کے نازاں کل یوں کہا جو ہم سے  
 میں نے تو گل کو تم نے اس گلبدن کو دیکھا  
 ہم نے نظیر ہنس کر جب اس کو یہ سنایا  
 تو نے چمن کو ہم نے رشک چمن کو دیکھا  
 دل ہم نے جو چشم بت جیہا کب سے باندھا  
 بھر نشہ نہبا سے مہ تر یا کب سے باندھا

اس زلف سے جب ربط ہوا جی کو تو ہم نے  
 شانے کا تصور دل صد چاک سے باندھا

دیکھا نہ قد سرو کو پھر ہم نے چمن میں  
 جس دن سے دل اس قامت چالاک سے باندھا

جوا ہوے دل بجا گیا اس صید فگن کو

جھپ اس نے اسے کا کُل بیچا ک سے بانٹا

اور جو نہ پسند آیا اسے وہ تو نظیر آہ

نے صید کیا اس کو نہ فزاک سے بانٹا

پایا مزایہ ہم نے اپنی نگہ لزی کا

جو دیکھنا پڑا ہی غصہ گھڑی گھڑی کا

عقدہ تو نازیں کے ابرو کا ہم نے کھولا

اب کھولنا ہو اس کی خاطر کی گھڑی کا

اس رشک مے آگے کیا قدر ہو پری کی

کب پہنچے حسن اس کو ایسی گری پڑی کا

ق اس گلبدن نے ہنس کر اک بیکے خلغ نرین

ہم سے کہا کہ کیجے کچھ وصف اس چھڑی کا

جب ہم نظیر بولے۔ اے جاں یہ وہ چھڑی ہو

دل لوٹتا ہو جس پر جوں پھول پنکھڑی کا

کل جو وہ دلربا ادھر آیا دل کو لینے کو تھا مگر آیا

دوسرے دن بھی شوخ مہر فزا اس طرف جب ہوئی سحر آیا

بھر گیا دھج دکھا کے پھر دم میں مسکرا سا وہ سیہر آیا

ق میں نے جانا یہ دل نہ چھوڑے گا ہی اسی کی یہ تاک ہے آریا

جب یہ دیکھا تو میں نظیر اک دن

آپ ہی دل اس کے نذر کر آیا

دیا جو ساقی نے ساغرِ مو دکھا کے آن اک ہمیں لبالب  
اگر چہ میکش تو ہم نے تھے پہ لب پہ رکھتے ہی پی گئے سب

کب اس کا یہ قد کب اس کا یہ تن کب اس کا یہ رخ کب اس کا یہ لب  
چلے ہیں دینے کو ہم جسے دل وہ ہنس کے لے لے بس اب ہیں تو  
ہی ہو خواہش۔ یہی تمنا۔ یہی ہی مقصد۔۔۔ ہی ہی مطلب  
کبھی جو آتے ہیں دیکھنے ہم تو آپ تیوری کو ہیں چڑھاتے  
جو ہر دم آویں تو کیجئے ننگی میاں ہم آتے ہیں ایسے کب کب  
نیہ پی تھی ہم نے یہ ہی تو جب تک نظیر ہم میں تھا دین وایماں  
لگا لبوں سے وہ جام پھر تو کہاں کا دین اور کہاں کا مذہب  
رات کیچینچا جو اسنے رخ سے نقاب چھٹ گئی روئے ماہ پر مہتاب  
اس منابستہ دست کو پہنچے ق پنجہ آفتاب میں کیا تاب  
اس کے تو سن پہ کل جو ہم نے نظیر آتے دیکھا اور شراب شراب  
چوم لی باگ اس طرح پہلے جی میں خوش ہو گیا دل بیتاب  
مل کے پھر چشم دامن زین سے  
جھاڑی پلکوں سے گرد روئے رکاب

کیونکر رہے نہ آہ وہ آفت پزیر چپ  
سحر نگاہ کا جسے کر دیوے بیر چپ  
بلوسہ جو مانگتے ہیں تو منہ پر طمانچہ مار  
کر تا ہی شوخ ہم کو سمجھ کر حقیر چپ  
کاکل میں ہم نے پنس کے جو شکوہ کیا زرا  
بولی وہ چشم اس کی وہیں "اے ایر چپ"



دیکھ اس نے ہم کو چمن بھیں ہو کرے یوں کہا  
دیکھے ہی بے طرح ہیں ہو کر یہ پیر چپ

چاہا کہیں کہ پیر کے کیا دل نہیں میاں

نیوری کو اسکی دیکھ رہے ہم نظیر چپ

ہو جو اس محبوب کے انگشتی در دست چپ

رکھتی ہو کیا کیا نزاکت پروری در دست چپ

جس کہاں کو کھینچتا ہو وہ بت ابرو کہاں

اس کے قبضے میں ہو سوزنیت وری در دست چپ

کچھ جو لکھتا ہو قلم نے کر تو پھر کیا کیا رقم

کرتے ہیں قرطاس پر نہیب آوری در دست چپ

نکل تو دایں ہاتھ میں تسبیح رکھتا تھا نظیر

اور مصنی کی عنایت گستری در دست چپ

آج سہیا کی گلابی اس کے ہو در دست رت

اور چھلکتی مو کی ایک پیانی بھری در دست چپ

دل ہی یوں پہلو میں یاد بت گلغام سمیت

جیسے رہتا ہو انگوٹھی میں نگین نام سمیت

کھل گئی کھڑے پہ جب کاکل مشکیں اس کی

آئی اس وقت نظر ہم کو سحر شام سمیت

جب گیا باغ میں وہ غنچہ دہن موگوں چشم

آگیا رشک میں پست گل بادام سمیت

دیکھی ساقی کے حنا بچہ مر رشک میں جب  
 بوسہ دست لیا ہم نے لب جام سمیت  
 خوش ہوا دیکھ کے کیا کیا چمنستان کو نظیر  
 جب وہ گلشن میں گیا اپنے گل اندام سمیت  
 نگہ لڑانے کے آگے اس کی ہر ناز کرتی پڑی لگاؤ  
 حنا دکھانے کے سامنے بھی ہر دست بستہ مٹھی لگاؤ  
 دکھا کے چین کو جس کے اوپر اسے تو کچھ حس ہو دکھانا  
 جو سادہ دل ہو تو سمجھے خفگی اور اس کی ہر وہ بڑی لگاؤ  
 چھڑی اٹھا تا ہی جب وہ گل کی تو ہی کچھ اس میں بھی گل کھلاتا  
 لگا دے تن پر وہ جس کے ہنس کر وہ چھڑی تو چھڑی لگاؤ  
 خفا ہو جس سے تو وہ یہ جانے کچھ سے روٹھا بس اب لیکن  
 پھنسا وہ پھندے میں۔ توں کو جہاں تک سکی بڑی لگاؤ  
 نظیر دل کو بچا دے یا روکب اس ستم سے کہ جس میں ہووے  
 گھڑی چلنا۔ گھڑی چکنا۔ گھڑی جو کتنا گھڑی لگاؤ  
 بتوں کی چاہ نہیں ہم کو دل پزیر عبت  
 ہم ان کی زلف میں ہوتے نہیں ایر عبت  
 کتنا جو عشق کے باعث سے ٹکڑے ہوتا ہی  
 اگر کچھ اس سے کرے ہمیری حریر عبت  
 وہ ہم کو جھڑکے ہی اور لوگ ہنس کے ہنستیں  
 کرے ہی چاہ بڑھاپے میں دیکھو ہر عبت  
 جھکے تھے بوسے کو لینے انپائے جب بہات  
 ہم اس کی نظروں میں اسے دل ہوئے حقیر عبت

وہ پوچھتا بھی نہیں اور نہ سنہ لگاتا ہی  
 پلٹتے پھرتے ہو اس سے میاں نظیر عیث  
 مرنے لگا دل طلب جب وہ بت خوش مزاج  
 ہم نے کہا جان کل اسنے کہا ہنس کے آج  
 رلف نے اس کی دیا کاکل سنبل کو رشک  
 چشم سیہ نے لیا چشم سے آہو کے باج  
 اس کی وہ بیمار چشم دیکھ رہا تو جو دل  
 رہ تو سہی میں ترا کرتا ہوں کیسا علاج  
 کام بڑا آن کر چاہ سے جس دن ہمیں  
 چھٹ گئے اس روز سے اور جو تھے کام کاج  
 دل تو نہ دیتے ہم آہ لے گئی لیکن نظیر  
 اس کی جبیں کی حیا اور وہ آنکھوں کی لاج  
 اس کے بالا ہواب وہ کان کے بیچ  
 جس کی گھبستی ہی جھوک جان کے بیچ  
 دل کو اس کی ہوانے آن کے بیچ  
 کر دیا باولا اک آن کے بیچ  
 آتے اس کو اوھر سنا جس دم اتی  
 آگئی انبساط جان کے بیچ  
 راہ دیکھی بہت نظیر اس کی  
 جب نہ آیا وہ اس مکان کے بیچ  
 پان بھی پانداں میں بند رہے  
 عطر بھی قید عطر دان کے بیچ

تھی چھوٹی اس کے مکھڑے پر کل زلف مسلسل اور طرح  
پھر دیکھا آج تو اس گل کے تھے کاکل کے بل اور طرح

وہ دیکھ جھڑکتا ہی ہم کو، کر غصہ ہر دم اور ہیں

ہی چین اسی کے ملنے سے زہار نہیں گل اور طرح

معلوم نہیں کیا بات کہی غماز نے اس سے جو ہم سے

تھیں پہلی باتیں اور نمط اب بولے ہی چنچل اور طرح

دل مجھ سے اس کے ملنے کو کہتا ہی تو اس کے پاس مجھے

جب لے بیٹھا تھا بھیس بدل پھر اب کے چل اور طرح

ہو کتنے دنوں سے عشقِ نظیر اس یار کا ہم کو جسکی ہیں

صبح اور برن شام اور چھین آج اور روش گل اور طرح

چھباتا ہی جو ہم سے وہ صنم رخ دکھاتا ہی ہیں کیا کیا الم رخ

نہیں دم لینے دیتی بقراری نہ دیکھیں ہم جو اس کا ایک دم رخ

نظر آتی ہی کیا کیا شکل فرحت ملک اس کا دیکھ لیتے ہیں جو ہم رخ

نظیر اس دربار کا حسن ہی وہ قہری جس کے نہیں ہو سکتی ہم رخ

قمر ہر شام ملتا ہی جبین کو

سحر دیکھے ہی مہر مسجد رخ

جب ہم کو اس کی زلف کے آئے پسند بند

ایسے پہننے کہ جس سے بندھے دل کے بند بند

کرنے فریب سے زکر جو آتے ہو تم میاں

ہم کو بھی کتنے یاد ہیں اس ڈھب کے چھند بند

گردن کب ایسی کاکل پر بیچ سے چھٹے

بندش میں ملکہ ملکہ ہی جس کا کند بند

ہوتے ہی قید چاہ میں تڑپا دل اس طرح  
 بھڑکے ہی جیسے دام میں ہو کر پرند بند  
 آیا جو وہ تو اس سے نظیر اس طرح ملا  
 نیچے کے جس میں ٹوٹ گئے اس کے چند بند  
 جہ پاویں دست بت دستان کا تعویذ  
 تو ہم بناویں اسے اپنی جان کا تعویذ

یقین ہو جس کے اثر کا وہ نقش دل کا ہی  
 قلم سے لکھے تو ہی وہ کمان کا تعویذ  
 جنون عشق میں تاثیر کی یہ بلا لاوے  
 بکھلا مشک ہو یا زعفران کا تعویذ

کلائی ہم نے جو پکڑی پچک گیا ہدم  
 وہ اس کے دست نزاکت نشان کا تعویذ  
 نہ اٹھتا ہو بچے سے بھاری اسی سبب نظر  
 بنا تھا بھاپ سے وہ عطر دان کا تعویذ

کس طرح بھائیے اس اچیلے سے دوڑ کر  
 ڈر کے چلتا ہی جو اپنے دل چلے سے دوڑ کر  
 مگر سے جب آیا وہ اوپر دیکھنے کو اس کے میں  
 اٹھ چلا دیوار کے سایے تلے سے دوڑ کر

عید کے دن بھی نہیں ملتے سمجھ ہم کو برا  
 ہاں میاں سچ ہی کہ ملتے ہیں پھلے سے دوڑ کر

شام تک بھی وہ نہ نکلا گھر سے اپنے ہمیش  
 کیا ہوا جو ہم گئے تھے دن ڈھلے سے دوڑ کر

آج اس کی فہم میں کیا جانے کیا آیا نظیر  
جو ہمارے لگ گیا چنل گلے سے دوڑ کر

یوں ہم اس زلف میں آئے ہیں دل زار کو چھوڑ  
جیسے جاتا ہی کوئی رات میں بیمار کو چھوڑ

آئی کیا کیا نظر اس دم گل و سنبل کی بہار  
رُخ پہ جب اس نے دیا کاکل بلدار کو چھوڑ

عار کی اس نے تو پھر ہم نے کلائی پکڑی  
اور نہ چنگل سے دیا دامن عیار کو چھوڑ

جب نظیر اس نے کہا چھوڑ تو یوں بولے ہم  
دیں کلائی کو بھی اور دامن زرتار کو چھوڑ

پر یہ ہی شرط کہ تو ہاتھ میں لے تیغ میاں

یا گوئی ہاتھ ادھر چھوڑ دے یا عار کو چھوڑ

آیا ادھر کو اک دن وہ گلبدن نہ ہرگز

کام آئے کچھ ہمارے اے دل بستن نہ ہرگز

کب تل کے بیٹھے ہم سے وہ دلربا کہ اپنا

لگنے دے پیر ہن سے جو پیر ہن نہ ہرگز

کیا کیا ہوس کی ہم نے ملنے کی اس سے لیکن

آیا ہمارے بر میں وہ سیمتن نہ ہرگز

سامد ہیں اس صنم کے وہ سیمگوں کہ جن کو

نسرین نہ پہنچے اصلا اور نستر نہ ہرگز

ہو دے نہ ابھی ناخوش وہ خوش خرام جس میں

تو اے نظیر جلیو ایسا چلن نہ ہرگز

دل کے لینے کا رکھ کے دل میں پاس  
 آگیا وہ صنم ہمارے پاس  
 پہلے آنے سے اس کے آتی ہو  
 ہم کو اس زلفِ عنبریں کی پاس  
 مل کے جب وہ چلا تو ہم نے کہا  
 کل بھی گر تم نہ آئے بے دوس اس  
 تو یہ خاطر میں یاد رکھئے گا  
 ہو بند ہی ایک شے ہمارے پاس  
 جب نظیر اس نے ہم سے کھلوائی  
 تھی وہ کیا چیز ریزہ الماس  
 شیریں کو جیسی جو کے تھی شیر پر نوازش  
 ویسی ہی اب ہو اس کی مجھ پیر پر نوازش  
 کتنی گڑی ہو تو بھی سینے سے لگ ہی ہو  
 اس کو یہ ہو طلا کی زنجیر پر نوازش  
 دو دن غما ہو اس سے جا جا جو لطف ہم نے  
 کہہ کر ”چہ خوش“ یہ بولا تقصیر پر نوازش  
 ہم جب شبیہ اپنی پھینک آئے اس کے دکھ  
 دیکھی تو کر کے اس کی تحریر پر نوازش  
 ہنس کر نظیر واں سے ٹھوکر لگا ہنسی  
 کی اس نے یہ ہماری تصویر پر نوازش  
 جن دنوں ہم کو اس سے تھا اخلاص  
 کھل رہا تھا وہ جا بجا اخلاص

اس کو بھی ہم سے تھی بہت اُلفت

اور ہمیں اس سے تھا بڑا اخلاص

مل کے جب بیٹھتے تھے آپس میں

تھا دکھاتا عجب مزا اخلاص

ایک دن ہم میں اور نظیر اس میں

ہو کے خفگی جو ہو چکا اخلاص

ہم یہ بولے کدھر گئی اُلفت

وہ یہ بولا کدھر گیا اخلاص

سنے اسی جاں کبھی اسیر کی عرض اپنے کوچے کے جا پزیر کی عرض

چھد گیا دل زباں تلک آتے ہم نے جب کی نگہ کے تیر کی عرض

اس گھڑی کھلکھلا کے ہنس دیجیے ق ہی یہی اب تو کہنہ پیر کی عرض

جب تو اس گلبدن شکر لب نے یوں کہا سن کے اس حقیر کی عرض

اب تلک دُمن ہی حسن دندان کی

دیکھ اس پو پلے نظیر کی عرض

حسن کو ہی دلبری سے ارتباط رُخ کو ہی جاں پروری سے ارتباط

ہر مرثہ کو تیر سے ہی ہمسری چشم کو افسوں گری سے ارتباط

قد کو ہی سرو وہی سے ہم قادی تن کو ہی نازک نری سے ارتباط

ناز کو شوخی سے ہی پیوستگی آں کو غار یگری سے ارتباط

مل کے ایسے ناز میں سے پھر نظیر

کب کیا ہم نے پری سے ارتباط

دل ہی اس کجکلاہ سے محفوظ جی بھی ہی اس کی چاہ سے محفوظ



تم سے جو ناز ہو کر واے جان ہم میں اس رسم و راہ سے محفوظ  
خوش پری بھی جو ہو سو ہو ہم تو ہیں اسی رشک ماہ سے محفوظ  
کیا تا شاہی یار و کل تو نظیر تھا بہت خانقاہ سے محفوظ  
آج بیٹھا ہی میکلے کے بیچ

منہجے کی نگاہ سے محفوظ

اس رخ کی ہمسری میں جو آوے خیال شمع  
اتنی تو دھیاں میں نہیں آتی محال شمع

مخل میں اس کے تن کی نزاکت کو دیکھ کر  
کرتی ہو اپنے شعلے کا رنج و طال شمع  
ہو منصفی تو یوں پر پروانہ پر لکھے  
لکھنا اگر کسی کو ہو وصف جمال شمع

جاگا جو بزم عیش و طرب میں وہ صبح تک  
ق دیکھا نظیر شرم سے ہم نے یہ حال شمع  
ایسی چھپی وہ پردہ فانوس میں کہ پھر  
وقت سحر تک نہ گیا الفعال شمع

ساقیا ہو بہار زینت باغ دے چھلکتے ہیں بھی مح کے ایلخ  
دیکھی جس دن سے اس پری کی چشم پھر ہیں ہوش بکا ملانہ سراغ  
اس نے بھیجا نہ رقعہ ایک اور ہم کئی مکتوب کر چکے ابلاغ  
جائے حیرت ہو مل نظیر اپنا ق تھا پراگندہ ہوئے مح سے دماغ

آج لینے کو جام پیو در بنی  
نہیں ساقی کی منتوں سے فراغ

محفل میں ہم تھے اس طرف وہ شورش چنچلی اس طرف  
 تھی سادہ لوحی اس طرف مکر و فسوں چھل اس طرف  
 بیٹھے ہم اپنے دھیان میں بیٹھا وہ اپنی آن میں  
 فکر نظارہ اس طرف کھڑے پر آنچل اس طرف  
 کیا کیا دکھاتی ہو الم کیا کیا رکھے ہو بیچ و خم  
 آہوں کی شورش اس طرف زلف مسلسل اس طرف  
 ہم دے دے دل ہیں رنج کش وہ بیکے دل ہو جی میں خوش  
 بے تابی جاں اس طرف راحت غرضی کل اس طرف  
 آج اس سے ملنے کو نظیر احوال ہو دل کا عجب  
 ہم کھینچے ہیں اس طرف کہتا ہو وہ چل اس طرف  
 دل پھنسانے کے ہمنشیں لائق ہو وہی زلف اور وہ چیں لائق  
 پاس اپنے بٹھالے ہم کو ابھی جانے گر کچھ وہ نازیں لائق  
 اب تو ملتی ہو دہم و شام ٹھیرے اس لطیف کے ہیں لائق  
 اس کی چین جبین سے دل کو نظیر دیکھا ہوتا جو سہلیں لائق  
 ہم نے ہمتی کو ہیں کہا، اے دل  
 تو ابھی چاہ کے نہیں لائق  
 بیٹھے ہیں اب تو ہم بھی بولو گے تم نہ جب تک  
 دیکھیں تو آپ ہم سے ناغوش رہیں گے کب تک  
 اقرار تھا سحر کا ایسا ہوا سبب کیا  
 جو شام ہونے آئی اور وہ نہ آیا اب تک  
 محفل میں گلخروں کے آیا جو وہ پریر و  
 ہر شکل حیرت اس کی صورت رہے وہ سہتا کہ

بوسہ نظیر ہم کو دینے کہا تھا اس نے  
 ہم وقت پا کے جس دم لینے کی پہنچے ڈھب تک  
 ہر چند تھانستے ہیں وہ شوخ تو بھی اس نے  
 ہرگز ہمارے لب کو آنے دیا نہ لب تک  
 اس کے ماز و ادا کے رنگ اور ڈھنگ  
 ہیں وہ کچھ جس سے ہو پری بھی رنگ  
 نعل دیکھے جو سرخی اس لب کی  
 طہی کرے رشک کے کئی فرسنگ  
 دیکھی جب ہم نے وہ گلابی جسم  
 پھر نہ اس دن سے پی موی گل رنگ  
 ق جب نظیر آگیا وہ آئینہ رو  
 مہر سے کر کے اس طرف آہنگ  
 رنج دل یوں گیارخ اس کا دیکھ  
 جیسے اٹھ جائے آئینے سے رنگ  
 اسی کا دیکھنا ہو ٹھاندا دل جو ہی تیرنگہ سے چھاندا دل  
 بہت کہتے ہیں متل اس سے کہیں نہیں کہنا ہمارا ماندا دل  
 کہا اس نے یہ ہم سے کس صنم کو ق تمہارا ان دنوں ہو ماندا دل  
 چھپاؤ گے تو چھپنے کا نہیں پاپ ہمارا ہو نشان پہچاندا دل  
 کہا ہم نے نظیر اس سے کہ جس نے  
 یہ پوچھا ہو اسی کا جاندا دل  
 اے دل اپنی تو چاہ پرست پھول  
 دہروں کی نگاہ پرست پھول

عشق کرتا ہی ہوش کو بر باد  
عقل کی رسم و راہ پر مت پھول  
دام ہی وہ ارے کند ہی وہ  
دیکھ زلف سیاہ پر مت پھول

واہ کہہ کر جو ہی وہ ہنس دیتا  
آہ اس ڈھب کی واہ پر مت پھول  
گر پڑے گا نظیر کی مانند

تو زخماں کی چاد پر مت پھول  
کھولی جو ملک اسے ہنشیں اس دربا کی زلف کل  
کیا کیا بتائے خم کے خم کیا کیا دکھائے بل کے بل  
آتا جو باہر گھر سے وہ ہوتی ہیں کیا کیا خوشی  
گر دیکھ لیتے ہم اسے پھر ایک دم یا ایک پل  
دن کو تو بیم فتنہ ہی ہم اس سے مل سکتے نہیں

آتا ہی جس دم خواب میں جب دیکھتے ہیں بے غل  
کیا بے بسی کی بات ہی یار و نظیر اب کیا کرے  
ق وہ آنے واں دیتا نہیں آتی نہیں یاں جی میں گل

دل ہر گھڑی کہتا ہی یوں جس طور سے اب ہو سکے  
اٹھ اور سنبھل گھر سے نکل اور پاس اس چنپل کے چل

دیکھی جو اس محبوب کی ہم نے جھلک ہیکل کی کل  
پائی ہر ایک تو یز میں اپنے دل بیکل کی کل

جب ماز سے ہنس کر کہا اس نے اسے چل کیا ہو تو  
کیا کیا پسند آئی ہیں اس نازنیں چنپل کی چل

ہو وہ کف پا نرم تر اس کی کہ وقت ہمہری  
ڈالے کف پائے صنم نرمی وہیں مغل کی مل

ہم ہم تمہارے بے ملامت سے ہی یہ آرزو

بیٹھو ہمارے پاس بھی اسی جاں کبھی اک پل کی

ہو دم غنیمت اے فیظ اب میکہ میں بیٹھ کر

تو آج تو محو پی میاں پھر دیکھ لیجھو گل کی گل

نہیں یاں بیٹھتے جو ایک دم تم تو کیا ڈرتے ہو ہم سے اے صنم تم

ہنسو، بو، ملو، بیٹھو، بھلا جی نہیں کیا عاشق و معشوق ہم تم

جو یاں آیا کبھی چاہو تو بے غم او حصر لایا کرو اپنا قدم تم

نہایت سادہ دل ہیں ہم تو ای جان نہ سمجھو ہم میں ہر گز بیچ و خم تم

سنا جب یہ فیظ اس نے تو ہنس کر

کہا یہ تو ہمیں دیتے ہو دم تم

تھیں جس گھڑی دیکھتے ہیں میاں ہم

تو ہوتے ہیں جی میں بہت شاماں ہم

بتوں کے عجب حسن اور ناز دیکھے

جہاں میں غرض جن دنوں تھے جواں ہم

تھیں جس قدر چاہتا ہی دل اپنا

وہ جی جانتا ہی کریں کیا بیاں ہم

فیظ اپنا ہم کو سمجھ کر نہ روئے غم

تمہارے ہی ملنے کو آتے ہیں یاں ہم

جو ملنا ہی مل لو کوئی دم و گرنہ

ہی جان لو او میاں پھر کہاں ہم

بتوں کی دیکھ زلفت عنبریں ہم پھنسا بیٹھے دل اپنے کے تئیں ہم  
 لگانا دیکھتے تیسرے رنگ کا اگر دل میں نہ ہوتے سہلیں ہم  
 کہا ہم نے کبھی آؤ ادھر کو کہا ہنس کر نہیں جاتے کہیں ہم  
 نظیر اب تو ہوے اسی جاں تمھاری عجب کیا ہو اگر بیٹھیں قریں ہم  
 جو ہو کر ہمنشیں ہوں کچھ بھی گستاخ

سو اس ڈھب کے میاں ہرگز نہیں ہم

گر کسی سے نہ دل لگاتے ہم لذتیں چاہ کی نہ پاتے ہم  
 گریہ کرتے کچھ احتمال جفا تو بھلا ناز کیا اٹھاتے ہم  
 ایک دن بھی جو وہ ادھر آتا بہر تسلیم سر جھکاتے ہم  
 شاہ ہو کر بٹھاتے اور ہر دم لب پہ شکر قدم لاتے ہم  
 چلنے لگتا تو باتیں کرتے نظیر  
 گھر تلک ساتھ اس کے جاتے ہم

فرقت میں خستہ دل کا جب حال دیکھتے ہیں

جی کی ہر اک پھٹ سے ہم فال دیکھتے ہیں

خیم، تاب، حلقے، بل، چہیں گروہ و ٹنک سے اب ہم

زلفوں میں پھنس کے کیا کیا جنجال دیکھتے ہیں

اب رو کو دیکھتے ہی وہ تیغ ہو لگاتی

اور زخم کا نمک ہو بے حال دیکھتے ہیں

کرتے نگہ ہیں جب ہم وفات پر تو اس سے

دل کو ہر اک قدم پر پا مال دیکھتے ہیں

اڑتا ہی رنگ رخ سے ڈر کر نظیر کیا کیا

غصے میں ہم جب اس کا منہ لال دیکھتے ہیں

سزاوار "ارے آرے" ہوئے ہیں بھلا اتنے تو ہم بارے ہوئے ہیں  
 نہ رکھتے ہم سے بل زلفوں کے حلقے مگر اس کے یہ سنکارے ہوئے ہیں  
 تمھاری دیکھ کر عیاریوں کو میاں کچھ ہم بھی عیارے ہوئے ہیں  
 بلاتے ہی نہ آئے ہم تو بولا ق کہیں یہ نقد دل ہارے ہوئے ہیں

پھر آپنی یوں نظیر اس نے کہا ہاں  
 کسی چنچل کے لٹکارے ہوئے ہیں

کھلے گل بسزہ نزہت بار ہو کیا کیا بہاریں ہیں  
 صبا ہو رنگ و بو ہو یار ہو کیا کیا بہاریں ہیں

ہجوم ابرہی چمکے ہی برق اور مینہ برستا ہو  
 نشہ ہو تازگی ہو یار ہو کیا کیا بہاریں ہیں  
 صدائے ببللاں ہو آج ہو صحن گلشن ہو  
 صحن ہو سرو ہو مگھنار ہو کیا کیا بہاریں ہیں

صنم کے لب میں پان، ہاتھوں میں ہندی پیر ہیں نگین  
 کنائی ہو دھنک ہو ہار ہو کیا کیا بہاریں ہیں

نظیر اب عیش کی پیتا ہو مٹی ہر دم یہ کہہ کہہ کر  
 چمن ہو، گل ہو، گل رخسار ہو کیا کیا بہاریں ہیں

یہ جو خروباں حجاب کرتے ہیں ہم یہ ناز و عتاب کرتے ہیں  
 اپنے ملنے سے دیکھئے کس دن ہم کو پھر کامیاب کرتے ہیں  
 کل کہا ہم نے او نظیر میاں ق تم سے ہم یہ خطاب کرتے ہیں  
 چپکے بیٹھے ہو کیوں، تو سن کے کہا شکوے جی میں صاب کرتے ہیں

ہیں تو کرنے بہت و یکن ہم  
 دل میں کچھ انتخاب کرتے ہیں

یہ ہم سے آپ جو ہیں برجیں ہیں مگر ہم چاہ کے لائق نہیں ہیں  
 بتاں لیتے ہیں دل دونوں طرح اگر بیباک ہیں یا شرگیں ہیں  
 کھڑے تھے ہم جو اس گرو کے آگے سبب یہ کچھ جو ہم الفت گرین ہیں  
 کہا کہنے فطیر اپنی تمنا

کچھ ایسا ہو کہ جس میں لوگ ہم کو  
 کہیں یہ بھی اب ان کے ہمنشیں ہیں

اس کے رخسار کی صباحت میں شور ہی خال کا ملاحت میں  
 حُسن کو دیکھ اے دل ناداں ورنہ پڑ جائے گا قباحت میں  
 ہو گئے جو مقیم کوئے بتاں ق پھر نہ آئے کبھی سیاحت میں  
 دن لگا کر فطیر بیٹھے ہم رنج سے دور ہو کے راحت میں  
 جب سنا یہ کہ یاں ہی فرقت بھی  
 آگیا فرق استراحت میں

کیا کہیں ہم پہ رات چاہت میں  
 گزری کیا واردات چاہت میں  
 سست الفت میں کیا مزا اکھ دل  
 چاہئے کچھ ثبات چاہت میں  
 یار چاہئے تو پل میں آساں ہو  
 ورنہ ہیں مشکلات چاہت میں

گڑوی باتیں فطیر لگتی ہیں  
 دل کو مثل نبات چاہت میں  
 کر دے حنظل کو ایک دم میں شہد  
 ہم نے دیکھی یہ بات چاہت میں



حسن وفا سے کیا کیا دکھلادیا ہو تم کو  
 کیوں جی دل اپنا ہم نے کیسا دیا ہو تم کو  
 ہوش و خرد دل و دین صبر و قرار اپنا  
 دیکھو تو ہم نے اے جاں کیا کیا دیا ہو تم کو  
 تیوری دکھا کے ہم کو بولا ادب سے رہنا  
 مت بھولنا یہ ہم نے سمجھا دیا ہو تم کو  
 چاہت کی دُجن میں ہم سے اک مہرباں بوجھا  
 نقشا کسی نے اس کا بتلادیا ہو تم کو  
 مشکل ہو وہ تو اور تم سمجھے نظیر آساں  
 یہ تو میاں کسی نے بہکا دیا ہو تم کو  
 چاہت میں جس سے اے دل کچھ بھی معاملہ ہو  
 وہ راہ و اں نہ چلے جس راہ کا گلہ ہو  
 مجنون کی عشق بازی ہم نے سنی تو جانا  
 کیونکر نہ ہو وہ یسلی جس کا یہ حوصلہ ہو  
 لے بوسہ کف پا ہیہات تو نہ اے دل  
 ایسا نہ ہو کہ اس کے پاؤں میں آبلہ ہو  
 چاہت کی شرطیوں ہی ہو چاہ جس کی اس سے  
 ظاہر میں گر ہو دوری دل میں نہ فاصلہ ہو  
 مڑگاں کی فوکیں جھوکیں دل کو نظیر اپنے  
 کب دیکھنے میں آویں، جب پھر مقابلہ ہو  
 پان کھا کر جب کہا اس نے کہ لانا آئمنہ  
 رشک، رنگ لعل ہو کا ہم نے جانا آئمنہ

جب کہا کچھ ہم پہ فرمائش نہیں کرتے میاں

دیکھ کر منہ کو یہ فرمایا لے آنا آئندہ

دیر تک دیکھا کیا منہ کو تو ہم نے یوں کہا

دیکھیں ٹمک اپنا میاں ہم کو دکھانا آئندہ

یعنے جو آیا فطیر اس سے یہ بولا ہنس کے شوق

ہاتھ سے ان کے ہنسی یہ تو لگانا آئندہ

یہ پرانے ہیں اگرچہ نوگر ققاروں میں ہیں

خیر ان کو بھی کوئی لا دو پرانا آئندہ

دل لے کے پھر نہ کہنے ہنس کر ملا کر دو گے

یا کر کے عار ہم سے پھٹکے رہا کر دو گے

کہتے ہو اب جو ہر دم بس جاؤ خوش رہو تم

جاویں گے جب تو تم بھی پھر خوش رہا کر دو گے

خوبی تو لعلت میں ہوا جاں دگر نہ ہم تو

سختی بھی کھینچ لیں گے گر تم جفا کر دو گے

ہر دم تو دیکھو رکھ کر اپنے فریب دل میں

کہتا ہی تم تو اک دن ہم سے دغا کر دو گے

مت عاشقی میں مارو نا خوش فطیر سے ہو

اب تو ہوا وہ عاشق پھر کہئے کیا کر دو گے

مبور ہو ہم اس کی یوں انہن سے نکلے

جیسے قفس میں پرو کر بلبل چمن سے نکلے

دل دے کے شمع روکے کوچے سے کب ٹھیں تم

پر روانہ پر جلا کر کیونکر ٹکڑے سے نکلے

سحر نگہ کے ہمرہ پہلو سے یوں چلا دل  
جیسے کوئی ہو بے بس اپنے وطن سے نکلے

لیلیٰ و شوں کو اس کی ہو کس طرح نہ الفت  
مجھن کی شان جس کے دیوانہ پن سے نکلے

کل تو وہ دھج بدل کر دل لے گیا ہمارا  
آج اے نظیر دیکھیں وہ کس پھین سے نکلے

دل میں کچھ خروش دلی جو آپہنچی ایسے دل کو نوید کیا پہنچی  
کیوں نہ ہو رشک۔ اس کے کوچے میں ہم نہ پہنچے مگر صبا پہنچی  
کھٹ کبھی اپنے ہاتھ کی سیہات ق اس کے پہونچے تلک نہ جا پہنچی  
سن کے شہرت نظیر چاہت کی واں سے تاکید اختفا پہنچی  
بچ گیا یہاں وہ کوس شیدا ئی

جس کی کوسوں تلک صدا پہنچی

کیوں نہ اس کو ہو دریا پہنچی جس کے پہونچے پہ ہوندا پہنچی  
گر پہنچی ہو تو ہم میں آنکھیں ایسی اس کی ہر خشنا پہنچی  
دل کو پہنچے ہی رنج کیا کیا وہ اپنی ییتا ہر جب چھپا پہنچی  
ایک چھڑی گل کی بیج کر اس کو ق فکر تھی وہ نہ پہنچی یا پہنچی

صبح پر بھی رسید جب تو نظیر

دی ہمیں شوخ نے دکھا پہنچی

اس صنم کا قرار کیا کہئے سختی انتظار کیا کہئے  
ملقت ہو تو کچھ کہیں اے دل وہ تو کرتا ہی عار کیا کہئے  
ہم تجھے چاہیں تو نہ پوچھے بات یہ طرح ہو تو یار کیا کہئے  
ادرا ب واہ کے سوا تجھ سے اس تغافل شمار کیا کہئے

تھا جو کہنا سو ہم نظیر اس سے  
 کہہ چکے بار بار کیا کہئے  
 کئی دن سے ہم بھی ہیں دیکھتے اسے ہم پہ ناز و عتاب ہی  
 کبھی نہ بنا کبھی رخ پھرا کبھی چس چس ہیں پہشتاب ہی  
 ہی پھنسا جو زلف میں اس کے دل تو بتادیں کیا تجھے ہفتیش  
 کبھی بل سے بل، کبھی خم سے خم، کبھی تاب چس سے تاب ہی  
 وہ خفا جو ہم سے ہی غنچہ لب تو ہماری شکل یہ ہی کہ اب  
 کبھی رنج دل کبھی آہ جاں کبھی چشم غم سے پر آب ہی  
 نہیں آسا وہ جو ادھر ذرا ہیں انتظار میں اس کے یاں  
 کبھی جھانکنا کبھی تاکنا کبھی بے کلی پڑنا، خراب ہی  
 وہ نظیر ہم سے جو آتا تو پھر اس گھڑی سے یہ عیش ہیں  
 کبھی رخ پہ رخ کبھی لب پہ لب کبھی ساغر مژنا بکری  
 جب آیا وہ یاں دلربائی جتانے  
 تو کیا کیا لگا خوش ادائی جتانے  
 دکھانے لگی زلف اپنی درازی  
 مژہ بھی لگی کچھ رسائی جتانے  
 نظیر ایک دن اس پری رو کے آگے  
 گئے ہم جو کچھ آشنائی جتانے ق  
 دیا جام اور ہم جو سچکے تو بولا  
 تم آئے ہو نفرت فریائی جتانے  
 بلا دیں گے ہم تو میاں فائدہ کیا  
 لگے تم جو یاں پار سائی جتانے

پھر اس طرف وہ پری رو جھکتا آتا ہے  
 برنگ مہر عجب کچھ چمکتا آتا ہے  
 رادھو رادھو جو نظر ہی تو اس لئے یارو  
 جو ڈھب سے ساکتے ہیں انکو تکتا آتا ہے  
 کوئی جو راہ میں کہتا ہے دل کی بے تابی  
 تو اس سے کہتا ہے کیا تو یہ بکتا آتا ہے  
 ملاپ کرنا ہے جس سے تو اس کی جانب راہ  
 قدم اٹھاتا ہے جلد اور ہکتا آتا ہے  
 ہمارے دل کی جو آتش ہے دینے پھر بھڑکا  
 جیھی نظیر وہ پلکیں جھپکتا آتا ہے  
 چھپا کر جو بھاگے ہم اس سے ذرا جی  
 تو بولا کہاں جائے گا۔ بچا جی  
 جو کچھ حسن میں اس کی خاطر ہے نازک  
 پری میں کہاں ایسی نازک مزاجی  
 خفا اس سے ہو کر ہم آئے تو لیکن  
 کئی دن تک اپنا بھٹکتا رہا جی  
 جو بیٹھا تھا جا کر نظیر اس کے در پر  
 ق بہت حسن الفت سے اپنا لگا جی  
 اٹھایا جو اس نے جھٹک کر تو داں سے  
 چلا ہو کے بے بس یہ کہتا۔ بھلا جی  
 ہم دیکھیں کس دن حسن اے دل اس رشک پری کا بھیں گے  
 وہ قد وہ کمر وہ چشم وہ لب وہ زلف وہ مکھڑا دیکھیں گے

مت دیکھ جنوں کی ابرو کو ہٹ یاں سے تو ای دل منہ  
 ایک آن میں بسل کر دیں گے اور آپ تما شا دیکھیں گے  
 دل دے کر ہم نے آج اسے ہی دیکھی صورت توری کی  
 یہ نکل رہی تو اسے ہدم کل دیکھیں کیا کیا دیکھیں گے  
 جب دیکھی اس کی چین جیس یوں ہم نے نظیر اس بت سے کہا  
 خیر آپ تو ہم سے ناخوش ہیں اب اور کو ہم جا دیکھیں گے  
 کیا لطف رہا اس جاہت میں جو ہم چاہیں اور تم ہوندا  
 یہ بات سنی تو وہ چنچل یوں ہنس کر بولا دیکھیں گے  
 ہر عزم یہ دل میں ہم بھی اسے اک روز نظر بھر دیکھیں گے  
 گر کھولے گا پر تیرنگہ جھد جائیں گے ہم پر دیکھیں گے  
 جو نقص ہو گا الفت کا اور بات بھی کچھ بن آوے گی  
 کیا بات ہو ای دل پھر تو اسے ہم جا کر اکثر دیکھیں گے  
 سر رکھ کر اس کی چوکھٹ پر بس ہم تو اسی کے در کے ہوئے  
 اب اور کسی کے کہنے سے کب اور کوئی درد دیکھیں گے  
 وہ حسن کی تابش سے منہ پر کہتے ہیں کہ پردہ رکھتا ہو  
 بن دیکھے ہی پھر آئیں گے یہاں ہم آہ یونہی کر دیکھیں گے  
 اور شاید کھڑا کھول دیا کر لطف نظیر اسے پھر ہم  
 ٹھیرے گی نگہ تو دیکھیں گے جو نہ ٹھیری تو کیوں کر دیکھیں گے  
 ناز کا اس کے جو تھپڑا ہو طبع مشتاق کو وہ پیڑا ہو  
 کچھ تماشے جنوں کے بھی دیکھو مگر دوانے کو تم نے چھڑا ہو  
 دیکھو زگس کے ٹک خیاباں کو دید بازوں کا یہ بھی کھڑا ہو  
 دیکھو انکار جام اس نے نظیر یوں کہا میاں یہ کیا کھیرا ہو

بی لہ جلدی ابھی تو ساغر ہو  
 ورنہ پھر تم ہو اور تڑپڑا ہو  
 سمجھے تھے چاہ ہم کو یاں غم نہ لینے دے گی  
 کچھ گاہ گاہ ہو گا پیہم نہ لینے دے گی  
 اس زلفت میں نہ پھنسیو وہ بیچ و خم سے اپنے  
 پھر چین تجھ کو ای دل اک دم نہ لینے دیگی  
 ابرو کی تیغ جس دم زخمی کرے گی پھر تو  
 مانکا نہ دینے دے گی مرہم نہ لینے دے گی  
 مست دو نظیر دل کو اس عیند خوی چاہت  
 ق دم خوش دلی کا تم کو باہم نہ لینے دے گی  
 شکل بڑے گی وہ تو پھر آنے والے نہ دے گا  
 اور بے قراری تم کو یاں دم نہ لینے دیگی  
 وہ جب گھر سے نکلا سچکے سُچکے قدم بھی اُنہاں سے جھکے جھکے  
 نہ مانا کبھی دل نے کہنا ہمارا نہایت ہم عاجز ہوئے بکتے بکتے  
 نہ آیا ادھر کر کے وعدہ وہ اوہم گئے جمائیں گھر اُدھر کتے کتے  
 نظیر اس کی محفل میں جب وعدہ میٹھا ق ہوا جب وہ ناخوش جھڑکتے جھڑکتے  
 بٹھایا تو دود اس غوبر اپنے ڈھب سے  
 وہ پھر دال ہی پہنچا سرکتے سرکتے  
 اُدھر جو دیکھا تو اس پری کی نگاہ جام شراب لائی  
 اُڑا دیا ہوش ایک پل میں نشہ کچھ ایسا شتاب لائی  
 اٹھایا اسے جو رخ سے پردہ ہماری خاطر سے کپڑیا  
 بہت یہ چاہا کہ دیکھیں اک دم نگاہ ہرگز نہ تاب لائی

کہا جو ہم نے کہ دل کو لیجے تو شرم گئیں ہو نہیں تو کی پر  
وہ دل کا لینا ہی تھا جو اس کی حیا جبین پر حجاب لائی

ق گلہ جفا کا نظیر ہم نے کیا جو اس نازیں سے جا کر  
تو سن کے اس کی وہ چین ابرو کچھ اس طرح کا عتاب لائی  
جو غش میں آیا ہمیں پسینہ تو پھر ہنسنا وہ کچھ اس ادا ہے  
کہ تہی عرق کی تری جو منہ پر وہی تری پھر گلاب لائی  
دیا جسے دل تو پھر ستم کا نہ اس کے ہرگز حساب کیجئے  
گلے کو جی میں نہ راہ دیجئے نہ چشم اپنی پر آب کیجئے  
کیا ہو آنے کا وعدہ اسنے لگی ہو ڈھلنے گورات تو بھی  
بجا ہو اب جاگنا ہی اے دل نہیں مناسب کہ خواجہ کیجئے

ہم آئے ملنے کو تم سے اس دم تم اپنا بیٹھے ہو منہ چپا کر  
یہ وضع کیا ہو دل کو لیجے اور ایسی ناز و عتاب کیجئے  
ق جویوں ہی ٹھیری تو ڈر ہو کس کا بس ایک لکھتی سی رہی  
ہمیں اٹھا دیجئے یہاں سے اے جاں و گرنہ ترک جبا کیجئے  
میاں نظیر اب ہو تم جو ماقبل تو جتنی فرصت نظر میں ہو یا  
دانگ اس میں نہ آنے دیجئے جو کچھ ہو کر ناشاب کیجئے

لے ہوش دل کو لینا ٹھیرا دیا ابھی سے  
ہم کو یہ ناز اس نے دکھلا دیا ابھی سے  
بو سے کی ہم کو چٹنگ اور و اں ہو تازہ الفت  
اس آرزو نے دل کو بلچا دیا ابھی سے

کر حمد مہربانی دکھلا دے چین ابرو  
اس شیخ رونے اے دل بالادیا ابھی سے



پہلے ہی دیکھنے میں آنکھیں دکھائیں کیا کیا  
 پہنچلے نے ہم کو یارو دھلا دیا ابھی سے  
 کیونکر نظیر اس کی جاہت نبھے گی دل سے  
 ہم کو تو ایک ادا نے گھبرا دیا ابھی سے

دل و جاں ہمارے نہ غنچے سے ملے  
 جو اس گل سے ملے تو ہم گل سے کھلتے

دکھائے ستم تو ہیں، پر اسی نے  
 جھلائے و گرنے وہ ہم سے نہ جھلتے

وہ گھرے جو تھے نثرن کے توان سے  
 نزاکت نہ ہوتی تو پہونچے نہ پھلتے

اگر جاہیں اس کے کوچے میں ملتی

تو پھر عمر بھر ہم وہاں سے نہ ہلتے  
 ملاوہ تو بولا نظیر اس سے ہنس کر

میاں تم نہ ملتے تو ہم کیونکہ ملتے

ہوئے خوش ہم ایک نگار سے ہوئے شاد اس کی بہار سے  
 کبھی شان سے کبھی آن سے کبھی ناز سے کبھی پیار سے

ہوئی پیرہن سے بھی خوش دلی کلی دل کی اور بہت کھلی  
 کبھی طرے سے کبھی گھرے سے کبھی بدھی سے کبھی ہار سے

وہ کناری ان میں جو تھی گندھی اسے دیکھ کر بھی ہوئی خوشی

کبھی نور سے کبھی لہر سے کبھی تاب سے کبھی تار سے

گئے اس کے ساتھ جہن میں ہم تو گلوں کو دیکھ کے خوش ہوئے

کبھی سرو سے کبھی نہر سے کبھی برگ سے کبھی بار سے

وہ نظیر سے تو ملا کیا مگر اپنی وضع میں اس طرح  
 کبھی جلد سے کبھی دیر سے کبھی مٹھ سے کبھی مار سے  
 ہوئی شکل اپنی یہ ہمنخیں جو صنم کو ہم سے حجاب ہی  
 کبھی اشک ہی کبھی آہ ہی کبھی رنج ہی کبھی تاب ہی  
 دوا در پہ اس کے پہنچ کے ہم جو بلا دیں اس کو تو دست  
 کبھی قصہ ہی کبھی چھیڑ ہی کبھی حیلہ ہی کبھی خواب ہی  
 جو اس انجمن میں ہیں بیٹھتے تو مزاج اس کے سے ہم کو دل  
 کبھی عجز ہی کبھی بیم ہی کبھی رسم ہی کبھی داب ہی  
 وہ ادھر سے جا کے جاتا ہی اسے دونوں مال سے دل میں دیا  
 کبھی سوچ ہی کبھی فکر ہی کبھی غور ہی کبھی تاب ہی  
 جو وہ بعد بوسہ کے ناز سے ذرا جھڑکے ہی تو نظیر کو  
 کبھی مصری ہی کبھی قند ہی کبھی شہد ہی کبھی رابہ کو  
 جن دلوں چاہت کی ہم کو دمدم تقریر تھی  
 ہی جو نقش حب اسی کی رات دن تحریر تھی  
 کس روش سے دیکھئے اور طے اس سے کس طرح  
 تھا یہ اندیشہ دل میں اور یہی تدبیر تھی  
 ہم نے دیکھا دو ہوا اور تم نے چھیدا دل کو آہ  
 لائق تعزیر ہم تھے دل کی کیا تفسیر تھی  
 یوں نظر آیا ہمیں کل ایک جاگہ پر نظیر  
 ق مگر یہ آو اس کی ہر دم آہ کی تاثیر تھی  
 محازین ہر پاؤں پسلائے پڑا دیوانہ وار  
 چشم تھی حیرت زدہ اور ہاتھ میں تصویر تھی

جب اس کی زلف کے حلقے میں ہم اسیر ہوئے  
 شکن کے مادی ہوئے غم کے خو پزیر ہوئے  
 خدنگ وار جو غم سے تھے اس کے چھٹپن میں  
 پر اب نظر میں جو آئے تو رشک تیر ہوئے  
 جھڑک دیا ہمیں کوچے میں اس نے ہر دم دیکھ  
 ہم اپنے دل میں کچھ اس دم نخل کثیر ہوئے  
 جو گاہ گاہ اُدھر جاتے ہم تو رہتی قدر  
 گھڑی گھڑی جو گئے اس سبب حقیر ہوئے  
 نگہ کے رٹتے ہی ہنس کر کہا نظیر اس نے  
 یہ باتیں چھوڑ دو کچھ سمجھو اب تو پیر ہوئے  
 جو اس کے ناز و ادا ہم کو دل پزیر ہوئے  
 تو اس کے کاکل پر خم میں ہم اسیر ہوئے  
 چھوٹی جو زلف زرا اس کی ہم نے مو گتاغ  
 تو قصہ ہو کے کہا تم بھی اب شریہ ہوئے  
 نہ پھوٹا، ہم سے وہ نقشہ نگہ لڑانے کا  
 ہی دل کی دُھن تو وہی کیا ہوا جو پیر ہوئے  
 حقیر ہونے کی خوبی ابھی کو ہی معلوم  
 جو خوش نگاہوں کی نظروں میں کچھ حقیر ہوئے  
 بتوں کے ناز کی جب شوخیاں نظر آئیں  
 میاں نظیر سے جب ہم فقط نظیر ہوئے  
 جب اس مہجیں پاس ہم شب کو پہنچے  
 فروغ مسرت کے منصب کو پہنچے

جو دیکھی میاں ہم نے تسخیر تم میں  
 پری کی لگاوٹ کب اس دُعب کو پہنچے  
 ق نگہ کی جو صہبا طلب کی تو بولا  
 تمہارا لب اس کے نہ مشرب کو پہنچے  
 تمہیں اس کی دل میں تمناعث ہی  
 یہ وہ می نہیں ہی جو ہم سب کو پہنچے  
 جو شکوہ جفا سے کرے کچھ نہ ہرگز  
 وہی یاں نظیر اپنے مطلب کو پہنچے  
 اب دیکھیں پھر ہم ای ہدم کس روز منہ اس کا دیکھیں گے  
 وہ زلف و تل وہ خال وہ خدوہ رنگ وہ نقش دیکھیں گے  
 جب پاس منم کے ٹھیں گے خوش ہو کے اس کے لطف سے ہم  
 وہ بزم وہ حظ وہ عیش وہ میہ وہ جام وہ مینا دیکھیں گے  
 سرور بہت دل ہووے گا خوشی جی بھی ہوگا کیا کیا جب  
 وہ ناز وہ دھج وہ آن وہ سچ وہ زیب وہ بالا دیکھیں گے  
 وہ کاجل چنپل آنکھوں کا وہ میہندی نازک ہاتھوں کی  
 وہ بان وہ لب وہ حسن وہ چھپ وہ گوشش وہ بالا دیکھیں گے  
 ہی جو خواہش دل میں نظیر آوے گا ادھر محبوب تو ہم  
 وہ ربط وہ دامن وہ چین وہ سکھ وہ میر وہ چرچا دیکھیں گے  
 خفا ان دنوں ہم سے وہ دلربا ہی  
 ہمیں کچھ تو بھٹھملا کے کہتا ہی کیا ہی

ابھی ہم تو ہو جاویں اس بت سے ناخوش  
 ولے کیونکہ ہو دل تو اس پر وساد ہی

اسے چھیڑ کر وہ جو کھاتے ہیں جھڑکی

وہی جانتے ہیں جو اس کا مزا ہو

ق کسی نے کہا اس سے میکش ہو وہ تو  
نظیر اب جو اے جاں تمہیں چاہتا ہو

کہا اس نے یہ سُن کے او میاں تمہیں کیا

کوئی رند ہو یاں کوئی پارسا ہو

ہمیں اس نے وعدہ سے شاید چھلا ہو

کہ دن چڑھ گیا اس قدر جو ڈھلا ہو

جو کہتے ہیں یو سہ ہمیں بھی ملے گا

تو اس کی زبان پر بھلا جی بھلا ہو

کڑا وہ جو نازک ہو پہونچے میں اس کے

نزاکت کے سانچے میں کیا کیا ڈھلا ہو

بتایا ہو کچھ ناز اس گل نے جس کو

وہی باغ الفت میں بہکولا پھلا ہو

تعدی نظیر اس کی تم بھی اٹھاو

میاں اب اسی میں اٹھارا بھلا ہو

ناخوش دکھا کے جس کو ناز و عتاب کیجے

اے مہرباں پھر اس کو خوش بھی شاب کیجے

جو اپنے بتلا ہوں اور دل سے چاہتے ہوں

لازم نہیں بھران سے روئے مجاب کیجے

بیٹھے جو شام تک مہم بولا وہ مہربان ہو

جو خراشیں ہیں ان کا کچھ انتخاب کیجے

ہم نے نظیر ہنس کر اس شوخ سے کہا یوں  
 ہیں خواہشیں تو اتنی کیا کیا حساب کیجئے  
 موقع کی اب تو یہ ہو۔ جو وقت شب ہوا جا  
 ہم بیٹھے پاؤں داہیں اور آپ خواب کیجئے  
 گئے ہم جو الفت کی واں راہ کرنے  
 ارادے سے جاہست کے آگاہ کرنے  
 کہا اس نے آنا ہوا کس سبب سے  
 کہا آپ کے دل کو ہمراہ کرنے  
 بٹھایا اور اک چٹکی لی ایسی جس سے  
 لگے منہ بنا ہم وہیں آہ کرنے  
 جو یہ شکل دیکھی تو چٹکی بھا کر  
 کہا یوں نظیر اور لگا واہ کرنے  
 میاں ایک چٹکی سے کی آہ رک کر  
 اسی منہ سے آئے ہو تم چاہ کرنے  
 پہلے ہی جو بتوں کی گھاتیں شمار کرتے  
 تو ہم سے دل یہ بے کر کا ہے کو عار کرتے  
 اے دل تجھے تو ہم نے اکثر بتا دیا تھا  
 ق واں دام زلف ہر دم ہیں آشکار کرتے  
 جو آگیا ادھر کو خنجر دل تو بھر وہ  
 اک آن میں ہیں اس کو اپنا آشکار کرتے  
 پھنستے تاک اشارت کی تو بھی تو نہ سمجھا  
 غافل تجھے کہاں تک ہم ہوشیار کرتے

جب دل نظیر بولا ہوتا تو اس طرح تھا  
 کیا حاصل اب جو مجھ کو ہوش سار کرتے  
 سحر کو نکلے تھے سیر کرنے جو ہدم اک دن ہم اپنے گھر سے  
 تو ایک گورا وہ شوخ دیکھا رخ اس کا بہتر رخ سحر سے  
 جو ہم کو دیکھا کیا تبسم بہت ہوئے خوش ہم اپنے دل میں  
 کہا نہ منہ سے کہ آؤ بیٹھو مگر اشارت کئے نظر سے  
 ہمیں بھی کچھ کچھ تھی رمز فہمی جو دلبروں سے ملے تھے اکثر  
 سمجھ اشارت نگہ کی بیٹھے بہت ادب سے ذرا حذر سے  
 کہا تمہارا ہی کیا ارادہ - کہا یہ ہم نے ارادہ کیا ہی  
 مگر گھڑی دو گھڑی ہیں ملتے پری رخاں کرشمہ گر سے  
 یہ سن کے اس نے نظیر ہم کو دکھائی ایک آن ایسی ہنسکر  
 کہ بیٹھے دیکھ اس ادا کو ایسے کہ پھر نہ سر کے ہم اس کے در سے

---

کی اس منم نے جس دم ہم پر نگاہ دل سے  
 ہم نے بھی اس نگہ سے کی اس کی چاہ دل سے  
 چاہت ہماری اے جاں تم ظاہری نہ سمجھو  
 ہم چاہتے ہیں تم کو اے رشک ماہ دل سے  
 جب دیکھتے ہیں اس کی طرز خرام یارو  
 ہم ہر قدم پہ کیا کیا کہتے ہیں واہ دل سے  
 بن دیکھے اس پری کے بے تابیاں ہماری  
 گھیرے دس گاہ جی کو پیٹے ہیں گاہ دل سے

باتیں ہمارے دل کی کہیں نظیر اس نے

ہی سچ تو یوں کہ دل کو ہوتی ہو راہ دل سے

ہی زلفت خوش جو ایسی اور ہو وہ بند دل کی

کیا کہئے بے وقوفی اس خود پسند دل کی

بھراں نے جس کو ہمد م مجبور کر دیا ہو

جز وصل پھر دوا کیا اس درد مند دل کی

دشنام اس کی لب کے کھائے جو ہیں مکر

اب گر گیا ہی یار و نظروں سے قند، دل کی

بتنا چھوڑا یا اس سے اتنا ہی جا کے پٹا

کرتی ہی کچھ یہ صورت چاہت میں پسند دل کی

ٹکلی نظیر ہرگز حلقے سے بھر نہ گردن

ایسی ہوئی وہ پر خم کا کُل کند دل کی

کوچے میں اس کے اکثر کہتے ہیں یاں سے اٹھئے

پر ہم سے دل ہی کہتا مست خوف جاں سے اٹھئے

کہنے سے غیر کے تو ہم کب اٹھیں گے یارو

جب تک نہ وہ کہے گا اپنی زباں سے، اٹھئے

بیٹھ اس کے پاس ہم نے ٹک چھولیا جو زانو

ہنس کر کہا یہ اس نے اب آپ یاں سے اٹھئے

رہ دیر میں تو ای دل مت یاد خانقہ کر

واں بیٹھنے نہ ہرگز بھر جس مکاں سے اٹھئے

دیں دے چکے تھے پہلے دے بیٹھے دل نظیر اب

کس زندگی کی خاطر کوئے بتاں سے اٹھئے



لیجے یہ دل نہایت اچھا ہی کیا بیاں کیجے اس میں کیا کیا ہو  
 اور کو کیا خبر وہی جانے ہم نے جس ڈھب سے اس کو دیکھا ہو  
 الفت غیر ہم پہ ٹھہرا کر ق رات دن اب اُسی کا چرچا ہو  
 ایک دل تھا سودے چکے تم کو ہم پہ یہ اتہام بیجا ہو  
 منہ دکھاتے نظیر رکھتے ہیں

یہ بھی کچھ زور ہی تھا شاہی

وہ مہ جبیں جو آیا شب کو ہمارے آگے

اس لطف سے ہمارے سوتے نصیب جاگے

جلتی نہ ہو کے گریاں تو یاں اگر نہ وصلتی

دشمن ہوئے یہ تیرے اموشمع تن کے تائے

ہم منتقل تھے دل میں بس کی طرح نہایت

چکر دیا یہ تو نے اسی جاہ کے سہاگے

دکھلائی اس نے کیا کیا ابرو کی تیغ پر ہم

نظریں رہے لڑاتے اور اک قدم نہ جاگے

تم تو نظیر مکرے اور ہم نے گل ہی دیکھا

تھے تم تو پیچھے پیچھے وہ شوخ آگے آگے

ہو کام جس کے دل کو اس زلف غنبریں سے

کب ہو وہ ہیں بارڈ ایک آن اس کی ہیں سے

چمکے ہو چاندنی میں جب شوخ کی انگوٹھی

ہبتاب میں ہیں گویا الماس کے نگین سے

تھا خواب میں جو اک شب ہم نے پری کو دیکھا

تعبیر اس کی پوچھی جب ایک پیش میں سے

سن کر کہا یہ اس نے ظاہر ہی جو تمھارا  
 دل ان دنوں میں اٹکے اک شوخ حبیب سے  
 باتیں نظیر جس کی ہوں قند سے زیادہ  
 دُشنام اس کے بہتر ہوں کیوں نہ انگلیں سے  
 ہم دل نہ دیں گے ہنس کر بولا یہ کیا سخن ہی  
 ہم نے کہا کہ حضرت اُس نے کہا کہ گن ہی  
 اب دل نہ دیویں اپنا یا دیویں اس صنم کو  
 ہر آن اب اسی کی جی میں ادھیڑ بن ہی  
 کا کُل ہیں اس پری کے حسرت فزائے سنبھل  
 رخ روکش چمن ہی قدر شک سر دُبن ہی  
 اب تک نظیر کیا کیا بھرتا ہی چاہ کے دم  
 ہر چند مدتوں سے قد خم ہی اور کہن ہی  
 ملتا ہی جو پری رو دیکھے ہی دو بد وہو  
 گو پیر ہی پر اب بھی دل میں یہ اس کے دُھنچ  
 رکھیں نہ کیونکہ ہم اپنے کنارے دل کی خوشی  
 ہمیں تو چاہئے اے جاں تمھارے دل کی خوشی  
 ہمارے دل کے نہ ہاتھ آنے سے جو ناخوش تھے  
 لیا وہ تم نے ہوئی اب تو بارے دل کی خوشی  
 یہ تم جو دیتے ہو دُشنام اور جمعہ کتے ہو  
 نہ بہتے ہم جو نہ ہوتی پیارے دل کی خوشی  
 نہ پھنتے چشم کی ایما سے زلف میں ہرگز  
 اگر نہ کرتی ہمیں کچھ اشارے دل کی خوشی

گلا نہ آنے کا سُن کر کہا نظیر اس نے

نہ آئے ہم تو نہ آئے ہمارے دل کی خوشی

دل جب بندھا ہمارا اس زلف کی رسن سے

کس کس طرح کی بندش دیکھی شکن شکن سے

شبنم نے زیب جیسا پایا ہو گل سے ہدم

لی پیر ہن نے زینت دیسی ہی اس کے تن سے

ہر چند منہ پر اپنے لاتا نہیں ولیکن

تہ تہ میں بیٹھتی ہو غنچے کو اس دہن سے

گل چھو لیا جو ہم نے ملک دامن اس صنم کا

زدیک ہو کے کچھ کچھ اپنے کسی جتن سے

پھوٹے خوشی سے ایسے جو دل نظیر بولا

ایسا نہ ہو جو نکلو آغوش پیر ہن سے

غنچے کا منفصل ہو اس کے دہن دہن سے

گل کا بھی شرگیں ہو کیا کیا بدن بدن سے

سج و سج کی ہم سے اس کی تعریف کس طرح ہو

حیرت میں ہو بری کا جس کے برن برن سے

دیکھی جو زلف ہم نے آئیں نظر میں کیا کیا

چینوں سے چینیں باہم بچا شکن شکن سے

تم نے جو ڈھب دکھا لے ہم نے بھی فن جتا

ہم یہ تمہارے اے جاں سیکھے جلن جلن سے

یہ حسن ہو نظیر اب بازار میں ہی بیٹھے

گل شوق رخ میں اس کے آکر چمن چمن سے

دل اپنا جو ہم عاشق اس کا کریں گے  
تو دُھن ہو کہ ہرگز نہ افشا کریں گے

مناسب نہ ہوگا جو منہ دیکھنا وہاں  
تو پھر دُھب سے کچھ اور نقشا کریں گے

نظر ایک دن باز یگر بن کے ہم نے  
کہا ہم بھی یاں کچھ تماشا کریں گے

تو بولا ہمیں یاد ہیں وہ تماشے  
کہ تم کو گھڑی بھر میں شیدا کریں گے  
جنوں میں تماشے جو کچھ تم سے ہوں گے  
ہم ان سب کو ہنس ہنس کے دیکھا کرینگے

جو میخانے میں جا کر ایک جام می پیا ہم نے  
تو جس جاخشت پائے خم تھی واں سر رکھ دیا ہم نے  
اُٹھائے ناز خواں کے بہاریں صن کی کچھیں  
مزا دشنام اور بوسے کا بھی اکثر لیا ہم نے  
بنا کر چاہ میں چہرے کی رنگت کو رنگ زر  
بھلا کر یاد میں سونا یہ سیکھی کیمیا ہم نے

کبھی لطف پری زادوں کے دامن سے لگے جا کر  
کبھی ان کی تعدی سے گریباں کو سیا ہم نے  
ٹپے روٹھے ہنسنے روئے، پھر بیٹھے، ڈرے، بھلے  
نظر اک دل لگا کر واہ کیا کیا کچھ کیا ہم نے

## رُباعیات

لکھڑے کو جو اُس کے ہم نے جا کر دیکھا  
سنکھہ تو نہیں پہ چھپ چھپا کر دیکھا

وہ حسن نظر بڑا کہ جس کا ہم نے  
جب رات ہوئی تو مہ کو جا کر دیکھا

دیگر

محبوب نے پیر ہن میں جب عطر ملا  
اور پان چبا کے اپنے گھر سے وہ چلا

ہم نے یہ کہا نہ جاؤ باہر اے جاں  
ہر شام قریب ہنس دیا کہہ کے بھلا

دیگر

اس شوخ کو ہم نے جس گھڑی جا دیکھا  
لکھڑے میں عجب حسن کا نقشا دیکھا

ایک آن دکھائی ہمیں ہنس کر ایسی  
جس آن میں کیا کہیں کہ کیا کیا دیکھا

دیگر

دل دیکھ اسے جس گھڑی بے تاب ہوا  
اور چاہ ذقن سے مثل گرداب ہوا

کی عرض کہ بے قرار دل ہی، تو کہا  
اب دل نہ کہو اسے جو سیلاب ہوا  
دیگر

ہم دل سے جو چاہتے ہیں اسے جان تمہیں  
بیکل ہوں اگر نہ دیکھیں ایک آن تمہیں

تم پاس بٹھاؤ تو زرا بیٹھیں ہم  
مشکل ہی نہیں تو اور ہی آسان تمہیں  
دیگر

اس زلف نے ہم سے بے کے دل بستہ کیا  
ابرو نے کبھی کے ڈھب کو پیوستہ کیا  
آنکھوں نے نگہ نے اور مژدہ نے کیا کیا  
کیفی کیا، دیوانہ کیا، خستہ کیا  
دیگر

پان اس کے لبوں پہ اس قدر ہی زیبا  
ہو رنگ پہ جس کے سُرخِ لعلِ فدا  
ہر فندق انگشت سے اس دست کو گر  
گلدستہ باغِ حسن کہئے تو بجا  
دیگر

کیا حال اب اس سے اپنے دل کا کہئے  
منظور نہیں یہ بھی کہ بے جا کہئے  
شکل ہی مہینوں میں نہ جاوے جو کہا  
بھرتلے جو ایک دم تو کیا کیا کہئے

دیگر

پاس اس کے گئے پہر جو ہم کر سینہ  
دل کرنے کو اس کی چاہ کا گنجینہ

جب ہم نے کہا دیکھنے آئے ہیں تمہیں  
سن کر یہ لگا وہ دیکھنے آئینہ  
دیگر

آئینہ جو ہاتھ اس کے تادیر لیا  
اس دیر سے نجلت نے ہمیں گھیر لیا

جب ہم نے کہا کیا ہی عاشق ہو میاں  
یہ سنتے ہی آئینے سے منہ پھیر لیا  
دیگر

رکھتے ہیں جو ہم چاہ تمہاری دل میں  
آرام کی ہو امیدواری دل میں

تم حکم قرار کو نہ دو گے جب تک  
البتہ رہے گی بے قراری دل میں  
دیگر

رکھتی ہو جو خوش چاہ تمہاری ہم کو  
اور کرتی ہو شاد باری باری ہم کو

کچھ دیر جو کی تھی ہم نے دل دیتے وقت  
اب تک ہو اسی کی شرمساری ہم کو

دیگر

کوچے میں تمھارے ہم جو تک آتے ہیں  
اور دل کو زرا بیٹھ کے بہلاتے ہیں

ہو تم جو دل آرام تو ہم دیکھ تمہیں  
اک دم رخ آرام کو تک جاتے ہیں

دیگر

ہم دیکھ کے تم سے رخ آرام میاں  
خوش رہتے ہیں دل میں سحر و شام میاں

دیوانے تمھارے جب ادا کے ٹھہرے  
پھر صحن پری سے ہیں کیا کام میاں

دیگر

یاد آتی ہیں جب ہمیں وہ پہلی چاہیں  
افسوس کرے ہر دل میں کیا کیا راہیں

تھے شور جو قہ قہ کے سوان کے بدلے  
اب شور مچا رہی ہیں جی میں آہیں

دیگر

ہوں کیوں نہ بتوں کی ہم کو دل سے چاہیں  
ہیں ناز و ادا میں ان کی کیا کیا راہیں

دل لینے کو سینے سے لپٹ کر کیا کیا  
ڈالے ہیں گلے میں پتلی پتلی باہیں



دیگر

ہم اس کی جفا سے جی میں ہو کر دلگیر  
رک بیٹھے تو ہیں ولے کریں کیا تقریر

دل ہاتھ سے جاتا ہی بغیر اس سے ملے  
اب جو نہ پڑیں پاؤں تو پھر کیا تدبیر

## مُحَسَّنَات

ہر دل میں عزم جس کی چاہت کی چاکری کا  
پایا ہی ناز اس نے شوخی میں برتری کا  
کیا کیا بیاں ہو اس کی سچ دھج ادا بھری کا  
اک پیچھے پر جو اس نے طرہ رکھاری کا  
سورج کی بھولیں کرئیں دعویٰ برابری کا  
وہ حسن ہی جو اس پر کب ہویت چگل میں  
کا کل میں طرفہ خم ہی اچھا نمک ہر تل میں  
کیا دور دیکھنے میں کیا طرز متصل میں  
جس دن سے حسن چمکا اس کا تو شہر دل میں  
کیا کیا پڑا ہی یار و شور اس کی دلبری کا  
ہم دیکھتے ہیں جس کے ہر آن رخ کو خوش ہو  
چاہت میں اس کی ڈالا خاطر سے رخ سب کھو

آئینہ دیکھ اس کو حسرت زدہ ہو یا دو

عارض میں اس صنم کے ہو وہ جھلک کہہ کر

دیکھے تو ہوش آوے پرواز میں پری کا

ہیں ناز اس کے چنچل اور ہر نگاہ جادو

آنکھوں سے اس کے ہووے شرمندہ چشم آہو

گھر سے نکل کے اپنے کرتا نگاہ ہر سو

آیا جو دل کو لینے مجھ سے وہ شوخ گرو

کیا کیا کہوں میں نقشہ اس دم کی دہری کا

ہنس کر نگہ لڑائی بے باک ہو کے پہلے

پھر کی حیا کچھ ایسی دل دیکھ جس کو پہلے

زلفین بھی کھولیں منہ پر کچھ چلبلی ادا سے

کیں میٹھی میٹھی باتیں ایسی نظیر ہنس کے

جس کو مزا نہ پہنچے ہرگز شکر تری کا

جب اس نے دکھایا مجھے مکھڑے کا اُجالا

اک دم میں کیا ہوش کے عالم سے نرالا

بالی نے بھی اک جھوک دکھا کر کیا بالا

دل چاہ زخنداں میں تبسم نے جو ڈالا

اس نے یہ بٹھایا اسے جو پھر نہ اچھالا

جھڑکا ہمیں اس شوخ نے الفت میں سمجھ غام

ادبوں کہا کچے کا نہیں چاہ میں کچھ کام

کوچے سے نکالا ہیں ٹھیرا کے یہ الزام  
مُحِبِّی کے جو گرتا ہو تو لیتے ہیں اسے تھا

نظروں سے گرا جو اسے پھر کس نے بھالا

ہر لحظہ اسے ہم تو بہت منع تھے کرتے

کہنا جو نہ مالتے تو بھلا کیا اسے کہئے

ایک روز غرض ہو کے نڈر خوف و خطر سے

دل ہو کے دلا اور جو گیا سامنے اُس کے

غمرے نے گرایا وہیں اک مار کے بھالا

یہ حال کیا اس کا جو ظالم کی خوشی نے

جب دل کے تئیں آگئے خجالت کے سینے

تھے واں جو کھڑے رحم کیا اس پر بھی نے

زخمی اسے دیکھا تو کہا مجھ سے کسی نے

تو نے اسے کس واسطے پہلو سے نکالا

وہ جس گھڑی اسے یار اُدھر کو گیا یاں

چاہا کہ زرا سامنے اس شوخ کے ٹھیرے

ایک پل نہ لگی واں میاں بس اسے کرتے

اب تڑپے ہی مہر وچ پڑا کوچے میں اس کے

جا تو ہی نظیر اب اُدھر اور اس کو اٹھالا

نگہ کے جام کا کر عزم کچھ اُدھر میلا

خوشی سے بیٹھ ہم ناخوشی کی ست ریللا

خفا ہوں جس میں ہم، ایسی نہ ہر گھڑی شو لا

ہمارے دل کو نہ کر ہر دم اسے پری میلا

ہی تو جان کہاں قیس اب کہاں لیل

لی ہی صحن گلستاں کو پھر کے سر سبزی

چمن چمن میں ہونی تازگی و شادابی

صدائیں قمری کی ہیں ببلوں کی چہ چہ

بہار گل کی تو آہنہی تو بھی اے ساتی

گلابی مو کی دکھا ساغر پیلا پل لا

نثار کا کل مشکیں پہ جس کے ہی سنب

ادا میں سحر بھرا ہی نگہ میں نشہ مل

کھلا ہی تازہ جو گلشن میں حسن کے گل

دل اس سے ملنے کو یوں چاہتا ہی جو بل

چمن میں گل سے لپٹتی ہی بال و پر پھیلا

ہیں اس کے ناز و ادا کے کچھ اب تو یہ نقشے

جدھر کو آتا ہی دیکھ اس کو دل میں غش ہوتے

عجب ہوا ہی کچھ احوال اپنا کیا کہئے

وہ اک نگہ جو ادھر کر گیا تو دل جب سے

پکارتا ہی پڑا ہر گھڑی دہی مو لا

ادھر ادھر جو کوئی گلزار ہی ملتا

تو نظریں اس سے رٹا کر ہیں دل کو دیتے

بتوں کے دیکھنے کو پھرتے رہتے ہیں ہر جا

ہوس تو گرم ہی اب تک بھی کیا ہوا جو کیا

## میاں نظیر کو پیری نے برف کا تھیلہ

وقت سحر جو ہم نے ایک سیمر کو دیکھا  
کھڑے سے اس کے حیراں روئے سحر کو دیکھا

چین جیوں سے ہر دم نقش خطر کو دیکھا  
کیا کیا نگہ رٹا کر اس فتنہ گر کو دیکھا  
مدت میں آج ہم نے دل کے جگر کو دیکھا

بالی کی جھوک کیا کیا ہر آن ہو درخشاں  
اور زنگ پاں ہو ایسا ہو محل جس پتھر پہ

کیا کیا نزاکت اس کی ہم سے بیاں ہو اب کیا  
شدنم کے پیر ہن سے تھے بل پہ بل نمایاں

اس ناز کی سے ہم نے اس کی کمر کو دیکھا

آیا نظر جو اس کی آن و ادا کا نقشہ

طرز نگاہ ایسی ہوتا ہو سحر جیسا

جس دم ہنسا وہ گلو یار د تو کہئے اب کیا

اجلا پن اس کے دیکھا دندان میں ہم نے سیا

جس کی جھلک سے نیلا سلک گہر کو دیکھا

آنکھیں نشیلی ایسی مٹی ہوئے جس سے حاصل

نظریں کرے تھیں جادو ابرو کرے تھی بے

جب وہ نگار سرکش نک آگیا مقابل

لوک مزہ نے اس کی لب جھپ سے ہوئے نال

دل کو پر دیا جس دم ہم نے اوجھ کو دیکھا

دیکھی جو یہ تعدی اس دربار کی اس جا  
کچھ جی سے پھر ہمارے اس وقت بن آیا

جب حال دل کا اس نے پل میں بنایا ایسا  
پوچھا نظیر چھیدا کیوں دل تو ہنس کے بولا  
اس کی یہی سزا ہی جس نے ادھر کو دیکھا

اس تد کے آگے تیرا طرز قیام کیا ہو  
مت بھول سرد تیرا دال احترام کیا ہو

زیبائی تیری ایسی لطف التزام کیا ہو  
چلنے میں ناز تجھ کو ہر صبح و شام کیا ہو  
اے کبک اس کے آگے تیرا خرام کیا ہو

ناز و ادائیں اس کے ہو دلبری فراہم  
اس رخ کے آگے دیکھیں صورت پری کی کیا ہم  
بھوئے ہو گھر پہنچنا جس کے نشے سے پیہم  
اس چشم کی نگہ کے کیفی کے آگے ہدم

افیوں بھی کیا ہلا ہو، محو کا بھی جام کیا ہو

سرخی سے اس کے لب کی کب محل ہو برابر  
دنداں کو اس کے دیکھے تو منفعل ہو گوہر

ابرو کی تیغ پر خم نوک مژہ ہو نشتر  
زلزلت اس صنم کی جس جا ہوتی ہو دام گستر  
واں کا کل پری کا اے یار دام کیا ہو

رمزیں نہیں ہیں خالی کچھ اس کی سچ و خم سے  
 بھرتی ہو ناز و شوخی اس کے لگی قدم سے  
 اک روز دیکھ ہم کو عیار یوں کے دم سے  
 لینے کو دل ہمارا پوچھایہ اس نے ہم سے  
 کیوں جی بھلا تمہارا کہئے تو نام کیا ہو  
 جب اس صنم نے ہنس کر ہم سے کہا یہ اس دم  
 جانا کہ ہوش ایسے کچھ ہیں یونہی سے باہم  
 اور ہم تو مدتوں سے سمجھے ہیں مگر اور دم  
 ساڑا تو ہم نے لیکن بولے نظیریوں ہم  
 اس پوچھنے سے تم کو اری جان کام کیا ہو

تو سن کے زین پہ جس دم وہ زیب خانہ ہوگا  
 ہر ناز دل پہ اس کا جوں تاز یا نہ ہوگا  
 ہو تجھ میں ہوش جتنا وہ سب روانہ ہوگا  
 مت مل پری رخوں سے اے دل دوانہ ہوگا  
 تیر نگہ پھکیں گے اور تو نشانہ ہوگا  
 سچ و جھج تو اس صنم کی ہوتی ہو دل میں ساکن  
 بڑتا ہو چین ہم کو کب اس کے دیکھے بن  
 رکھتا ہو راہ چلتے کیا کیا قدم وہ گن گن  
 ایسا ہی حسن اس کا بڑھتا رہا تو اک دن  
 محبوب دہر ہوگا شوخ زمانہ ہوگا

ہم ہیں اسے بلاتے اور وہ ہی دور ہٹتا  
 جب دیکھتے ہیں جا کر تو منہ کو ہی چھپاتا  
 ہاتھوں سے اس کے جس دم کھینچا ستم بہت  
 ہم نے کہا کہ دل کا یہ رنگ ہی تو بولا  
 گر لکھ رکھو گے اس کو رنگیں فسانہ ہوگا  
 بھر کر نگاہ ہم نے صورت جو اس کی دیکھی  
 دل نے سرور پایا جی کو ہوئی تسلی  
 دیکھ اس کی زلف مشکیں یہ بات ہم نے سوچی  
 بکھری بلا ہی کا کل جب کیا ستم کرے گی  
 ملک تیل پڑ کے اس میں جس وقت شانہ ہوگا  
 پیٹک تو دے گیا ہی جا کر ادھر سے ظالم  
 دل کر گیا ہی کیفی اپنی نظر سے ظالم  
 آیا نہ کر کے وعدہ اب جو سحر سے ظالم  
 جب تو لگا کے مہندی نکلا نہ گھر سے ظالم  
 دیکھیں نظیر اس کا اب کیا بہانہ ہوگا

---

تَمَّت



دیوانِ دوم  
نظیر اکبر آبادی



## فہرست مضامین

## ۱۔ غزلیات

صفحہ	نمبر شمار
۱۳	۱ نگہ کے سامنے اس کا جو نہیں جمال ہوا
۱۴	۲ نطف تشریف جو عشق اس کے نے آغاز کیا
۱۴	۳ ساقی ظہور صبح و ترشح ہی نور کا
۱۴	۴ کر لیئے الگ ہم تو دل اس شوخ سے کب کا
۱۵	۵ نظر بڑا ایک بت پری و ش زالی سچ و ہج نئی ادا کا
۱۶	۶ حسن اس شوخ کا اہل ہا
۱۶	۷ کان میں اس شوخ چنیل کے جو نہیں ہالا پڑا
۱۷	۸ پردہ اٹھا کر رخ کو عیاں اس شوخ نے جس چگام کیا
۱۸	۹ کل اس کے چہرے کو ہم نے جو آفتاب لکھا
۱۸	۱۰ اپنے کو چہ میں جس کو جا دینا
۱۹	۱۱ نہ آیا آج بھی کل کی طرح وہ گلغزار اپنا
۱۹	۱۲ ایسا ہی جو وہ خفا رہے گا
۱۹	۱۳ منتظر اس کے دلا تا کجا بیٹھنا
۲۰	۱۴ سامنے اس صفت مزگان کے میں کل جاؤں گا

- ۱۵ ہو کے تہ وہ تو کسی اور کا بلا نکلا ..... ۲۰
- ۱۶ وہ رشکِ چمن کل جو زیب چمن تھا ..... ۲۱
- ۱۷ لے کے دل بہر سے پھر رسمِ جنا کاری کیا ..... ۲۲
- ۱۸ اس نے جب آنکھیں لڑا کر بس دیا ..... //
- ۱۹ دل نہ لودل کا یہ لینا ہی نہ افتخار ہو گا ..... ۲۳
- ۲۰ کل جو رخِ قوقشاں یار نے ٹک دکھا دیا ..... //
- ۲۱ بسوں کو می ہیں غنابِ دل پلانا تھا ..... ۲۴
- ۲۲ شور آہوں کا اُٹھانا لُٹک سا نکلا ..... ۲۵
- ۲۳ بے جا ہی رہِ عشق میں ای دل مٹا دیا ..... //
- ۲۴ یہ بھلا ہوا جو اس نے نہ سحر نقاب اُٹھا ..... ۲۶
- ۲۵ اگر ہی منظور یہ کہ ہووے ہمارے سینے کا داغ ٹھنڈا ..... ۲۷
- ۲۶ شبِ مہ میں دیکھ اس کا وہ جمک جمک کے چلنا ..... //
- ۲۷ عشق کا جھگڑم زخمِ دمِ شمشیر کھلا ..... ۲۸
- ۲۸ آن نے دل لے لیا جیسے بہوں اس آن کیا ..... //
- ۲۹ کیوں جی کیا تم نے میرے دل سا جواں باندھ لیا ..... ۲۹
- ۳۰ نہ پھوڑے دل کو وہ افسوں نگہ لڑانے کا ..... //
- ۳۱ سا قیامِ موسمِ برسات ہی کیا روحِ فزا ..... ۳۰
- ۳۲ خوش ہوئی سینے میں مڑ گاں کی جھپک تیر لگا ..... ۳۲
- ۳۳ کلالِ گردوں اگر جہاں میں تو خاکِ میری کا جام کرتا ..... //
- ۳۴ جن دنوں حسنِ بتاں کے دل بڑی نظارہ تھا ..... ۳۳
- ۳۵ جب ہمیشہ ہمارا بھی عہدِ شباب تھا ..... //

## حرف ب

- ۳۶ ہیں گرچہ یہاں تو اور بھی محبوب خوب خوب ..... ۳۴  
 ۳۷ یہ ہر خانہ دنیا جو ہی با آب و تاب .....  
 ۳۸ بحر ہستی میں صحبتِ احباب ..... ۳۶  
 ۳۹ خواباں میں اس طرح ہمدہ دل خواہ سب سے خوب ..... ۳۷

## حرف پ

- ۴۰ کب غیر نے یہ ستم ہے چُپ ..... ۳۷

## حرف ت

- ۴۱ کھل گیا رخسار اس کا جس گھڑی کا کل سینت ..... ۳۷  
 ۴۲ قمر نے رات کہا اس کی دیکھ کر صورت ..... ۳۸

## حرف ٹ

- ۴۳ صورت کبھی دکھلائی تو اس میں بھی لگاوٹ ..... ۳۷

## حرف ثا

- ۴۴ دے کے دل بے مہر کو کرنا بگد یہ بھی عبث ..... ۳۹

## حرف ج

- ۴۵ اس کے تشریف جولانے کی خبر پائی آج ..... ۳۷

## حرف چ

- ۴۶ کی تم نے جفا ہم نے وفا جھوٹ ہی یا سچ ..... ۴۰

## حرف ح

- ۴۷ آرسی نے ایسی دیکھی حسن میں کس کی طرح ..... ۳۷

## حرف خ

- ۴۸ ہم تو ہو جائیں اس سے اب گستاخ ..... ۳۷

## حرف د

- ۴۹ درپٹو ہیں دل اپنے کے ادھر عشوہ گرے چند ..... ۴۱  
 ۵۰ تو ہی نہ مٹے جب دلِ ناشاد کی فریاد ..... //

## حرف ذ

- ۵۱ ہو کچھ آسیب تو دہاں چاہیے گنڈا تعویذ ..... ۴۲

## حرف ر

- ۵۲ بسل کے گلے کی نہیں تدبیر کوئی اور ..... ۴۳  
 ۵۳ یوں آئینے میں عارضِ تو آئے ہی نظر ..... //  
 ۵۴ رکھی ہر گز نہ تیرے رخ نے رخِ بدر کی قدر ..... //  
 ۵۵ دھواں پلجے سے میرے بھلا جلا جو دل بس کہ رشک کھا کر ۴۴

## حرف ژ

- ۵۶ نازیں اس ناز میں نے جب لیا منہ ہم سے موز ..... ۴۵

## حرف ن

- ۵۷ جو آوے منہ پہ تیرے ماہتاب ہی کیا چیز ..... //

## حرف س

- ۵۸ گر وہ مرثہ ہونا میل جنگ پر طاؤس ..... ۴۶

## حرف ش

- ۵۹ ہم ایسے کب تھے کہ خود بدولت یہاں بھی کرتے قدم نوازش //

## حرف ص

- ۶۰ ہی تو کہنے کو ہر کہیں افلاص ..... ۴۷

## حرف ض

- ۶۱ کہئے کہ کہاں تک ہیں تم سے ہی جو جو غرض ..... //

## حرف ط

۶۲ جب ہم نے اسے رقم کیا خط ..... ۴۷

## حرف ظ

۶۳ رہا سہہ کر مال - خوش معظوظ ..... ۴۸

## حرف ع

۶۴ ہو تیرا رخ بھی تجلی میں کچھ اس نور کی شمع ..... //

## حرف غ

۶۵ کی جفا اس نے مہر کہ کے دریغ ..... //

## حرف ف

۶۶ کان میں اس کے نہیں مل و گہر دونوں طرف ..... ۴۹

## حرف ق

۶۷ دیکھا جو ہیں اسنے لگا پاؤں سے تافرق ..... //

## حرف ک

۶۸ مودودہ جو دیکھا اسے آتے ہوئے در تک ..... ۵۰

## حرف گ

۶۹ یار کے کامل نے دل ہم سے لیا اور الگ ..... //

## حرف ل

۷۰ دکھا کر ایک نظر دل کو نہایت کر گیا بیکل ..... ۵۱

۷۱ جو دل کو دیجئے تو دل میں خوش ہو کرے ہو کس کس طرح سے ٹپل //

## حرف م

۷۲ رہ کے خاموش - خوش کر آئے بت مگھام کو ہم ..... ۵۲

۷۳ ہر آن تھلے سے چھپنے سے ایسا بھی اگر دکھ پائیں گے ہم ..... ۵۳

۴۲ تم میر ہمارے لئے کی جس وقت کوئی ٹیڑا دے گا تم۔ ۵۳

## حرفان

۴۵ آج تو ہدم عزم ہی یہ کچھ ہم بھی رسمی کام کریں۔ ۵۴

۴۶ خواباں تمہارے آگے جو نام جمال لیں۔ ۵۵

۴۷ وہ چاندنی میں جو ٹمک سیر کو نکلتے ہیں۔ ۵۶

۴۸ جب اس کا ادھر ہم گزر دیکھتے ہیں۔ ۵۷

۴۹ مڑ گال وہ جھپکتا ہی اب تیر ہی اور میں ہوں۔ ۵۸

۵۰ صفا جو اس کی جھلکتی ہی گور سے سینے میں۔ ۵۹

۵۱ چمن میں جب سے لب اس غنچہ لب نے کھولے ہیں۔ ۶۰

۵۲ کل نظر آیا چمن میں ایک جب رشک چمن۔ ۶۱

۵۳ نہ دیویں ہم تو دل اپنا کبھی بتوں کے تئیں۔ ۶۲

۵۴ دور سے منہ کو دکھا جاوے تو کچھ دور نہیں۔ ۶۳

۵۵ دل ٹھیرا ایک تبسم پر کچھ اور پہاڑی جان نہیں۔ ۶۴

۵۶ کیا دل لگاویں مہرباں ہم حسن صورت سے کہیں۔ ۶۵

۵۷ کیا کارے می لیجئے اس بزم میں اے ہم نشیں۔ ۶۶

۵۸ کہیں بیٹھنے دے دل اب مجھے جو حواس ٹمک میں بجا کروں۔ ۶۷

۵۹ اپنی پرستشوں کی گرچہ نہایتیں میں۔ ۶۸

۶۰ یہ جو گلرو نگار ہنستے ہیں۔ ۶۹

۶۱ کہتے ہیں جس کو نظیر نیلے ملک اس کا بیاں۔ ۷۰

## حرف و

۶۱ بھوؤں کی تیغ کہا دل پہ آزمانے دو۔ ۷۱

۶۲ جو دیکھو ہنس کے تو بنداشکوں کی روانی ہو۔ ۷۲



- ۹۴ منہ کو دکھا کر زرا اے گلِ خندان تو ..... ۶۵  
 ۹۵ خلا کی رخساروں پر اس گل کے جو تحریریں ہیں دو ..... ۶۶  
 ۹۶ کچھ ڈر ہی ادھر آؤ اور ایک آن نہ ٹھیکو ..... ۶۷  
 ۹۷ جھڑ کے بھی نہ الفت سے جواہر اد کوئی ہو ..... ۶۸

## حرف لا

- ۹۸ جو کہتے ہیں چلیں ہم بھی تیرے ہمراہ بسم اللہ ..... ۶۹  
 ۹۹ لگی ہی دل کی لگن اس حیا شعار کے ساتھ ..... ۷۰  
 ۱۰۰ اسنے ایسے حسن کا پایا ہی گنجینہ پہ ہاتھ ..... ۷۱  
 ۱۰۱ کل لگ چلے جو ہدم ہم یار سے زیادہ ..... ۷۲  
 ۱۰۲ گورے ہاتھ اس کے وہ رکھتے ہیں عجب بات پہ ہاتھ ..... ۷۳  
 ۱۰۳ بسکہ دل اس کا ہی مانوس خیال آئینہ ..... ۷۴

## حرف ی

- ۱۰۴ عشق پھر رنگ وہ لایا ہی کہ جی جانے ہی ..... ۷۵  
 ۱۰۵ دوری میں اس قمر کے جب آتی ہی چاندنی ..... ۷۶  
 ۱۰۶ جاں بھی بجان ہی بھر میں اور دل فگار بھی ..... ۷۷  
 ۱۰۷ دیکھ عقدِ ثریا ہیں انگور کی سو جھی ..... ۷۸  
 ۱۰۸ نہ مہ فی کوند بجلی کی نہ شعلے کا آجالا ہی ..... ۷۹  
 ۱۰۹ جام نہ رکھ سا قیاس ہی بڑی اور بھی ..... ۸۰  
 ۱۱۰ جہاں ہی قد اس کا جلوہ فرما تو سرواں کس حساب میں ہی ..... ۸۱  
 ۱۱۱ نہ آیا آج بھی سب کھیل اپنا مٹی ہی ..... ۸۲  
 ۱۱۲ منہ سے پردہ نہ اٹھے صاحب من یاد رہے ..... ۸۳  
 ۱۱۳ ملک ہونٹ ہلاؤں تو یہ کہتا ہی نہ بک بے ..... ۸۴

- ۱۱۳ اس کا ادھر وہ حسن دکھانا گھڑی گھڑی ..... ۷۶
- ۱۱۵ پھر بہار آئی اور موج ہوا لہرائے ہی ..... ۷۷
- ۱۱۶ جس کے لب سے سخن پند گہر جوش ہوئے ..... //
- ۱۱۷ آیام شباب اپنے بھی کیا عیش اثر تھے ..... ۷۸
- ۱۱۸ گلزارِ عشرت ہو جیئے کیا گلروں سے دو گھڑی ..... ۷۹
- ۱۱۹ کیا کہیں دنیا میں ہم انسان یا حیوان تھے ..... //
- ۱۲۰ تن پر اس کے سیم فدا اور منہ پہ مہ دیوانہ ہی ..... ۸۱
- ۱۲۱ اس کے جھکے کی لٹک سے جو ملا بالا ہی ..... //
- ۱۲۲ ہجوم چلیں ہم اس کی طرف کیا انتظار لے ..... ۸۲
- ۱۲۳ دستِ غیر اس کے خادوں پاؤں پر باندھا کیے ..... ۸۳
- ۱۲۴ دل زلف میں رکھتے ہو تو اکتانے نہ پاوے ..... //
- ۱۲۵ ادا و ناز میں کچھ کچھ جو ہوش اسنے سنبھالا ہی ..... ۸۴
- ۱۲۶ تن دیکھنے جس گل کا ہر برگِ سمن بکھے ..... //
- ۱۲۷ جو دیکھی بالیدگی میں ہر دم بہارِ حسن نگار ہم نے ..... ۸۵
- ۱۲۸ لطافِ بیاں ہوں کب ہم سے اے جان تمھاری صورت کس ..... ۸۶
- ۱۲۹ کاکلِ مشکیں کا تجھ کو شوق بیتا بانہ ہی ..... //
- ۱۳۰ جو تم نے پوچھا تو حرفِ مطلب برآ یا صاحب ہمارے لب سے ..... ۸۷
- ۱۳۱ کھڑے پہ اپنے تم نقاب کھینچو ہو کیوں حجاب سے ..... //
- ۱۳۲ دیکھی نہ جدایار کی ابرو کبھی چیں سے ..... ۸۸
- ۱۳۳ میاں دل تجھے لے چلے حن والے ..... //
- ۱۳۴ کب آو وہ کر سکتے ہیں دل کی لپٹوں سے ..... ۹۰
- ۱۳۵ کل سنا ہم نے یہ کہتا تھا وہ ایک ہمزاد سے ..... //

- ۱۳۶ پھڑکتی چشم ہی اور شوق بیتابی جتا رہی ..... ۹۱  
 ۱۳۷ کچھ نہ دیکھائیں نے جز بیداد تیرے ہاتھ سے .....  
 ۱۳۸ دل لینے کے اوروں کو ہنر کیا نہیں آتے ..... ۹۲  
 ۱۳۹ سہی گو کہ جھڑکی ترالی نکالی .....  
 ۱۴۰

## ۲۔ رُباعیات

۹۳

## ۳۔ مَحْشَات

- ۱۴۰ یار فقط نہ آئینہ دیکھ کے تجھ کو ہی نخل ..... ۹۴  
 ۱۴۱ رکھتا رہی وہ انداز تیرے کان کا بالا ..... ۹۵  
 ۱۴۲ دل کے دینے پر یہ کہئے ہو ویں ہم مغرور کیا ..... ۹۶  
 ۱۴۳ میاں یکس پری کے ہاتھ پر عاشق ہوئی جہندی ..... ۹۸  
 ۱۴۴ جہاں میں ہم سے جو پر غم رہے نہ رہے ..... ۱۰۰  
 ۱۴۵ اب تو ہر شوخ پری دش نے سنبھالا بالا ..... ۱۰۲  
 ۱۴۶ بہر دنیا کس قدر بے جام می متانہ تھا ..... ۱۰۴

## ۴۔ قطعات

- ۱۴۷ کہایہ دل نے مجھے ایک دن کہ باغ کو دیکھ ..... ۱۰۷  
 ۱۴۸ ایک دن رو کر لگا کہنے دل شیدا مجھے .....  
 ۱۴۹ ایک دن دل خود بخود کبارقہ ذکر ہنسا ..... ۱۰۸  
 ۱۵۰ کہا دل نے مجھے ایک دن کہ یہاں دولت غنیمت ہی ..... ۱۰۹  
 ۱۵۱ کہایہ دل نے مجھے دیکھ کر شب بہتاب ..... ۱۱۰

## ۵۔ تہذیب بند

- ۱۵۲ ۱ گل اندام۔ دل آرام پر یزاد منم ..... ۱۱۲  
۱۵۲ ہم پر ی بے ہرمت اتنی روا پیدا در کہ ..... ۱۱۵

## ۶۔ ترکیب بند

- ۱۵۳ تیرے لبِ لال سے گل اندام ..... ۱۱۸

## ۷۔ مثنوی

- ۱۵۵ یک زماں از بھرِ عشرت زائے دہر ..... ۱۲۱  
۱۵۶ عجب دل کشا عالمِ حسن ہی ..... ۱۲۷  
۱۵۷ عجب عشق کا رتبہ و جاہ ہی ..... ۱۵۳
-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## دیوانِ دوم

نگہ کے سامنے اس کا جو نہیں جمال ہوا وہ دل ہی ملنے ہی اس دم جو دل کا مال ہوا  
اگر کہوں میں کہ چمکا وہ برق کی مانند تو کب شل ہو یہ اس کی جو بے مثال ہوا  
قرار و ہوش کا جانا تو کس شام میں ہو غرض پھر آپ میں آنا مجھے محال ہوا  
ادھر سے بھر دیا موی نے نگاہ کا ساغر ادھر سے زلف کا حلقہ گلے کا جال ہوا

بہارِ حسن وہ آئی نظر جو اس کی نظیر

تو دل وہیں چمنِ عشق میں نہال ہوا

لطفِ تشریف جو عشق اس کے نے آغاز کیا

ہم نے تعظیم کی اور جمپ دیر دل باز کیا

دیکھ کر اس کو بتاں - سحر سب اپنا بھولے

اس شہِ حسن کے عالم نے یہ اعجاز کیا

لطف سے جس کی طرف ایک نگہ کی اس نے

اس کو سو قدر و شرف سے وہیں ممتاز کیا

جس کے پاؤں رکھا اس نے تو کیا کیا اس کے  
 عالم ظاہر و باطن میں سراسر افراز کیا  
 ہم تو کس گنتی میں ہیں جن نے اس کے توفیق  
 ہیں جو معشوق انہیں عاشق جانبا ز کیا  
 ساقی ظہور صبح و ترشح ہی نور کا  
 دے مئی یہی تو وقت ہی نور و ظہور کا  
 کوچہ میں اس کے جس کو جگہ مل گئی وہ پیر  
 مائل ہوا نہ صحن چمن کے سرور کا  
 یہ گل جو ہم نے ہاتھ پہ کھائے ہیں روبرو  
 ہم کو یہی ملا ہی تبرک حضور کا  
 سیاب جس کو کہتے ہیں سیاب یہ نہیں  
 دل آب ہو گیا ہی کسی نا مصبور کا  
 موی کے عاشقی کے خرابات میں نظیر  
 فی ذر ہی محتجب کا نہ صدر القدر کا  
 کر لیتے الگ ہم تو دل اس شوخ سے کب کا  
 گر اور بھی ہوتا کوئی اس طور کی چھب کا  
 بور کی عوض ہوتے ہیں دشنام سے سرور  
 اتنا تو کرم ہم پہ بھی ہی یار کے لب کا  
 اس کان کے جھکے کی لٹک دیکھ لی شاید  
 ہر خوشہ اسی تاک میں رہتا ہی غیب کا  
 دیکھا جو بڑی دیر تلک اس نے منہ اپنا  
 ق لے دستِ حنا بستہ میں آئینہ ملکوت کا

جب ہم نے کہا رکھئے اب آئینہ کو یہ تو  
حصہ کسی اور بھی دیدار طلب کا  
یہ سن کے ادھر اس نے کیا غصے میں منہ بڑھ  
بھبکا ادھر آئینہ بھی ہمسر ہو غضب کا

تم ربط کے ڈمب جس سے لڑاتے ہو نظیر آہ  
وہ دلیبر عیار ہی کچھ اور ہی ڈمب کا

ن  
جو عمر دیکھو تو  
دس برس کی  
تہر و آفت  
مضبذب ادا کا

نظر پڑا ایک بت پری و ش زالی سج و سج نئی ادا کا  
نگہ سے ظاہر کمال شوخی عیاں ادا سے اثر جفا کا

جو گھر سے نکلے تو یہ قیامت کہ چلتے چلتے قدم قدم پر  
کسی کے چٹکی کسی کے کہنی کسی کے ٹھوکر پٹ لڑا کا غضب  
گلے پیٹنے میں یہ شتائی کہ جیسے بجلی کی اضطرابی  
ادھر جو چمکا چمک چمک کر ادھر جھپکا تو پھر چھپا کا

یہ چلبلا ہٹ یہ اچلا ہٹ خبر نہ سر کی نہ تن کی سُدھ  
جو چیرا بکھرا بلا سے بکھرا نہ بند باندھا کبھی تھا  
لڑا دے آنکھیں پہ بے حجابی کہ پھر ہلک سے ہلک نہ مار  
جو نظریں نیچی کرے تو گویا کھلا سراپا بہمن حیا کا

یہ راہ چلنے میں چنبلا ہٹ کہ دل کہیں ہی نظر کہیں ہی  
کہاں کا ادب کہاں کا نیچا خیال کس کو قدم کی جا کا  
یہ رم یہ نفرت یہ دور کھینچنا یہ ننگ عاشق کے دیکھتے  
جو بتا کھلے ہمارے لگ کر تو سمجھے کھٹکا نگ کے پا کا

جتا دے الفت جڑھا دے ابر و ادھر گناہ ادھر تقاضا  
کرے تسم جھڑک دے ہر دم روش بیشلی ملین دغا کا

نہ وہ سنبھالے کسی کے سنبھلے نہ وہ منائے ملے کسی سے

جو قتلِ عاشق پہ آکے مچلے تو غیر کا پھر نہ آشنا کا

جو نکل دیکھو تو بھولی بھولی جو باتیں سنئے تو میٹھی میٹھی

دل ایسا پتھر کہ سراڑا دے جو نام لیجئے کبھی وفا کا

نظیر چھپ جا کہیں سرک جا بدلے صورت چھلے منہ کو

جو دیکھو یوں گا وہ ستمگر تو یار ہو گا ابھی جھڑا کا

حسن اس شوخ کا ا ا ا ا جن نے دیکھا کہا ا ا ا ا

زلف ڈالے ہر گردن دل میں دام کیا کیا بڑھا ا ا ا ا

تیغ ابرو بھی کرتی ہر دل پر وار کیا کیا نیا ا ا ا ا

آن پر آن وہ اجی او ہو اور ادا پر ادا ا ا ا ا

ناز سے جو نہ ہو وہ کرتی ہر چپکے چپکے جیسا ا ا ا ا

طارِ دل پہ اس کا باز نگاہ جس گھڑی آ بڑا ا ا ا ا

اس کی پھرتی اور اس کی پچھیکا کیا تاشا ہوا ا ا ا ا

بزمِ خواہاں میں جب گیا وہ شوخ اپنی سچ دمج بنا ا ا ا ا

کی "او ہو ہو" کس نے دیکھ نظیر

کوئی کہنے لگا ا ا ا ا

کان میں اس شوخ چنیل کے جو نہیں بالا بڑا

آگئی چکر میں برق اور ماہ پر ہالا بڑا

دیکھنا ہدم یہ اُترا سُنبلستان میں قمر

یا یہ کاکل میں کسی کے چپکے ہر بالا بڑا

دیکھ نقشِ تن میرا اپنی گلی کی خاک پر ق

یوں کہا یہاں تو نہ دیوانہ نہ متوالا بڑا

ن  
پہل



میش سے بھر نیند سونے کے لئے اس جاگر

رات تھا کوئی ہمارا جاہنے والا پڑا

جب گل لالہ سے پوچھا میں نے اے دل سوختہ

کس طرح سینے میں تیرے دلمغ یہ کالا پڑا

سن کے بولا جس سے تو جلتا ہوا آیا ہی یاں

یار مجھ پر بھی اسی آتش کا بر کالا پڑا

سنگدل، محبوب کو کہنا غلط تھا اے کوئی

ہم نے جب جانا جب اس بیدار سے پالا پڑا

پردہ اٹھا کر رخ کو عیاں اس شوخ نے جس ہنگام کیا

ہم تو رہے مشغول ادھر یاں عشق نے دل کا کام کیا

آگئے جب صیاد کے بس میں سوچ کئے پھر حاصل کیا

اب تو اسی کی ٹھیری مرضی جن نے اسیر دام کیا

چشم نے چھینا پلکوں نے چھیدا زلف نے باء معلول کو آہ

ابرو نے ایسی تیغ جڑی جو قصہ ہی سب اتمام کیا

سخت نخل ہیں اور شرمندہ رہ رہ کر پہچتاتے ہیں

خواب میں اس سے رات رات ہم کیا ہی خیال غام

چھوڑ دیا جب ہم نے صنم کے کوچے میں آنے جانے کو

پھر تو ادھر اس شوخ نے ہم سے شکوہ بھرا پیغام کا

اور ادھر سے چاہت بھی یوں ہنس کر بولی واہ جی

اتھئے چلے یار سے ملے اب تو بہت آرام کیا

یار کی ہو گوں چشم نے اپنی ایک نگہ سے ہم کو نظیر

مست کیا، اداس کیا، رند کیا، بدنام کیا

کل اس کے چہرے کو ہم نے جو آفتاب لکھا  
 تو اسنے پڑھ کے وہ نام بہت عتاب لکھا  
 جس کو مہ جو لکھا تو کہا ہر چین بہ چین  
 یہ کیسی اس کی سمجھ تھی جو مہتاب لکھا  
 چمکتے دانتوں کو گوہر لکھا تو ہنس کے کہا  
 ستارے اڑ گئے تھے جو درخوش آب لکھا  
 لکھا جو مشک خطا زلفت کو تو بل لکھا کر  
 کہا خطا کی جو یہ حرف نا صواب لکھا  
 گلاب عرق کو لکھا تو یہ بولانا کب چڑھا  
 اسے نہ عطر میسر تھا جو گلاب لکھا  
 جگر کباب لکھا اپنا، تو کہا جسل کر  
 بھلا جی کیا میں شرابی تھا جو کباب لکھا  
 حساب شوق کا دفتر لکھا تو جھٹلا کر  
 کہا میں کیا متعدی تھا جو حساب لکھا  
 جو بے حساب لکھا اشتیاق دل تو کہا  
 وہ کس حساب میں ہو یہ بھی بے حساب لکھا  
 ہوئی جو رد و بدل ایسی کہتے بارِ نظیر  
 تو اس نے خط کا ہمارے نہ پھر جواب لکھا  
 اپنے کوچے میں جس کو جادینا ق اس کو لازم نہیں اٹھا دینا  
 لے چلا تھا نظیر وہ جس دن تھا ہمیں دل کو یہ جتا دینا  
 جب یہ کھینچیں نگہ کی تجھ پر تیغ تو سراپنا وہیں جھکا دینا  
 اور یہ اس شوخ سے بھی کہنا تھا اس کی تم یاد مت بھلا دینا

ہو جو کچھ کام کا تو رکھ لیجیو

ورنہ اس کو ہوا بتا دینا

نہ آیا آج بھی کل کی طرح وہ گلغذرا اپنا

گلے کا ہار پھر ہوگا دل اُمیدوار اپنا

ہنسی پھر چھوڑنا یارو وہ آخر لے ہی جاتا ہے

جہاں صیاد نے تاڑا کہ ہی اس جانشین اپنا

جھڑک لو مار بیٹھو گالیاں دو، نازیں لوگو!

نیاز ناز خواہاں ہم تو کھو بیٹھے وقار اپنا

ہنسی میں لے لیا بوسہ جو اس محبوب کا ہم نے

تویوں بولا کیا تم نے بھی کیا اب یہ شعرا اپنا

تمہیں تو بوجھ کا سمجھے تھے ہم لیکن اب آگے کو

نظیر اس ہلکے پن سے تم نے کھویا اعتبار اپنا

ایسا ہی جو وہ خفا رہے گا تو چاہ میں کیا مزار ہے گا

مت ربط کر اس سے ورنہ دل اپنے تو کئے کو پار ہے گا

دیکھیں گے ہم اک نگاہ اس کو کچھ ہوش اگر بجا رہے گا

خواب پہ میاں نظیر اپنا ایسا ہی جو دل فدا رہے گا

پہلو سے نکل کے آخر اک دن

کوچے میں بتوں کے جا رہے گا

منتظر اس کے دلا تا بجبا بیٹھنا شام ہوئی اب چلو صبح پھر آ بیٹھنا

ہوش رہا نہ قرار دین رہا اور نہ پاس بتوں کے ہیں خوب نہ تھا بیٹھنا

لطف سے اے دل تجھے اس کے جواں بیٹھا بیٹھو لیکن بہت پاس نہ جا بیٹھنا

دل کی ہماری غرض باندھے ہو کیا بند شمع کا وہ کھول کر بند قبا بیٹھنا

کوچ میں اس شوخ کے جاتے تو ہواؤں کی نظر

مُل میں کہیں اپنی چاہ تم نہ جتا بیٹھنا

سامنے اس صفت مرگن کے میں کل جاؤں گا

پچھد تو جاؤں گا پر آگے سے نہ مل جاؤں گا

تیغ اس ابرو کی جب معرکہ آرا ہو گی

اپنی جان بازی کے گوہر میں اگل جاؤں گا

ہو کف پاؤں مصفا کہ جسے دھیان میں لا

پائے نظارہ یہ کہتا ہو پھسل جاؤں گا

مجھ کو دیتے ہو عبث خانہ زنجیر میں جا

جوں صدا میں ابھی اس گھر سے نکل جاؤں گا

آپ سے چاہوں تو اٹھ جاؤں گا اس بزم سے میں

اور اک ہوں" بھی کر دے تو چل جاؤں گا

گرچہ ہوں بے حرکت صنعت سے جوں آتش رنگ

پر جو چھیڑا تو شر رساں میں اوچل جاؤں گا

موم ہوں میں تو بتاں مجھ کو نہ سمجھو آہن

ٹمک بھی تم گرم ہوئے تو میں کھیل جاؤں گا

غصہ ہو کر تم اگر لاکھ طرح بدلو رنگ

میں وہ یک رنگ نہیں ہوں جو بدل جاؤں گا

بیکلی آج بھی داں لے گئی مجھ کو تو نظیر

میں نے ہر چند یہ چاہا تھا کہ کل جاؤں گا

ہو کے مہ وہ تو کسی اور کا ہا لا نکلا

ہم نے سمجھا تھا جسے گل سو وہ لا لا نکلا

لینے خیرات ترے چہرہ پر نور سے رات

بدر چاندی کا لئے ہاتھ میں پیالا نکلا

اس کے چہرے پہ نہیں کا کل مشکیں کی نمود

یہ پتارے کے تئیں توڑ کے کا لا نکلا

تھا ارادہ تری فریاد کریں حاکم سے  
وہ بھی اسی شوخ تیرا چاہنے والا نکلا

ن  
کم بخت

رات کو ٹھے پہ چڑھا وہ، تو کہوں کیا یارو

منظر بام سے اس کے، وہ اُجالا نکلا

برق جوں چلے ہو یا چھوٹے ہر جیسے ہبتا

وہ اُجالا تو کچھ اس سے بھی نرالا نکلا

جی کی سب دھوم تھی جب تن سے وہ نکلا تو نظیر

بھرنے سینے سے اُٹھی آہ نہ نالا نکلا

وہ رشک چمن کل جو زیب چمن تھا

چمن جنبش شاخ سے سینہ زن تھا

گیا میں جو اس بن چمن میں تو ہر گل

مجھے ہر گھڑی احسگر پیر بن تھا

یہ غنچہ جو بیدرد گلپین نے توڑا

خدا جانے کس کا یہ نقش دہن تھا

نظیر آگے ہم کو ہوس تھی کفن کی

ق جو سوچا تو ناحق کا دیوانہ بن تھا

تن مردہ کو کیا تکلف سے رکھنا

گیا وہ تو جس سے مزین یہ تن تھا

کئی بار ہم نے یہ دیکھا ہی :  
 مُشتقِ کفن تھا سطر بدن  
 جو قبر گہن اُن کی اُکھڑی تو دیکھا  
 نہ عضو بدن تھا نہ تار کفن تھا  
 لے دل مہر سے پھر رسم جفا کاری کیا  
 تم دل آرام ہو کرتے ہو دل آزاری کیا  
 تم سے جو ہو سو کرو ہم نہیں ہونے کے  
 کچھ ہیں اور سے کرنی ہو نئی یاری  
 جوں حباب آئے ہیں ملنے کو نہ ہو صیں بہ جیں  
 ہم سے اک دم کے لئے کرتے ہو بیزاری کیا  
 تیغِ ابرو کی توافقت نے کیا دل کو دوئیہ  
 دیکھیں اب کرتی ہو کاکل کی گرفتاری کہ  
 پھر سنان مرہ دل پر وہ اٹھاتا ہو نظیر  
 زخمِ شمشیر نگہ آہ نہیں کاری کیا  
 اس نے جب آنکھیں لڑا کر ہنس دیا  
 ہم نے بھی نظریں ملا کر ہنس دیا  
 آن کیا کیا دلبری نے دی دکھا  
 شوخ نے جب پان کھا کر ہنس دیا  
 ایک بو سے کی طلب کی ہم نے جب  
 پاس بلا منہ پھر ہٹا کر ہنس دیا  
 ہم نے پوچھا کل نہ آئے کس لئے  
 پاؤں کی منہدی دکھا کر ہنس دیا

ایک دن اسنے بوقت اختلاط  
 خوب ہم کو گدگدا کر ہنس دیا  
 ہم نے جب کی گدگدی اس کے نظیر  
 پھر تو کیا کیا کھل کھلا کر ہنس دیا  
 دل نہ لو، دل کا یہ لینا ہی نہ اخفا ہوگا  
 اس کو دل کہتے ہیں بس لیتے ہی چرچا ہوگا  
 تم کو ہر آن ادھر ہو دے گی حسن آرائی  
 ہم کو ہر لحظہ ادھر ذوق تماشا ہوگا  
 ہم بھی سو چاہ سے دیکھیں گے تہاری جانب  
 تم سے بھی ضبط تبسم نہ پھر اصلا ہوگا  
 جو نہی ہم دیکھیں گے تم اور تبسم ہو گے  
 چاہ کا غنچہ سر بستہ وہیں وا ہوگا  
 گفتگو ہو دے گی با ہم جو اشارات کے ساتھ  
 متن اس کا بھی حریفوں میں مُختصا ہوگا  
 پاؤں تک لمحتہ جو لادیں گے کسی مذہب سے ہم  
 تاڑنے والوں میں شور اس کا بھی برپا ہوگا  
 جب یہ تقریر سنی اس شہ خواہاں نے نظیر  
 ہم سے دل لے لیا اور ہنس کے کہا کیا ہوگا  
 کل جو رخ عرق فشاں یار نے ملک دکھا دیا  
 پانی چھڑک کے خواب سے نشتے کو بھر چکا دیا  
 اس کے شرار حسن نے جلوہ جو اک دکھا دیا  
 طور کو سر سے پاؤں تک چھونک دیا جلادیا

پھر کے نگاہ چار سو ٹھیری اسی کے روبرو  
 آنے تو میری چشم کو قبلہ نما بنا دیا  
 میرا اور اس کا اختلاط ہو گیا مثل ابرو برقی  
 آنے مجھے رُلا دیا میں نے اسے ہنسنا دیا  
 میں ہوں پتنگ کا فذی ڈور ہی اس کے ہاتھ میں  
 چاہا ادھر گھٹالیا چاہا ادھر برعھا دیا  
 تیغے کی کیا مجال تھی یہ کہ تراشے میستوں  
 تھا وہ تمام دل کا زور جس سے پہاڑ ڈھلایا  
 گزرے جو سوے خانقاہ واں بھی بھٹک جانا ز  
 اہل صلاح و زہد کو فرشس کیا بچھا دیا  
 نکلے جو راہ دیر سے اک ہی نگاہ مست میں  
 گبر کا صبر کھو دیا بت کو بھی بت بنا دیا  
 شکوہ ہمارا ہی بجا مفت بروں سے کس لئے  
 ہم نے تو اپنا دل دیا ہم کو کسی نے کیا دیا  
 سن کے ہمارے حال کا یار نے اک سنہ نظیر  
 ہنس کے کہا کہ بس جی بس تم نے تو سر پھیرا دیا  
 بسوں کو مہیں غر نباب دل پلانا تھا  
 فلک بھی پہ تجھے کیا یہ زہر کھانا تھا  
 لگی تھی آگ جگر میں بھائی اشکوں نے  
 اگر یہ اشک نہ ہوتے تو کیا ٹھکانا تھا  
 نگہ سے اس کی بچاتا ہی کس طرح دل کو  
 ازل سے یہ تو اسی تیر کا نشانہ تھا



نہ کرتا خوں میں ہیں کس طرح وہ رنگین آہ  
 اسے تو ساتھ ہمارے یہ رنگ لانا تھا  
 شب فراق کی ادنیٰ سی اک یہ حالت ہی ق  
 کہ تھا جو گھر سو ہمارا وہ قید خانہ تھا  
 جو کر دیں تھیں سو وہ بیکلی کی شدت تھی  
 جو خواب تھا سو وہ دل غش میں ڈوب جاتا تھا  
 غرض نہ سر کی جبہ تھی نہ پا کا ہوش نظیر  
 سرھانا پائنتی اور پائنتی سرھانا تھا  
 شور آہوں کا اٹھانا لہ فلک سا نکلا  
 آج اس دھوم سے ظالم تیرا شیدان نکلا  
 یوں تو ہم تھے یو نہی کچھ مثل انار و مہتاب  
 جب ہیں آگ دکھائی تو تماشیا نکلا  
 غم سے ہم بھاننتی بن کے جہاں بیٹھے تھے ق  
 اتفاقاً کہیں وہ شوخ بھی واں آنکلا  
 سینے کی آگ دکھانے کو دہن سے اپنے  
 شعلے پر شعلہ بھجھو کے یہ بھجھو کا نکلا  
 مت شفق کہہ یہ تراغون فلک پر ہی نظیر  
 دیکھ ٹپکا تھا کہاں اور کہاں جانکلا  
 بے جا ہی رہ عشق میں ای دل گلہ پا  
 یہ اور ہی منزل ہی نہیں مرحلہ پا  
 ہنگام خرام اس کے، ہجوم دل عشاق  
 غش کردہ ہیں ٹھوکر کے بہر فاصلہ پا

کل بوسہ پاہم نے لیا تھا سو نہ آیا  
 شاید کہ وہ بوسہ ہی ہوا آبلہ پا  
 اس پاکی رہ رشک میں نازک قدموں کے  
 بھرتے ہیں بھٹکتے ہوئے سو قافلہ پا  
 سو ناز سے ٹھوکر بسر عرش لگانا  
 اس گل کے سوا کس کا ہی یہ حوصلہ پا  
 گلبرگ پہ رکھتے ہی قدم ہنس کے چھینچا  
 شاید ہوئی سختی سے رگ گل خلد پا  
 دل سے رہ دل بتگی کب طی ہو نظیر آہ  
 وہ زلف مسلسل جو نہ ہو سلسلہ پا

یہ بھلا ہوا جو اس نے نہ سحر نقاب الٹا  
 نہیں سوئے تحت پھرتا وہیں آفتاب الٹا  
 مجھے بقیہ را کر کرنا جو نہ تھا اسے تو پھر کیوں  
 بصد انتظار آکر بصد اضطراب الٹا  
 خجل اس کے آگے ہونے میں لگا تو وہ نگہ کی  
 کہ پہنچ کے تا در دل وہیں پھر حجاب الٹا  
 کہا پاؤں دا بنے کو میں نے چوم لی کف پا  
 تو بجائے لطف کیا کیا بسر عتاب الٹا  
 مری خاک پر جو آیا تو ہنساکہ لے یہ گل ہیں  
 یہی گل بھلا کے وال سے وہ صنم شباب الٹا  
 بھرے جام چشم کیا کیا مڑا شک سے وہ میکش  
 جو اخیر بزم دیکھے قدح شراب الٹا

گیا گھر نظیر اس کے بہزار نامرادی  
 پہ ہزار شکر و ہاں سے وہ ہو کامیاب لٹا  
 اگر ہی منظور یہ کہ ہو وے ہمارے سینے کا داغ ٹھنڈا  
 تو آ پٹے گلے سے ای جاں جھک سے کر جھپ چراغ ٹھنڈا  
 ہم اور تم جاں اب اس قدر تو محبتوں میں ہیں ایک تن میں  
 لگایا تم نے جبیں پہ صندل ہوا ہمارا دماغ ٹھنڈا  
 لبوں سے لگتے ہی ہو گئی تھی تمام سردی دل و جگر میں  
 دیا تھا ساقی نے رات ہم کو کچھ ایسی موی کا ایاغ ٹھنڈا  
 درخت بیٹھے ہیں کل کے مینہ سے چمن چمن میں بھرا ہوا بانی  
 جو میر کھجے تو آج صاحب عجب طرح کا ہو باغ ٹھنڈا  
 وہی ہو کامل نظیر اس جا، وہی ہو روشن دل ابو عزیز  
 ہوا سے دنیا کی جس کے دل کا نہ ہو وے ہرگز چراغ ٹھنڈا  
 شب میں دیکھ اس کا وہ جھک جھک کے چلنا  
 کیا انتخاب میں نے یہ چمک چمک کے چلنا  
 روش ستم میں آنا تو قدم اٹھانا جلدی  
 جو رو کر میں آنا تو ٹھٹھک ٹھٹھک کے چلنا  
 نہ ٹھک ہو جو نکلنا تو سر خطر پہ ٹھوکر  
 جو نظر گزرے ڈرنا تو جھپک جھپک کے چلنا  
 جو نواز شوں میں آنا تو رگڑا کے دوش جانا  
 جو سر عتاب ہونا تو پھٹک پھٹک کے چلنا  
 ہو کجا نظیر اب تو مرے جی میں اس صنم کا  
 وہ اکڑا کے دھج دکھانا وہ ہمک ہمک کے چلنا

عشق کا جو گل زخم دم شمشیر کھلا  
رہ گیا تن پہ وہ مثل گل تصویر کھلا

گلشن دہلری و زیب میں اے جاں و اثر  
تو وہ گل ہو کہ بصد حسن جہانگیر کھلا

کوہ میں لالہ نہیں، آہ یہ خون فرہاد  
جوش میں آن کے پتھر کے تیئیں چیر کھلا

بند تھا کلفت بہراں میں جو غنچہ دل کا  
اس گل حسن سے ہوتے ہی بغل گیر کھلا

محو تدبیر ہیں ہم لیک خدا ہی جانے  
کو نسا گل ہو پس پرودہ تفتدیر کھلا

طفل اشک احوثرہ چاہے کہ رہے تک تو آئے  
پیار سے ہر سے الفت سے بہ تدبیر کھلا

ایک گل کھاتے ہی لطف اس نے کیا ہم نظیر  
باغ الفت میں عجب یہ گل تاثیر کھلا

آن نے دل لے لیا جیسے کہوں اس آن کیا  
اب ادا کی تاب لاؤں ایسی مجھ میں جان کیا

لے کے دل پھر بیٹھا ہو وہ دین لینے وہ بھی تم  
دل دیا جس کو نہ دیں گے اس کو ہم بیان کیا

جانے پاتا و اں نہیں یاں گھر میں دل لگتا نہیں  
میں کروں یارو بہلا اس درد کا درمان کیا

کر کے دل خوگر تبسم سے جوی تیوری چٹھا  
تم نے تو یہ طرز کی اب میں کروں اے جان کیا

کیوں ہوس کرتا ہی بے جا ہو کے بقدرائے نظیر  
 اس کی محفل میں تجھے گردِ غل ہوا مکان کیا  
 کیوں جی کیا تم نے مرے دل سا جواں باندھ لیا  
 سن کے بولا کہ وہ کیا چیز تھا ہاں باندھ لیا  
 ہم نے جب بات کی اس غنچہ دہن سے کھل کر  
 پہلے جب اس کے رقیبوں کا دہان باندھ لیا  
 جنت و خلد وارم سب نظر آ جاتے ہیں  
 دھیاں محبوب کے کوچے کا جہاں باندھ لیا  
 گر کہے کوئی کہ ہم زلف سے چھوٹ آئے ہیں  
 سب غلط، پھر کوئی چھوٹے ہی جہاں باندھ لیا  
 ہنستے ہنستے یہ کہا میں نے کل اس سے، اے جا  
 سچ کہو تم نے مرے دل کو کہاں باندھ لیا  
 دل کو خواہاں سے مگر ریختی کہہ کہہ نے نظیر  
 کوئی دن ہم نے بھی خوب اپنا سماں باندھ لیا  
 نہ چھوڑے دل کو وہ افسوں نگہ لڑانے کا  
 جو کچھ ہو دیر تو پھر دھب ہی مسکرانے کا  
 حیا سے وہ تو نہ کرتا نگہ، و لیکن ہی  
 یہ لطف پنچہ مرزا گان کے گد گدانے کا  
 بتوں کی زلف فراموش دل کو ہو کیونکر  
 سیرا بھولے ہی طائر کب آشیانے کا  
 پڑیں گے پاؤں ہم اس جامہ زیب کے ادنیٰ دل  
 جو ہاتھ آگیا دامن کسی بہانے کا

لیا جو دستِ حنا بستہ سے دل اسنے نظیر

ہی مالِ ہی اس کے حنا لگانے کا

ساقیا موسمِ برسات ہی کیا روحِ فزا

دیکھ کچھ تازگیِ صنعت بے چون و چرا

جا بجا نکلے ہیں اس لطف سے لطفِ انبیا

اپنے ہاتھوں سے کھلاتی ہی جنمیں نشوونما

کھل رہے ہیں درو دیوار پہ ابوابِ بہشت

آ رہی ہی چمنِ غلد کی ہر گھر میں ہوا

دیکھ ہزروں کی طراوت کو زمین پر مچتی ہی

دم بدم انبتہ اللہ نبیاً حنا

برگِ اشجار وہ سرسبز ہیں اور نرم و لطیف

فی المثل حلاۃِ جنت انھیں کہئے تو بجا

کوہ و صحرا میں وہ سبزی ہی کہوں کیا گولا

مخلِ تازہ کسی نے ابھی یاں دی ہی بچھا

الغرض دشت تو ہیں کارگہِ مخلِ سبز

اور جو ہیں کوہ تو ان پر بھی زمرہ ہی خدا

جاں سے کرتی ہی اب نوبت و خضرت وہ سلوک

جیسے غنچوں سے نسیمِ سحر اور گل سے صبا

ہی زمین چمن و باغ جو پانی سی سفید

اس میں اب عکسِ ہر اک گل کا ہیوں جلوہ

عقل کہتی ہی تامل سے جسے دیکھ کہ یہ

طشتِ بلور ہی اقسامِ جواہر سے بھرا

شاخ پر گل سے یہ عالم ہو کہ جیسے محبوب  
 سرخ دستار بسر رکھتا ہو اور بہز قبا  
 ملتے اس لطف سے ہیں بھیسگے ہوئے تار و نال  
 جیسی ہونا زنین دلبر کے ہنانے کی ادا  
 غفلت رعد خوش آسا ہو ہراک گوش کو یوں  
 میسے شادی میں پسند آتی ہو نوبت کی صدا  
 برق بھی چمکے ہو اور دکنے ہو ایسی ہر دم  
 جس سے کیا کیا امنڈ اور جھوم کے آئے ہر گشتا  
 اس سیہ ابر میں یوں اڑتے ہیں بگلے جیسے  
 لب مایہ مہی میں در دندان کی صفا  
 بدلیاں بدلے ہیں وہ رنگ نئے ہر ساعت  
 جن کے ہر رنگ پہ ہو مانی کے ارزنگ فدا  
 اس طرح بر سے ہو جھڑیوں کو لٹکا کر باراں  
 منسلک جیسے ہو سلک گہر بیشن بہا  
 ہو اسی کے سبب عالم میں حیات ہر شے  
 شاہد اس بات کی ہو حتیٰ من الما کی ندا  
 اب میں ساون کی اندھیری کی کہوں کیا تعریف  
 جعد شیریں کہوں یا زلفت سیاہ سیلا  
 جگنوں اس طرح چمکتے ہیں کہ جوں وقت سنگار  
 ماتھے پر ہاتھی کے شکر گف ہو گویا چھڑکا  
 کہیں رقا ص کا رقص اور کہیں مطرب کا سرود  
 کہیں ساقی مو و ساغر طرب و برگ و نوا

زہرہ واں ہو کے خوشی گاتی ہر وہیکہ لمحا  
 جس کو سن سن کے فلک ناچے ہر بروئے ہوا  
 مور کا شور فغاں غوک کی جھینگر کی جھنگار  
 پنی پنی ہر آن پیہیے کے ہر کوئل کی صدا  
 اہل ظاہر تو ہیں سب مست موشی موش  
 اہل باطن بھی اچھلتے ہیں پڑے وجد میں  
 شہر اور دشت میں یاں چار مہینے تو نظیر  
 ہر برس ہوتے ہیں گل حسن طراوت ہر جا  
 خوش ہوئی سینہ میں مژگاں کی چھپک تیر لگا  
 تو بھی اے جنبش ابرو کوئی شمشیر لگا  
 کیا ہی خوش وقت ہوا کر کے مرے دل کو صید  
 یعنی کیا خوب مرے ہاتھ یہ ننچیر لگا  
 ہم تو پھنستے نہ ترے دام میں لیکن مہیات  
 لے گئی دل کو تری زلف گرہ گیر لگا  
 میں کہا کیوں نہیں اس شوخ سے ملتا تو نظیر  
 سن کے اس بات کو یوں کہنے وہ دلگیر لگا  
 میں تو کیا پُر زے اڑا دے وہ ابھی، اگر کوئی  
 اس کی دیوار سے دیوے مری تصویر لگا  
 کھال گردوں اگر جہاں میں جو خاک میری کا جام کرتا  
 تو میں صنم کے لبوں سے مل کر عجب ہی عیش مدام کرتا  
 جو پاتا لذت بسان مستان موشی موش تیری زہ  
 تو خالقہ سے نکل کے اپنی، وہ میکہ میں قیام کرتا



وہ بزمِ اپنی تھی محکشی کی فرشتے ہو جاتے مست و بخود  
جو شیخ جی واں سے بچ کھاتے تو پھر میں ان کو سلام کرتا  
جو زلفیں کھڑے پہ کھول دیتا صنم ہمارا تو پھر یہ گردوں  
نہ دن دکھاتا نہ شب بتاتا نہ صبح لاتا نہ شام کرتا

وہ بزمِ اپنی تھی محکشی کی - فرشتے ہو جاتے مست و بخود (مکرر)

جو شیخ جی بچ کے واں سے آتے تو میں پھر ان کو سلام کرتا  
نظیر آخر کو ہار کر میں لگی میں اس کی گیا تھا چکنے  
تماشا ہوتا جو مجھ کو لے کر وہ شوخ اپنا غلام کرتا

جن دنوں حسن بتاں کے دل پر نظارہ تھا

سو بسو ہر دم دواں اور کو بکوارہ تھا

مدتوں میں ایک دن ہم دل سے ملنے کو گئے

کس لئے مربوط اس سے اپنا جی ہموارہ تھا

وہ تو صل بے بہا تھا جا کے دیکھا ہم نے کیا

جو رے سنگیں دلوں کے شیشہ صند پارہ تھا

تھے پڑے پہلو کے نیچے جائے بستر خار و خس

اور بنیر سر عرض بالش کے سنگ خارہ تھا

کھو چکا تھا بیوفاؤں میں جو عمر اپنی نظیر

لب پہ آہ سرد تھی اشکوں سے تر رخسارہ تھا

جب ہمنشیں ہمارا بھی عہد شباب تھا

کیا کیا نشاط و عیش سے دل کامیاب تھا

حیرت ہی اس کی زور روی کیا کہیں ہم آہ

نقش طلسم تھا وہ کوئی یا حباب تھا

تھاجب وہ جلوہ گر تو دل و جاں میں دمبدم  
عشرت کی حد نہ عیش و طرب کا حساب تھا

تھے باغِ زندگی کے اُسی سے ہی آبِ حورنگ

دیوانِ عمر کا بھی وہی انتخاب تھا

اپنی تو فہم میں وہی ہنگام اے نظیر

مجموعہ حیات کا لُبْتُ لُبَاب تھا

ہیں گرچہ یاں تو اور بھی محبوبِ خوبِ خوب

لیکن اسی کو کہتے ہیں سب خوبِ خوبِ خوب

نامِ خدا میں کیا کہوں اس گل کے حن میں

کیا کیا عیاں ہیں ناز کے اسلوبِ خوبِ خوب

فرقت میں اب کے بار تو دلدار نے، ہیں

خوبی سے کیا ہی بھیجے ہیں مکتوبِ خوبِ خوب

فصلِ الہی اب تو نظیر اپنی بزم میں

اسبابِ سب ہیں عشرتِ مرغوبِ خوبِ خوب

ہیں اس طرف تو ساقی و مطربِ کرشمہ سنج

اور اس طرف کو بیٹھے ہیں محبوبِ خوبِ خوب

یہ چراہر خانہ دنیا جو، ہی با آب و تاب

اہلِ صورت کا ہو دریا اہلِ معنی کا سرب

وہ عظیم الشان مکاں دیتی تھیں جنکی رفتیں

ہنس کے طاقِ آسماں کو طاقِ ابرو سے جواب

وہ مطلقہ قصرِ زرگین منقشِ بام و در

وہ مرصعِ خواب گاہیں بہرِ عیش و بہرِ خواب

صحن میں بستاں سرا ایسے پراز غلمان دھوا  
جن کی انہاروں میں جائے آجے گل غاص گلا

وہ مُطلا قصر رنگین و نقش بام و در  
جن کی رنگینی سے تھا قصر ارم کو بیچ و تاب

ان میں تھے وہ صاحب ثروت جنہیں کہتے تھے لوگ  
کیقباد و قیصر و کینسر و وافر اسیاب

مہروش بہرام صولت، بدر قدر چرخ رخش  
مُشری پیکر ثریا بارگہ کیواں جناب

وہ تخیل وہ تمول وہ تفوق وہ غرور

وہ تحشم وہ تنعم وہ تعیش وہ شباب

ہر طرف فوج بتاں ہر سو ہجوم گل رفاں  
جن کے مارض رنج ماہ و رشک رو آفتاب

جسٹک و آن و اشارات و ادا و سرکشی

طنز و تعریض و کنایت و غمزہ و ناز و عقاب

صبح سے شام تک اور شام سے بے تاب صبح

وہ دم رقص و سرود اور پیڑی یہ پیڑی جاں شرب

ساقی و مطرب ندیم و مستی و می خوارگی

ساغر و مینا و گل و عطرد و محو و نقل و کباب

کثرت اہل نشاط و جوش و شاد فوش و

از زمین تا آسمان شود فی و جنگ و رباب

وہ بہارین وہ فضائیں وہ ہوائیں وہ سرور

وہ طرب وہ عیش کچھ جس کا نہیں مدد و حل

یا تو وہ ہنگامہ تشیط تھا یا دفعہ سنا  
کر دیا ایسا کچھ اس دور فلک نے انقلاب

جو وہ سب جاتے رہے دم میں جابا ساگر  
رہ گئے جبرت فزا وہ قصر ویران و خراب

تھا جہاں وہ مجمع رنگین وہاں اب ہی تو کیا  
نقش سُم گور یا کہنہ کوئی پر عقاب

ہیں اگر دو خشت باہم توب افسوس ہیں  
اور جو کوئی طاق ہی تو صورت چشم پر آب

خواب کہئے اس تماشے کو نظیر اب یا خیال  
کچھ کہا جاتا نہیں وا شد اعلم بالصواب

بھر ہستی میں صحبت احباب	یوں ہی جیسے بروئے آب حباب
گردش آسماں میں ہم کیا ہیں	پر کا ہے میانہ زرگرداب
بادہ تاب کیا ہی خون جگر	زردی رنگ ہی شب ہبتاب
جس کو رقص و سرود کہتے ہیں	وہ بھی ہی اک ہوائے خانہ خواب
عمر کہتے ہیں جس کو وہ کیا ہی	مثل تحریر موج نقش بر آب
جسم کیا روح کی ہی جو لا نگاہ	روح کیا اک سوار پابرکاب
حسن اور عشق کیا ہیں یہ بھی ہیں	خطفہ برق و قطرہ سیاب
زندگانی و مرگ بھی کیا ہیں	ایک مثل خیال و دیگر خواب
فرست عمر قطرہ شبہم	وصل محبوب گو ہر نایاب
کیوں نہ عشرت دو چند ہو جو ملے	یار مہ چہرہ اور شب ہبتاب

سب کتابوں کے کھل گئے معنی  
جب سے دیکھی نظیر دل کی کتاب

خواباں میں اس طرح ہی وہ دلتواہ سب سے خوب  
 جوں وقت شب ستاروں میں ہی ماہ سب سے خوب  
 محبوب کا جو وصل تصور میں ہو تو پھر  
 مشتاق وصل کو ہی یہی راہ سب سے خوب  
 دل جس کو چاہتا ہی وہی جانے چاہ کو  
 اپنی تو فہم میں ہی وہی چاہ سب سے خوب  
 کیسا ہی وہ برا ہو پہ لگ جائے جس سے دل  
 لگتا ہی جی کو پھر وہی واٹھ سب سے خوب  
 خوبی میں خوبرو تو سبھی خوب ہیں نظیر  
 پر خوب غور کی تو ہو واٹھ سب سے خوب

کب غیر نے یہ ستم پہے چپ ایسے تھے ہمیں جو ہو رہے چپ  
 شکوہ تو کریں ہم اس سے اکثر پر کیا کریں دل ہی جب کہے چپ  
 بن شور گلی میں اپنی ہر دم ق بولا کبھی تم نہ یاں رہے چپ  
 جب ہم نے کہا نظیر اس سے ہم رہنے کے یاں نہیں گہے چپ  
 سو چو تو کبھی چمن میں اسے جاں  
 بلبل نے کئے ہیں چہچہ چپ

کھل گیا رخسار اس کا جس گھڑی کا کل سمیت  
 حسن کے گلشن کا دیکھا ہم نے گل سنبل سمیت  
 ہم کو دیکھا باغ میں اس ناز میں کے ساتھ جب  
 ہو گئی محو نگاہ رشک بلبل گل سمیت  
 بزم میں اس کی بہار چشمی گوں دیکھ کر  
 کیا کہوں کیا کیا ہوا مدہوش ساقی ل سمیت

اس کے بازو کی پچک سے لگ کے یوں ہلتا ہر دل  
 جس کی جنبش پر فدا ہو شاخ گل ببل سمیت  
 خوش ہوا دل میں وے نا خوش وہ ظاہر میں نظیر  
 آگیا اس کی نظر جب ہاتھ میرا گل سمیت  
 قمر نے رات کہا اس کی دیکھ کر صورت  
 کہ میں غلام ہوں اس شکل کا بہر صورت  
 ہیں آنے کے بھی کیا طالع اب سکندرو؟  
 کہ اس نگار کی دیکھے ہو ہر سحر صورت  
 عجب بہار ہوئی کل تو وقت نظارہ  
 جو میں ادھر کو ہوا اُس نے کی اُدھر صورت  
 ادھر کو جب میں گیا اس نے نی ادھر کو پھیر  
 پھرا میں اس نے پھرائی جدھر جدھر صورت  
 ہزاروں پھرتیاں میں نے تو کیں پر اسے نظیر  
 نہ دیکھنے دی مجھے اپنی آنکھ بھر صورت  
 صورت کبھی دکھلائی تو اس میں بھی لگاوٹ  
 باتوں کی جو ٹھیرائی تو اس میں بھی لگاوٹ  
 آتے نہیں اول تو کہیں، اور کہیں شاید  
 تشریف جو فرمائی تو اس میں بھی لگاوٹ  
 جس بات میں کچھ رمز تھی اور ہم جو نہ سمجھے  
 وہ ہم کو جو سمجھائی تو اُس میں بھی لگاوٹ  
 بوسے کا جو اقرار کیا وہ بھی فقط چہل  
 اور ہنس کے قسم کھائی تو اس میں بھی لگاوٹ

ہنسنے میں نظیر اس کے لگاؤ تو ہی لیکن  
ابرو میں جو چیں آئی تو اس میں بھی لگاؤ

دے کے دل بے مہر کو کرنا گلا یہ بھی عبث  
اور جو کہئے اس سے مت کر تو جفا یہ بھی عبث

دام میں پھنس کر غلط فہمی ہی کہنا چھوڑ دو  
پھر جو یہ کہئے نہ کیجے اب رہا یہ بھی عبث  
ہوں جو بے دردان سے کیا رکھے توقع لطف کی  
کچھ اگر رکھے تو پھر ہوتا ہی کیا یہ بھی عبث

سن کے خواہش بوسہ و دشنام کی بولا وہ شوخ  
یہ تمنا بھی ہی بیجا مدعا یہ بھی عبث  
جب نہ ہو دشنام کے دینے کے لائق تو نظیر  
پھر جو بوسے کے لئے تو نے کہا یہ بھی عبث

اس کے تشریف جو لانے کی خبر پائی آج  
دل نے کی پھر ہوس انجمن آرائی آج

کیوں نہ جوں جام ہنسیں ہم کہ بہت تیرا  
اپنے دلخواہ پھر اگنبد مینائی آج

ہو گئی باغ میں عطریت سنبھل برباد  
نکھت اس زلف کی لے کر جو صبا آئی آج

اس کے کوچے کی طرف جانے میں ہم نے ہم  
ق امتحاں کو جو ذرا دیر کی ٹھیرائی آج

شام نزدیک جب آئی تو کہا اسنے نظیر  
کیا سبب ہو نہیں آیا جو وہ سودائی آج

کی تم نے جفا ہم نے وفا جھوٹ ہی یا سچ  
 سوچو تو اسے دل میں زرا جھوٹ ہی یا سچ  
 غصہ بھی کیا دُکھ بھی دے تم نے ولکن  
 چپ ہو رہے ہم سر کو جھکا جھوٹ ہی یا سچ  
 تم ہم سے کئی بار خفا ہو گئے اسے جان  
 پر ہم نہ ہوئے تم سے خفا جھوٹ ہی یا سچ  
 جو تم نے کہا اس کے بجالانے میں ہم نے  
 اک لمحہ توقف نہ کیا جھوٹ ہی یا سچ  
 سن کر یہ نظیر اس نے کہا ہنس کے بعد ناز  
 جانے اسے اب میری بلا جھوٹ ہی یا سچ  
 آرسی نے ایسی دیکھی حسن میں کس کی طرح  
 جو کھلی ہی رہ گئی آنکھ اس کی زگس کی طرح  
 محلِ خواہاں میں آیا جس گھڑی وہ مدہ جیں  
 ہو گئی وہ انجمن انجم کی مجلس کی طرح  
 دیکھ کر حیرت زدہ محبوب نے مجھ سے کہا  
 دے نشان اس کا تو اب حیرت میں ہی جس کی طرح  
 جب نہ میں کچھ کہہ سکا تب ہنس کے اسنے ناز سے  
 رکھ کے آئینے پر انجلی یوں کہا اس کی طرح  
 جس کو کہتے ہیں نگاہِ لطفِ خواہاں اسے نظیر  
 ہو وہ مثلِ کیمیا ہم منتظر مس کی طرح  
 ہم تو ہو جائیں اس سے اب گستاخ ہونے دے گا گردہ کب گستاخ  
 ایک شب ہم نے بے قراری سے قہ جھوٹی زلف اس کی ہو کے جب گستاخ



لا کے ابرو پہ چیں کہا اسے      بکھے تم تو کوئی عجب گستاخ  
 ہم تو اس کی بہت سزا دیں گے      کس لئے تم ہو بے ادب گستاخ  
 آج تو زلف چھوٹی تم نے نظیر  
 گل بوہنی چوم لو گے لب گستاخ  
 درپڑی ہیں دل اپنے کے ادھر عشوہ گرے چند  
 خواہ مندہ یک جاں ہیں ادھر موکمرے چند  
 کیا کیا کس ہوش کے باندھے ہیں پروال  
 کر کر کے شکر خندہ بہم لب شکرے چند  
 اک دن یہ ہوا عزم کہ با صد طرب و عیش      ق  
 گلشن میں بسر کیجئے شام و سحرے چند  
 جب گھر سے چلا میں تو طے راہ میں اک جا  
 حیرت زدہ و خستہ و غوئیں جگرے چند  
 دیکھا جو مجھے سوئے چمن گرم تگ و پو  
 یوں لب سے کئے پند کے افشاں گھرے چند  
 اے یار تو جاتا ہی چمن میں تو خردار  
 جلدی ہی نکل آئیو کر کے نظرے چند  
 واں آج تو البتہ مہیا ہیں بہر سو  
 داؤدی و نسرین و گل و برگ و برے چند  
 گل برگ خزاں ویدہ نظیر اس میں اڑیں گے  
 اور ہوں گے پڑے بلبل و قمری کے پرے چند  
 تو ہی نہ سنے جب دل نا شاد کی فریاد  
 پھر کس سے کریں ہم تری بیداد کی فریاد

تیشے کی وہ کھٹ کھٹ کا نہ تھا غلغلہ باز

کی غور تو وہ تھی دل فریاد کی فریاد

کل رات کو اس شوخ کی جا کر پس دیوار

اک درد فراہم نے جو بنیاد کی فریاد

سننے ہی کہا اس نے کہ ہاں دیکھو تو اس جا

کس نے یہ بلکتی ہوئی ایجاد کی فریاد

فریاد نظیر آگے ہی اس کے ہو بہت خوب

واں دیکھنے کا دیکھنا سرِ یاد کی فریاد

ہو کچھ آسیب تو واں چاہئے گنڈا تعویذ

اور جو ہو عشق کا سایہ تو کرے کیا تعویذ

دل کو جس وقت یہ جن آن کے لپٹا پھر تو

کیا کریں واں وہ جو لکھتے ہیں فلیتا تعویذ

ہم تو جب ہوش میں آویں جو کہیں سپاویں

یار کے ہاتھ کا بازو کا گلے کا تعویذ

زور تعویذ کا چلتا تو عرب میں یارو

کیا کوئی ایک بھی مجھوں کو نہ دیتا تعویذ

کو بہن کوہ کو کس واسطے کا ٹا کر تا

دیتے غم خوار نہ کیا اس کے تیئں لا تعویذ

آخر اس کے بھی گیا دل کا دھڑکنا اس روز

قبر کا تیشے نے جب اس کے تراشا تعویذ

ہم کو بھی کہتے ہی لوگوں نے دے آہ نظیر

پر کسی کا کوئی کچھ کام نہ آیا تعویذ

بسمل کے گلے کی نہیں تدبیر کوئی اور  
جز یہ کہ لگا جائے شمشیر کوئی اور

یوں چھوڑ کے زخمی جو ہیں جاتے ہوں تم آہ  
کیا ترکش مرگاں میں نہیں تیر کوئی اور

اس لطف سے جزوئے قلم مافی تقدیر  
کیا تاب جو کھینچے تری تصویر کوئی اور

بندے کے قلم ہاتھ میں ہوتے تو غضب تھا

صد شکر کہ ہی کا تب تقدیر کوئی اور

غنجہ بھی تری تنگدلی دیکھہ نظیر آہ  
کہتا ہی کہ ایسا نہیں دلیگر کوئی اور

یوں آٹھنے میں عارض تر آئے ہی نظر

پانی میں جیسے عکس قمر آئے ہی نظر

حسن صفا سے اس رخ آئینہ رشک پر

ٹھہرے ہی کب نظر وہ اگر آئے ہی نظر

کاری وہ زخم سینہ مرا ہی کہ جھانک کر

دیکھے اگر کوئی تو جگر آئے ہی نظر

رہنے کو اپنے ہم نے جو سوچا تو ہمیش

دو فوں جہاں میں اس کا ہی در آئے ہی نظر

بھولے ہم اس کے کوچ کو جنت میں کب نظیر

اپنا ہزار کوس سے گھر آئے ہی نظر

رکھی ہرگز نہ ترے رخ نے رخ بدر کی قدر

کھوئی کامل نے بھی آخر کو شب قدر کی قدر

عزت و قدر کی اس گل سے توقع ہی محبت  
 واں نہ عزت کی کچھ عزت ہی نہ کچھ قدر کی قدر

راستی غوار ہی اس چشمِ فسون پر ور سے  
 ہاں مگر منزلت مکر ہی اور قدر کی قدر

محو پرستوں میں ہی یوں ساغر و مینا کا دقا  
 جیسے اسلام میں ہو محتجب و صدر کی قدر

کفش برداری سے اس مہر کی چمکا ہی نظیر  
 ورنہ کیا خاک تھی اس ذرہ بیکدر کی قدر

دھواں کلیجے سے میرے نکلا جلا جو دل بس کہ رشک کھا کر  
 وہ رشک یہ تھا کہ غیر سے ٹک ہنسنا تھا چنیل مسی لگا کر

فقط جو چوٹوں پہ غور کیجے تو وہ بھی وہ سہری کی جس کا  
 کرشمہ بندہ ، غلام غمزہ ، دغائیں نوکریاں فریب چاکر  
 خرام کی ہی وہ طرزِ یارو کہ جس میں نکلیں کئی ادائیں  
 قدم جو رکھنا تو تن کے رکھنا جو پھر اٹھانا تو دنگ لگا کر

لٹک میں بندوں کی دل جو آوے تو خیر بندے ہی اسکو لے لیں  
 وگرنہ آوے تو پھر نہ چھوڑے ادھر سے بالا جھک دکھا کر

مجال کیا ہی جو دو بدو ہو نظر سے کوئی نظر لڑاوے  
 مگر کسی نے جو اس کو دیکھا تو سو خرابی سے چھپ چھپا کر  
 سنے کسی کے نہ دردِ دل کو وگرنہ سنے تو جھڑک کے اس کو

یہ صاف کہہ دے تو کیا بلا ہی جو سر پہراتا ہی ناحق آکر  
 نظیر وہ بت ہی دشمن جاں نہ ملیو اس سے تو دیکھ ہرگز  
 وگرنہ تو خدا ہی حافظ ، بچے ہیں ہم بھی خدا خدا کر

ناز میں اس ناز میں نے جب لیا منہ ہم سے موڑ  
 دل نے چاہا کھا کے بل دے رشتہ الفت کو توڑ  
 ہم نے جب مارا طمانچہ دل کے اندر گردن پڑ  
 دی جھکا ادھیروں کہا تو ان کے قدموں کو نہ چھوڑ  
 گر نہ سمجھا آج تک تو اب سمجھ اے بیوقوف  
 یہ تو تجھ کو ایک ہیں اور ان کو تجھ سے ہیں کروڑ  
 دم میں گھبراتا پھرے گا یاد رکھ اس بات کو  
 کل نہیں پڑنے کی ایسی ایک کل دیں گے ٹھوڑ  
 کہ ہی جلدی تو اس دم تجھ سے کہتا ہی نظیر  
 سر جھکا تقصیر بخشا، پاؤں پڑا اور ہاتھ جوڑ  
 جو آدے منہ پہ ترے ماہتاب ہو کیا چیز  
 فرض یہ ماہ تو کیا آفتاب ہو کیا چیز  
 یہ پیرہن میں ہو اس گورے گورے تن پہ چھ  
 کہ جس کے سامنے موتی کی آب ہو کیا چیز  
 بھلا دیں ہم نے کتابیں کہ اُس پر برو کے  
 کتابی چہرے آگے کتاب ہو کیا چیز  
 تمہارے ہجر میں آنکھیں ہماری مدت سے  
 نہیں یہ جانتیں دنیا میں خراب ہو کیا چیز  
 نظیر حضرت دل کا نہ کچھ کھلا احوال  
 میں کس سے پوچھوں یہ ندرت مآب ہو کیا چیز  
 جو سخت ہووے تو ایسا کہ کوہ آہن کا  
 جو نرم ہووے تو برگ گلاب ہو کیا چیز

گھڑی میں عکس گھڑی موم اور گھڑی فولاد  
 خدا ہی جانے یہ عالی جناب ہی کیا چیز  
 گردہ مرزہ ہو مائل جنگ پر طاؤس  
 تو سہم سے بے پر ہو خدنگ پر طاؤس  
 یوں زلف معنبر کے خط سبز ہی نزدیک  
 گویا پر طوطی ہی بچنگ پر طاؤس  
 دکھلا دیں جو ہم داغ دل اپنے کی سیاہی  
 پرواز کرے خوف سے رنگ پر طاؤس  
 دیکھے جو ترے عاشق گل خوردہ کی تصویر  
 حیرت زدہ ہو دیدہ تنگ پر طاؤس  
 لکھ لکھ کے نظیر اس غزل تازہ کو خوب  
 رکھ لیں گے کتابوں میں بزرگ پر طاؤس  
 ہم ایسے کب تھے کہ خود بدولت یہاں بھی کرتے قدم نوازش  
 مگر یہ اک اک قدم پرائے جاں فقط عنایت کرم نوازش  
 کہاں یہ گھر اور کہاں یہ دولت جو آپ آتے ادھر کو اب جاں  
 جو آن نکلے ہو بندہ پرور تو کیجئے اب کوئی دم نوازش  
 لگا کے ٹھوکر ہمارے سر پر بلا تمھاری کرے تا سب  
 کہ ہم تو سمجھے ہیں اس کو دل سے تمھارے سر کی قسم نوازش  
 جواب مانجا جو نامہ برسے تو اس نے کھا کر قسم کہا یوں  
 زبان قلم ہو جو جھوٹ بولے کہ وہاں نہیں یک معلم نوازش  
 اٹھا دیں نازان کے ہم نہ کیونکر نظیر دل سے کہ جن کچھ ہویں  
 جفا ملطفت، عتاب شفقت، غضب توجہ ہستم نوازش

ہی تو کہنے کو ہر کہیں اخلاص      لیک مشکل ہی ہمنشیں اخلاص  
اس کی باریکیاں وہی جانے      ہووے جس شخص کے تئیں اخلاص  
رشتک سے ایک غیر نے اس کو ق      اپنے دل کا جتا وہیں اخلاص  
یوں کہا تم نظیر سے اوی جان      دل سے رکھتے ہو یا یوں اخلاص  
اس نے اخلاصے راز کو میرے      منہ سے اس کے سنا جو ہیں اخلاص  
یوں کہا ایسے پوچ لوگوں سے      کوئی رکھتے ہیں ناز میں اخلاص  
اس کو ہو کچھ تو خبر وہ جانے

ہم کو تو اس سے کچھ نہیں اخلاص  
کہئے کہاں تک ہیں تم سے ہی جو جو غرض  
کچھ نہ اگر ہو سکے منہ سے تو بولو غرض

چشم سے ہم نے کہا لیجئے دل کے تئیں  
اس نے نشے میں کہا او میاں کس کو غرض

یار نے ہم سے کہا کچھ ہی تمنا تمہیں ق  
ہم نے کہا جی بہت پر ہی اب تو غرض

پہلے تو اک بوسہ دو پھر ہیں دشنام دو  
اس گھڑی بر لائیے آپ یہی دو غرض

جب یہ سنا یار نے ہنس دیا ادویوں کہا

تم بھی نظیر اب تو میاں خوب کوئی ہو غرض

جب ہم نے اسے رقم کیا خط      جھپ نامہ رساں نے لے لیا خط  
جاتے ہی دیا جو اس صنم کو      اس نے وہیں پر لہ کے لکھ دیا خط  
آیا جو وہ نامہ بر تو ہم نے      خوش ہو کے بہت طلب کیا خط  
جب اس نے کہا نظیر ہنس کر      تھا لطف کی وہ جو کیسا خط

تعوید شفاے دل سمجھ کر

میں نے ہی وہ دھوکے پی لیا خط

رہا سہہ کر ملاں خوش محفوظ      دل سے ہم ہیں کمال خوش محفوظ  
خیم ابرو سے اس کے ہوتشبیہ      کیوں نہ ہو پیمبر ہلال خوش محفوظ  
خوش بیگا ہوں کو سن کے آہو چشم      دشت میں ہیں غزال خوش محفوظ  
خوب دیکھا تو گل سے بلبل کا      دل ہو گل کی مثال خوش محفوظ

ہو یہی خوب      یار سے جو نظیر

رہے فی کلّ حال خوش محفوظ

ہو ترارخ بھی تجلی میں کچھ اس نور کی شمع

دیکھ مس نور کو کا نور ہو کا نور کی شمع

چشم بد دور اسی رخ سے ہوئی تھی روشن

شعل وادی ایمن، شجر طور کی شمع

ہو شب میں وہ رخشاں ترے عارض کی جھلک

جس کے پر تو سے غفل ہو شب دیو کی شمع

آفریں ہو دل پروانہ کو جس نے جل کر

حسن کے گرمی بازار میں مشہور کی شمع

آیا نزدیک جو محفل کے وہ مہرات نظیر

اہل محل نے غفل ہو کے وہیں دور کی شمع

کی جفا اس نے مہر کہہ کے دریغ

کیوں رہے دل ہم یہ کیسے بیکہ دریغ

وہ تو ہنستا ہی اور ہمارے آہ

آئے دامن تک اشک بہ کد ریغ



کیا کریں اب تو آگئے، و دل  
بُٹل میں اس شوخ رشک مہ کے دینغ

کتنے دن ہم بھی منہ لگے اُس کے  
بصر معاتب ہوئے نگہ کے دینغ  
مثل خس جا کے روئے بھر نظیر  
آ گئے پھر کنارے بہہ کے دینغ

کان میں اس کے نہیں مل و گہر دونوں طرف  
بجھ رہے ہیں کان و دریا کے جگر دونوں طرف

بزم میں اس یار کی ہم ہمیت اغیار سے  
دیکھتے تو ہیں پہر ہتی ہو نظر دونوں طرف  
خوف بدنامی کا اس کو ہو تو ہم کو بھی آہ  
یہ وہ ٹھیری ہو مثل جو ایک ڈر دونوں طرف

اشک سے یاں چشم تر و اں چشم نم سرے ہو  
چاہ رکھتی ہو غرض اپنا اثر دونوں طرف  
غور سے دیکھا تو کیا کیا دل کی مچھلی کے نظیر  
لگات میں رہتے ہیں ہمارے کے گرد دونوں طرف

دیکھا جو ہمیں اس نے لگا پاؤں سے تافرق  
ہنس کر یہ کہا قیس میں اور اس میں ہو کیا فرق

وہ دست وہ پا اس کے حنا بستہ جو دیکھے

ق پھر دست میں اور پا میں ہمیں کچھ نہ رہا فرق

کل ہنس کے نظیر اس نے کہا ناز میں ہم سے  
کچھ بوسہ و دشنام میں بھی تم نے کیا فرق

جو چاہو سو ہم دیویں تمہیں ہم نے کہا جب  
 دونوں کی حلاوت میں نہیں ہم کو ذرا فرق  
 گو لطف سے دینے کو کہا آپ نے ہم کو  
 پر کہنے میں اور کرنے میں احوال ہر ذرا فرق  
 مژخوردہ جو دیکھا اسے آتے ہوئے در تک  
 دشوار پہنچنا ہوا اپنے ہمیں گھر تک  
 پردہ جو اٹھا اس رخ تاباں سے تو دیکھا  
 اک جوش تجلی تھا عیساں حد نظر تک  
 مت زلف کو دیکھ اس کی نڈر ہو کے تڑاؤں  
 یہ باریہ ہوا سے پر خوف و خطر تک

بھراں میں ہوئی رات ہمیں طرفہ اذیت  
 ق جب یل کی لیل کے گئی زلف کمر تک  
 ملک آنکھ لگی تھی کہ وہیں خواب میں یارو  
 ہم اٹک فشاں پہنچے جو اس رشک قمر تک  
 عزم اس نے کیا پونچھے اٹک اس کے بصدہ  
 وہ دست بگاریں گئے جب دیدہ تر تک  
 چشم اپنی گئی کھل جو نظیر اسیں تو بچہم  
 ملتے کف افسوس رہے وقت سحر تک  
 یار کے کاکل نے دل ہم سے لیا اور الگ  
 چشم فسوں کرنے بھی سحر کیا اور الگ  
 آن دکھا کر قریب ہو گئے یکسو وہیں  
 غمزہ خو نثار نے خوں بھی پایا اور الگ

تیر نگہ کے تیس یاد وہ انداز میں  
سینے میں عشاق کے دل کو سیا اور الگ

ناز، قرار و خرد لے کے گیا پھر مگر

تیغ نے ابرو کے بھی وار کیا اور الگ

نشر مرزاں کی واہ کیا کہوں پھرتی نظیر

ہر جو رگ دل اسے چھوڑ دیا اور الگ

محمد

دکھا کراک نظر دل کو نہایت کر گیا بیکل

پری رو، تند خو، سرکش، ہٹیلہ، چیلہ، چنچل

وہ عارض اور جس تالیاں کہ بوں دیکھ اسکو نہند

قمر، خورشید، زہرہ، شمع، شعلہ، مشتری، شعل

کفوں میں، انگلیوں میں، لب میں، چشم میگوں میں

خانات ہستم، فندق ہسی، جادو، فصول کامل

بدن میں جامہ زرکش، سراپا جس پر زیب آور

کروے، بوندے، چھڑے، پھلے، انگوٹھی، نورین، پھل

زناکت اور لطافت وہ کن پاتک کہ حیراں ہوں

سمن گل، لالہ، نسریں، نسترن، دُر، پریناں، نخل

سراسر پر فریب ایسا کہ ظاہر جس کی نظر دل سے

شرارت، شوخی، عیاری، طرح، پھرتی، دغا، چیل

نظیر اک عمر عشرت ہو، لے ایسا پری بیکر

اگر اک آن، اگر اک دم، اگر اک چھن، اگر اک پل

جو دل کو دیکھے تو دل میں خوش ہو کرے جو کس کس طرح سے بلبل

اگر نہ دیکھے تو وہیں کیا کیا جتاوے خفگی، عتاب، اکڑ، بل

اگر یہ کہئے کہ ہم ہیں بیکں تو را گلے مل تو ہنس کے ظالم  
 دکھاوے ہیکل اٹھا کے، یعنی بلا سے میری، مجھے تو ہر کل  
 جو اس بہانے سے ہاتھ پکڑیں کہ دیکھ دل کی دھڑک ہمارے  
 تو ہاتھ جھپ سے چھڑائے کہہ کر مجھے نہیں ہر کچھ اسکی اکل  
 جو چھپ کے دیکھیں تو تار جاوے، وگرنہ صریح تو دیکھ بھرتی  
 کہ آتے آتے بجگاہ رخ تک چھپائے منہ کو الٹ کے آنچل  
 کرے جو وعدہ تو اس طرح کا کہ دل کو سنتے ہی جوتلی  
 جو سوچئے پھر تو کیسا وعدہ، فقط جہانہ، فریب اور جھیل  
 جو دل کو بوسے کے بدلے دیجے تو ہنس کے لیے بہت خوشی ہے  
 جو بوسہ مانگو تو پھر یہ نقشا کبھی تو آج اور کبھی کہے کل  
 نہ جل میں آوے نہ بھرنے نکلے نہ پاس بیٹھے نظیر اک دم  
 بڑا ہی پُرفن، بڑا ہی سیانا، بڑا ہی شوخ اور بڑا ہی چنچل  
 رہ کے خاموش خوش آئے بت گلام کو ہم  
 لیکھے ہیں بلب تصویر سے اس کام کو ہم  
 لذت آن وادائے کو ہیں اور ہی آہ  
 ناز برداروں میں اس کے ہیں فقط نام کو ہم  
 میکوے سے نہ نکالو ہمیں اسی مادہ کشاں  
 لب محبوب سمجھتے ہیں لب جام کو ہم  
 جس سے کرتے ہیں پوتاں بعد جفا مہر و وفا  
 رنگ سے تکتے ہیں اس نیک سر انجام کو ہم  
 چھوٹ کر دام سے اس کا کل مثلیں کے نظیر  
 یاد کرتے ہیں اسیری کے اب آرام کو ہم

ہر آن تمہارے چھینے سے ایسا ہی اگر دکھ پائیں گے ہم  
 تو ہمارے اک دن اس کی بھی تدبیر کوئی ٹھیرائیں گے ہم  
 بیزار کریں گے خاطر کو پہلے تو تمہاری جاہت سے  
 پھر دل کو بھی کچھ منت سے کچھ ہیبت سے سمجھائیں گے ہم  
 گر کہنا دل نے مان لیا اور رک بیٹھا تو بہتر ہی  
 اور چین نہ لینے دیوے گا تو ہمیں بدل کر آئیں گے ہم  
 اول تو نہیں پہچانو گے اور نو گے بھی پہچان تو پھر  
 ہر طور سے چھپ کر دیکھیں گے اور دل کو خوش کر جائیں گے ہم  
 گر چھپنا بھی کھل جاوے گا تو دل کرافسوں سازوں سے  
 کچھ اور ہی لٹکا سحر بھرا اس وقت ہم پہنچائیں گے ہم  
 جب وہ بھی پیش نہ جاوے گا اور شہرت ہو دیگی پھر تو  
 جس صورت سے بن آوے گا تصویر کھنچا منگوائیں گے ہم  
 موقوف کر دے گے چھینے کو تو بہتر ورنہ فیض آسا  
 جو حرف زباں پر لائیں گے پھر وہی کر دکھلائیں گے ہم  
 تدبیر ہمارے ملنے کی جس وقت کوئی ٹھیراؤ گے تم  
 ہم اور ہمیں گے یہاں تک جی جو خوب ہی پھر گھبراؤ گے تم  
 بیزار کرو گے دل ہم سے یا منت در سے رو کو گے  
 وہ دل تو ہمارے بس میں ہی کس طور سے سمجھاؤ گے تم  
 گر جادو منتر سیکھو گے تو سحر ہماری نظروں کا  
 اس کوچ میں بھلا دیں گے پھر کہئے کیونکر آؤ گے تم  
 گر چھپ کر دیکھنے آؤ گے ہم اپنے بالا خانے کے  
 سب پردے چھوڑے رکھیں گے پھر کیونکر دیکھنے پاؤ گے تم

گر جادو منتر سیکھو گے تو سحر ہماری نظروں کا  
 تاثیر کو اس کی کھودے گا کچھ پیش نہیں لیجاؤ گے تم  
 تصویر اگر منگواؤ گے تو دیکھ ہماری صورت کو  
 حیران مصور ہو دے گا پھر رنگ کہو کیا لاؤ گے تم  
 جس وقت فیضان باتوں کی ہم خوب کریں گے ہنسی  
 جو حرف زبان پر لاؤ گے تم پھر کیونکر کر دکھلاؤ گے تم  
 آج تو ہوم عزم ہی یہ کچھ ہم بھی رہی کام کریں  
 کلک اٹھا کر یار کو اپنے نام شوق انجام کریں  
 خوبی سے القاب لکھیں آداب بھی خوش آئینی  
 بعد اس کے تحریر مفصل فرقت کے آلام کریں  
 یا وہ آوے آپ ادھر یا جلد بلاوے ہم کو وہاں  
 اس مطلب کے لکھنے کو بھی خوب نیا انجام کریں  
 حسن زیادہ آن موثر ناز کی شوخی ہو وہ چند  
 ایسے کتنے حرف لکھیں اور نلے کو تمام کریں  
 اکہ ہوم سنکریوں بولا یہ تو تمہیں ہی فکر جھٹ  
 عقل جنہیں ہو وہ تو نہ ہرگز ایسا خیال خام کریں  
 اس میں بھلا کیا حاصل ہو گا سوچ تو دیکھو میاں  
 وہ تو خفا ہو چھینک دے خطا اور لوگ تمہیں ہٹا کر  
 خراباں تمہارے آگے جو نام جمال لیں  
 دامن سے لگ کے منہ کو گریباں میں ڈالیں  
 تیرنگہ لگا کے نہ کھینچو بھوں کی تیغ  
 پھر کھینچنا ہم اس کے تو پیکان نکال لیں

بالآخر ذکر کر رہی ہیں کہ کام اپنے موقع سے  
 بات کہیں یا نہ لکھیں یا جو کچھ کہیں بقایا کریں۔

دل ناوک بگاہ پیا پنی سے گر چلا  
 فرصت جو کچھ بھی دو تو ہم اسکو نبھالیں  
 روکے ہی رکھئے مک صفت مڑگاں کی نوک جھوک  
 ہم طاقت اپنے دل کی زرا دیکھ بھال لیں  
 دل ہم تو دیکھ چکے ہیں بتوں کو میاںِ نظیر  
 میلا رکھیں یہ اس کے تئیں یا اُجال لیں  
 وہ چاندنی میں جو تک سیر کو نکلتے ہیں  
 تو مہ کے طشت میں گھی کے چراغ جلتے ہیں  
 بڑے ہوس ہی ہوس میں ہمیشہ گلتے ہیں  
 ہمارے دیکھے ارمان کب نکلتے ہیں  
 ہجوم آہ ہو آنکھوں سے اشک ڈھلتے ہیں  
 بھرے تھے چاؤ جو دل میں سو یوں نکلتے ہیں  
 چراغ صبح یہ کہتا ہو آفتاب کو دیکھ  
 یہ بزمِ تم کو مبارک ہو ہم تو چلتے ہیں  
 بزرگ اشک کبھی گر کے ہم نہ سنبھلے آہ  
 یہی کہا کئے جی میں کہ اب سنبھلتے ہیں  
 نکالتا ہو ہمیں پھر وہ اپنے کپے سے  
 ابھی تو نکلے نہیں ہیں، پر اب نکلتے ہیں  
 فدا جو دل سے ہو ان شوخ سبزہ رنگوں پر  
 یہ عالم اس کی ہی چھاتی پہ مونگ دلتے ہیں ق  
 ہوا خیمت بھی یاں تک کہ حضرت ہمنوں  
 یہ مجھ سے کہتے ہیں اور ہاتھ اپنے ملتے ہیں

کوئی تو بگڑی بدلتا ہی اور سے لیکن  
میاں نظیر ہم اب تم سے تن بدلتے ہیں  
جب اس کا ادھر ہم گزر دیکھتے ہیں  
تو کردل میں کیا کیا حذر دیکھتے ہیں

ادھر تیر چلتے ہیں ناز و ادا کے  
ادھر اپنا سینہ سپر دیکھتے ہیں  
ستم ہی کن آنکھیوں سے گرتا کیجے  
غضب ہی اگر آنکھ بھر دیکھتے ہیں

نہ دیکھیں تو یہ حال ہوتا ہی دل کا  
کہ سوسو ترپ کے اثر دیکھتے ہیں  
جو دیکھیں تو یہ جی میں گزرے ہی خطہ  
ابھی سراڑے گا اگر دیکھتے ہیں

مگر اس طرح دیکھتے ہیں کہ اس پر  
یہ ثابت نہ ہو جو ادھر دیکھتے ہیں  
چھپا کر ، دغا کر ، نظیر اس صنم کو  
غرض ہر طرح اک نظر دیکھتے ہیں  
مڑگان وہ جھپکتا ہی اب تیر ہی اور میں ہوں  
سرباؤں سے بچھنے کی تصویر ہی اور میں ہوں

کہتا ہی وہ کل تیرے پرزے میں اڑاؤں گا  
اب صبح کو قاتل کی شمشیر ہی اور میں ہوں  
بے جرم و خطا جس کا خوں ہووے روایارو  
اس خوبی قسمت کا خنجر ہی اور میں ہوں



ہر قتل کی دھن اس کو اور میری نظر حق پر  
 تدبیر ہی اور وہ ہی تقدیر ہی اور میں ہوں  
 دل ٹوٹا نظیر اب تو دو چار برس رو کر  
 اس قصر شکستہ کی تعمیر ہی اور میں ہوں  
 صفا جو اس کی جھلکتی ہو گورے سینے میں  
 جھمک کہاں ہو وہ الماس کے نگینے میں  
 بناؤ کر کے وہ کہتے ہیں لو ہم آتے ہیں  
 بلا سے اب جو غل ہو کسی کے جینے میں  
 کبھی جھمک کبھی بس بس کبھی پیالہ پٹک  
 وہ ناز کرتے ہیں کیا کیا شراب پینے میں  
 پڑا جو ہاتھ نظیر اس کے سینے پر اک دم  
 تو بولے واہ لگے آگ اس قرینے میں  
 اگر یو نہی ہو تو ہر روز ہم نہ آویں گے  
 جو آگئے بھی تو ہفتے میں یا مہینے میں  
 چمن میں جب سے لباس غنچا لب نے کھولے ہیں  
 گلوں کے پہلو میں غنچے نہیں پھپھوے ہیں  
 یہ مہر و مہ جو نشیب و فراز میں گرواں  
 تمہارے باغ میں ایسے کئی ہنڈولے ہیں  
 سلا نہ حسن تمہارا، وگرنہ میسراں میں  
 فلک پہ شمس و قمر لاکھ بار تو لے ہیں  
 ہمارے قطرۂ اشک اس کی سرد مہر ہے  
 کسی زمانے میں موتی تھے اب تو اولے ہیں

وہ سنگدل جو نہ بولا تو کیا تعجب ہی

میاں نظر کہیں بت بھی منہ سے بولے ہی

کل نظر آیا چمن میں اک عجب رشک چمن

گلرخ و گلگوں قبا و گلغزار و گلہدن

مہر طلعت، زہرہ پیکر، مشتری رومہ جبین

سیمبر، سیما ب طبع و سیم ساق و سیم تن

تیر قد، نشتر نگہ، مژگاں سناں، ابرو کماں

برق ناز و رزم ساز و نیزہ باز و تیغ زن

زلفت و کاکل خال و خط چاروں کے یہ چاروں غلام

مُشک تبت، مُشک چیں، مُشک خطا، مُشک ختن

نازنین، ناز آفریں، نازک بدن، نازک مزاج

من غنچہ لب رنگین ادا سیمیں، دُخ شیرین جان

بے مروت بے وفایہ در دے پروا خرام

جنگجو قتال و ضلع و تند خو و دل شکن

دوش و پروا ندان و لب چاروں سے یہ چادر و نعل

نسترن برگ سمن در عدن لعل یمن

سختی و بے رحمی و ظلم و جفا اس شوخ کے

معتد، موی الیہ و مستشار و موتمن

بتلا ایسے ہی خو خواروں کے ہونے ہی نظیر

بے قرار و دل فگار و خستہ حال و بے وطن

نہ دیویں ہم تو دل اپنا کبھی بتوں کے تیس

پران کے حسن کے آگے کچھ اختیار نہیں

۵۵  
دراز و نازک

ق  
نظیر ایک دل اس تند خو سے میں نے کہا

یہ فارسی میں کہ اے منہ عذار و زہرہ جی میں

چہ کردہ ام کہ بگاہے بحال من نہ کنی

چہ گفتم ام کہ نگوی دے بیا بنشیں

بجز جفا و تعدی نے کنی بر من

نگہ عتاب قرین داری و جبین پڑیں

دلم بر اے ہیں بردہ کہ ظلم کنی

شنید و گفتم و بے بردہ ام بر اے ہیں

دور سے منہ کو دکھا جاوے تو کچھ دور نہیں

اپنے منظور کو یہ بات بھی منظور نہیں

تاک کر سنگ نہ پھینکو کہ ہرے سینے میں

دل پر اک آبلہ ہی خوشہ انگور نہیں

اک تبسم ہی بتوں کا مری صحت کی دوا

پر وہ شوخی سے یہ کہتے ہیں تو رنجور نہیں

ان کا گورا وہ بدن ہی کہ برابر اس کے

سیم خالص نہیں موتی نہیں بلور نہیں

حسن میں اس در یکتا سے جو ہمتا ہو نظیر

آدمی کیا کہ پری کا بھی یہ مقدور نہیں

دل ٹھیرا ایک تبسم پر کچھ اور بہا ای جان نہیں

مگر ہنس دیجے اور لے لیجے تو فائدہ ہو نقصان نہیں

یہ ناز ہو یا استغنا ہو یا طرز تغافل ہو یارو

جو لاکھ کوئی تر پے بسکے فریاد کرے کچھ دھیان نہیں

جب سنتا ہوں احوال سراویں کہتا ہوں عیاری سے  
 ہر کون وہ اس سے ہم کو تو کچھ جان نہیں پہچان نہیں  
 کچھ بن نہیں آتا کیا کیجے کس طور سے ملے اے ہم  
 وہ دیکھ ہمیں رک جاتا ہوں اور ہم کو چین اک آن نہیں  
 تردید کے میری آنکھوں کو یہ بات سناتا ہوں ہنس کر  
 ہیں کہتے جس کو چاہ میاں وہ مشکل ہے آسان نہیں  
 دل بچنس کر اس کی زلفوں میں تدبیر زبانی کیبت کر  
 کب جھوٹا اس کے دام سے تو وہ دانا ہونا نہیں  
 زہار نہ رکھو دل میں نظیر اس لب سے توقع ہوئی  
 گر جھوٹے سے بھی یار تجھے دشنام وہ دے امکان نہیں  
 کیا دل لگا دیں مہرباں ہم حسن صورت سے کہیں  
 نے واں ثبات اس سے ہم نے یاں قیام اپنے تئیں  
 تھا اک مکان دلکش رشک چمن جس کی فضا  
 تھی اس جگہ رونق فزا رقا صد شوخ اک نازیں  
 قد حسرت سرو چمن لب غیرت لعل یمن  
 بعد سحر پُر شکن نوک مرزہ نشتر قریں  
 دیکھ اس کے رقصوں کی ادا دل قص میں تھے بجا  
 نغمات یکسر سحرزا، انداز کل جادو گزیریں  
 ناز و ادا کی گرمیاں غارت گر صبر و توان  
 طور تکلم و رفتاں طرز تبسم شکریں  
 کیا کیا لگاؤٹ بے بدل کیا کیا رکھاؤٹ بھل  
 کیا کیا بناؤٹ پل پہ پل کرتی تھی وہ زہرہ جبین

گردوں نے اک گردش جو کی زار و عجزہ ہو گئی  
 وہ نوجوانی تازگی دیکھی تو کوسوں تک نہیں  
 وہ گل سا کھڑا زرد ہی گرمی کا عالم سر دے  
 جاں رنج سے پرورد ہو آرزوہ دل اندوگیاں  
 جوں بیدل زان دست و پا ہو جائے چوب گل و صا  
 ہر موج و سنبل رشک تھا یکسر ہو برگ یا سیمیں  
 نے چشم میں مستی رہی نے خمیں وہ تندی ہی  
 نے لب میں وہ سرخی رہی نے منہ میں وہ درخس  
 دیکھ اس کو میں نے ناگہاں پوچھا کچھ اپنا کر کیا  
 تھی کل تو رشک گلستاں ہی آج خار سہلیں  
 بولی نظیر عبرت میں رہ کیا پوچھنے کی ہی جگہ  
 یاں کی یہی ہی رسم و رہ گاہے چناں گل چمن  
 کیا کاسے میوے اس بزم میں اسے ہم نشیں  
 دور فلک سے کیا خبر پہنچے کال لب تک یا نہیں  
 یہ کاسے فیروز گوں ہی شیشہ باز پر فزون  
 جتنے میل ہیں اور فسون سب اس کے ہیں زمین  
 کہیں بیٹھتے دے دل اب مجھے جو حوائج ہیں بکا کروں  
 نہیں تاب مجھ میں کہ جب تلک تو پھرے تو میں بھی بھرا کروں  
 تو ہزار مجھ کو ستا پری تری چاہ مجھ سے نہ چھوٹے گی  
 مرے دلی تو ہی یہی خوشی تو جفا کرے میں وفا کروں  
 جو ہنی بوسہ میں نے طلب کیا تو کہا تجھے تو نہیں ہو ڈر  
 مجھے خوف ہے کہ سدا اگر گئے، دکھ لے تو مر، کیا کروں

مجھے مدتوں سے ہو درد دل جو کہا کچھ اس کا علاج کر

تو کہا کہ اس کی دوا ہی یہ تو کہا کرے میں سنا کروں

جو نگہ سے چاہ کے دیکھئے تو چڑھلے تیوری یہ کہتا ہو

تیری اس نگہ کی سزا ہی یہ کہ بس اب میں تجھ سے چھپا کر لوں

کبھی اس کے کچے میں جاٹے جو بکام دل گھڑی دو گھڑی

تو مجھے ہیں یاد وہ مکر و فن پھر اسی کے دل میں ہیں کدوں

کوئی بولا تم نے نظیر کو نہ جھڑک دیا تو کہا میاں

دل و جاں سے مجھ پہ فدا ہو وہ اسے کس طرح میں خاک کر لوں

اپنی پرستشوں کی گرچہ نہایتیں ہیں

لیکن بتوں کی ہم سے اب تک شکایتیں ہیں

منہ کو بھرا کے ہم سے آئینے کو دکھانا

آئینہ روئیوں کی کیا کیا رعایتیں ہیں

کہتے ہیں ہم جو آؤ تو در جواب اس کے

ایک اک سخن میں سو سو طنزیں کنایتیں ہیں

بے رحمی نگہ کی فریاد جب ہیں کرتے

تو ہم کو جھڑکیاں دس اس کی حمایتیں ہیں

بخشت یہ ہمارا محروم لطف سے ہو

اور سرمہ و مسی پر کیا کیا عنایتیں ہیں

سکر کسی کے غم کو کہتے نہیں کہ سچ ہو

تھرک لب کی اپنے یاں تک کفایتیں ہیں

دے کر نظیر دل کو جو جو سہیں جفا ہیں

کہئے کہا (تک ان کو لاکھ لاکھ کا یہ ہیں)

یہ جو گلر و بھکار ہنستے ہیں      فتنہ گر ہیں ہزار ہنستے ہیں  
 عرض بوسے کی سچ نہ جانو تم      ہم تو اسے گھنڈا ہنستے ہیں  
 دل کو دے مفت ہنستے ہیں ہم یوں      جس طرح شرمسار ہنستے ہیں  
 ہم جو کرتے ہیں عشق پیری میں      ق. خوبرو بار بار ہنستے ہیں

جو قدیمی ہیں یا ردوست نظیر

وہ بھی بے اختیار ہنستے ہیں

کہتے ہیں جس کو نظیر نے ملک اس کا بیاں

تھا وہ معلم غریب بزدل و ترسندہ جاں

کوئی کتاب اس کے تئیں صاف نہ تھی درس کی

آئے تو معنی کہے ورنہ پڑھائی رواں

فہم نہ تھا علم سے کچھ عربی کے اسے

فارسی میں ہاں مگر سمجھے تھا کچھ ایں داں

لکھنے کی یہ طرز تھی۔ کچھ جو لکھے تھا کبھی

پشتلی و خامی کے اس کا تھا خط درمیاں

شعر و غزل کے سوا شوق نہ تھا کچھ اسے

اپنے اسی شغل میں رہتا تھا خوش ہر زمان

سُست روش پست قد سا نولا ہندی نثر او

تن بھی کچھ ایسا ہی تھا قد کے موافق عیاں

ما تھے پہ اک خال تھا چھوٹا سامنے کے طور

تھا وہ پڑا آن کر ابروؤں کے درمیاں

وضع سبک اس کی تھی، تپ نہ رکھتا تھا ریش

موجیں تھے اور کانوں پر پٹے بھی تھے پنہ ماں

پیری میں جیسی کہ تھی اس کو دل افسردگی  
وہی ہی تھی ان دنوں میں دنوں میں تھابوں

بھٹنے غرض کام ہیں اور پرہیز سوا  
چاہئے کچھ اس سے ہوں اتنی یقانت کہاں  
فصل نے اللہ کے اس کو دیا عمر بھر  
عزت و حرمت کے ساتھ پارہ و آب و ناں  
بھوؤں کی تیغ کہا دل پہ آزمانے دو  
قرار ایک کا کر کو لگے لگانے دو

مجال کیا جو چھوٹیں ہم تھاری زلف اے بجا  
بھلا ہیں کھٹ پاتک تو ہاتھ لانے دو  
خدا لگائی ہی یا حرف ہی نزاکت کا

نہ باہر آنے کے اکثر یہ ہیں بہانے دو  
کہا کسی نے نظیر آتا ہی تو اس گل نے  
کہا کہ اس کو نہ آگے قدم بڑھانے دو  
جو ہو بعید نہایت تو روک دو اس کو  
وگر قریب بہت آگیا، تو آنے دو

جو دیکھو ہنس کے تم تو بند اشکوں کی روانی ہو  
لب جاں بخش کو کھو لو تو اپنی زندگانی ہو  
وہ گورا چاند سا کھڑا عرق آلودہ گردیکھے  
تو کیا شک ہی کہ بہ جاوے پری کا سن پانی ہو

مجھے کل اک پری نے یوں کہا تم اے فیض اس دم  
کہیں اک بات ایسی جس میں مجھ کو خادمانی ہو



دل اس سنگ دل سے تو جو ملنا ہی تو مل ہم سے  
 کہا میں نے یہ سنکر واہ تم بھی خوب سیانی ہو  
 اسے میں چھوڑوں اور چاہوں تھیں اے بی یہ ممکن کر  
 عجب تم بھی کوئی اُتن سترن خطنِ دوانی ہو  
 منہ کو دکھا کر زرا اُدھل خندان تو  
 پونچھ کبھی تو مرے دیدہ گریان تو  
 داغ بہ دل، چشم تر، آہ بلب ہینہ چاک  
 دیکھ مری چاہ کے آن کے سامان تو  
 ہنس کے رقیبوں کے ساتھ پیار سے یوں دبم  
 توڑے ہی کیوں زخم پر میرے نکلداں تو  
 شام سے لے صبح تک صبح سے لے تا بہ شام  
 دل سے نہیں بھولتا اب مرے ایک آن تو  
 جان تو دے گا نظیر جانے نہ دے گا تجھے  
 ہاتھ سے اس کے عبث کیچھے ہی داماں تو  
 خط کی رخساروں پر اس گل کے جو تحریریں ہیں دو  
 ہو وہ مصحفِ رخ کہ جس کے ساتھ تغیریں ہیں دو  
 حسن وہ ترکِ ستمگر ہی کہ جس کے پاس چار  
 ترکشیں مژگاں کی اور ابرو کی شمیریں ہیں دو  
 یا بلاؤ ہم کو پنہاں یا تم آؤ چھپ کے یاں  
 گر ملا چاہو تو ملنے کی یہ تدبیریں ہیں دو  
 فی الحقیقت فیضِ جذبِ عشق سے باہم ہیں ایک  
 بیللی و مجنوں کی گو ظاہر میں تصویریں ہیں دو

دل دیا اور کی وفا اس کی جفاوں پر نظیر  
 غور سے دیکھا تو یہ اپنی ہی تقصیریں ہیں دو  
 کچھ ڈر ہو دھڑاؤ اور اک آن نہ بیٹھو  
 ہنس کر یہ کہا تم کہیں پاس آن نہ بیٹھو  
 خواہاں خرد و ہوش کو چھینے ہیں میا  
 تم ان میں لئے ساتھ یہ سامان نہ  
 زلفوں میں پھنسا ہم کو یہ کہتا ہر وہ عیار  
 اس کو چہ میں تم مثل پریشان نہ بیٹھو  
 یوں کھول کے رخسار پہ کاکل سر محفل  
 غافل نظر بد سے سری جان نہ بیٹھ  
 آئے ہو نظیر اب جو تم اس بزم بتاں میں  
 نظارہ کرو سر بگریبان نہ بیٹھو  
 جھمکے بھی نہ الفت سے جو امداد کوئی ہو  
 تو ناز کا حسرت زدہ کیا شاد کوئی ہو  
 مشاطہ زرا بہر خدا حسن کی اس کے  
 اتنی نہ ہوا باندھ جو برباد کوئی ہو  
 اے دل تو عجبت اس سے نہ کر خواہش دشنام  
 دشنام تو وہ دے جو اسے یاد کوئی ہو  
 تخفیف جفا کا یہ سبب ہو کہ مبادا  
 شاید کہیں مجھ سانہ پر یزاد کوئی ہو  
 منظور ہوا دام میں جب دل کو پھنسا نا  
 بھروسہ کیا چاہئے صیاد کوئی ہو

بیداد بھی کرتا ہی بہت وہ تو نظیر آہ

البتہ جو شائستہ بیداد کوئی ہو

جو کہتے ہو چلیں ہم بھی ترے ہمراہ بسم اللہ  
پھر اس میں دیر کیا اور پوچھنا گیا واہ بسم اللہ

قدم اس ناز سے رکھتا ہوا آتا ہی محفل میں

کہ اہل بزم سب کہتے ہیں بسم اللہ بسم اللہ

لگائی اس نے جو جو تیغ ابرو کی سرے دل پر

لب ہر زخم سے نکلی بجائے آہ بسم اللہ

شب مہ میں جو کل ٹک ڈلگایا وہ تو سب غم

وہیں بولے خدا حافظ پکارا ماہ بسم اللہ

وہ جس دم نسخہ ناز و ادا آغاز کرتا ہی

تو ہم کہتے ہیں ایک ایک آن پر واہ بسم اللہ

جو اس کی چاہ کا جی میں ارادہ ہی تو بس اے دل

مبارک ہی تجھے جا شوق سے تو چاہ بسم اللہ

نظیر اس دربار محبوب چنیل سے لگا کر دل

ہیں کہنا پڑا ہی دم بدم اللہ بسم اللہ

لگی ہو دل کی لگن اس حیا شعار کے ساتھ

جو آرسی کو بھی دیکھے کبھی تو عمار کے ساتھ

کمال شوخیاں تس پر یہ تکلفت یہ مزاج

کہ ہی سبک سی ادا وہ بھی سو وقار کے ساتھ

ہزار گل کی بہاریں نہ ہو سکیں ہمسر

تمہارے ایک کرن پھول کی بہار کے ساتھ

جو چاہو طائر دل بچ سکے تو کیا امکان  
ہجوم دام ہی کا کل کے سار تار کے ساتھ  
اسے میں سحر کہوں یا فسون طرہ نظیر  
کہ ایک پل میں نگہ لڑ گئی ہزار کے ساتھ

اُس نے ایسے حُسن کے پایا ہی گنچنے پہ ہاتھ  
رکھتی ہیں تعظیم کو جس کے پری سینے پہ ہاتھ  
آج تو وہ حسن چمکا تھا کہ غش آتا اسے  
رکھ نہ دیتے ہم اگر جلدی سے آئینے پہ ہاتھ  
یوں پٹا کوچے میں اس کے میں کہ اس نے  
رکھ لیا وہاں کہہ کے اپنے سیم گول سینے پہ ہاتھ  
پاؤں اس کے دبتے فیروں نے دیکھا تھا مجھے  
کوٹھے سب مل کے گر پاتے مرے سچے پہاڑ

کب اترتا بام سے میرے وہ طے کو نظیر  
دل نہ رکھتا زیر پا اس کے جو ہر نیلے پہ ہاتھ  
کل لگ چلے جو ہدم ہم یار سے زیادہ  
دشنام دے کے جھڑکا ہر یار سے زیادہ  
بوسے جو کر کے وعدہ دینے لگا تو بولا  
لوجی مگر نہ لینا اقرار سے زیادہ  
ہی بالپس تو اس کا پر غور سے جو دیکھا  
کیا کیا لگا وٹیں ہیں مقدار سے زیادہ

پوچھا تھا رے منہ کی ہو کس قدر تجلی  
ہنس کر کہا کہ مہ کے انوار سے زیادہ  
بیدرد عجبتاں کا شکوہ نظیر مت کر  
ان کی تو ہیں بخائیں اظہار سے زیادہ

گورے ہاتھ اس کے وہ رکھتے ہیں عجب تاب پہ ہاتھ  
 مار بیٹھے ہیں غرض پنچہ مہتاب پہ ہاتھ  
 پوچھا خواب آتا ہی تم کو تو اشاروں کے طریق  
 رکھ دیا ہم نے وہیں مسند کمنواب پہ ہاتھ  
 بڑ گئی دور سے تھی جی میں دھڑک تو لیکن  
 ہم نے دیکھا اسے رکھ کر دل میناب پہ ہاتھ  
 پاؤں میں دیکھ حنا اس کی سر انگشتوں کی  
 رکھ لیا شرم سے ہر برگ نے عناب پہ ہاتھ  
 دی جو دشنام بھائے شکر بوسہ نظیر  
 مارے خوش وقتی سے جب دل نے اسی راب پہ ہاتھ  
 بسکہ دل اس کا ہی مانوس خیال آئنے  
 ہو وہ ملک حن محروس خیال آئنے  
 تھا وہ پشت بام پر عکس آرسی میں ہم نے بھی  
 زور حکمت سے لیا بوس خیال آئنے  
 تا ابد آزاد ہیں دام و قفس کے جوڑے  
 بیل تصویر و طاؤس خیال آئنے  
 دل جفا سے اس کی آزرده ہو سو ہوتا  
 بے خطر ہی زنگ سے روس خیال آئنے  
 کل اسے آئنے خانے میں جو تھی شق خرام  
 تھا دو صد جاہم کو پا بوس خیال آئنے  
 صافی دل کا لغت اس سے نہ پھر نہیاں  
 یک نظر دیکھے جو قاسموس خیال آئنے

ہو اگر منظور سیر عالم حیرت نظیر  
تو دل اپنا کر تو مجھوس خیال آئینہ

عشق پھر رنگ وہ لایا ہی کہ جی جانے ہی  
دل کا یہ رنگ بنایا ہی کہ جی جانے ہی

ناز اٹھانے میں جفا میں تو اٹھائیں لیکن  
لطف بھی ایسا اٹھایا ہی کہ جی جانے ہی

زخم اس تیغ نگہ کا مرے دل نے مہن مہن  
اس مزیداری سے کھایا ہی کہ جی جانے ہی

اس کی دزدیدہ نگہ نے مرے دل میں چپ کر  
تیرا اس ڈھب سے لگایا ہی کہ جی جانے ہی

بام پر چڑھ کے تماشے کو ہیں حسن اپنا  
اس تماشے سے دکھایا ہی کہ جی جانے ہی

اس کی فرقت میں ہیں چرخ ستکار نے آہ  
یہ رُلایا یہ رُلایا ہی کہ جی جانے ہی

علم چپی کا ہوا شب تو سحر تک ہم نے  
رتبگہ ایسا منایا ہی کہ جی جانے ہی

تلوے سہلانے میں گو اونگھ کے جھک جھک تو پڑے  
پر مزا بھی وہ اڑایا ہی کہ جی جانے ہی

رنج ملنے کے بہت دل نے ہے یک نظیر  
یار بھی ایسا ہی پایا ہی کہ دل جانے ہی

دوری میں اس قمر کے جب آتی ہی چاندنی  
خوابیدہ حسرتوں کو جگاتی ہی چاندنی

مہ آسماں پہ ہوتا ہو دیکھ اس کو شمار  
روے زمیں پہ ٹھوکریں کھاتی ہو چاندنی

مخمل میں ہم کو دیکھ یہ کہتا ہو منہ کو پھیر  
کیا میلی مفت میں ہوئی جاتی ہو چاندنی  
اس سیہر کے تن کی نزاکت کو باغ میں  
ق نسرین دسترن کو دکھاتی ہو چاندنی  
کیا یک دلی ہو ہم نے جو کہہ بھیجاؤ نظیر  
تم بن ہمارے دل کو ستاتی ہو چاندنی

سن کر پیامبر سے کہا جا کے تو یہ کہہ  
البتہ اپنا جی بھی کڑھاتی ہو چاندنی  
گر ہم بغیر و اں شب مہ سے ہو تم خفا  
تو تم بغیر یاں کسے کھاتی ہو چاندنی

جاں بھی بجاں ہو ہجر میں اور دل نگار بھی  
تر ہو مرزہ بھی اشک سے حبیب بھی اور کند بھی  
طرفہ فسوں سرشت ہو چشم کرشمہ سنج یار  
لیتی ہو اک نگاہ میں صبر بھی اور قرار بھی  
کوچ میں اس کے بیٹھنا حسن کو اس کے دیکھنا  
ہم تو اسی کو سمجھے ہیں باغ بھی اور بہار بھی  
دیکھئے کیا ہو بے طرح دل کی لگے ہیں گھات  
غمزہ پر فریب بھی عشوہ سحر کار بھی  
زلف کو بھی ہو دمبدم عزم کند افگنی  
دام لے ہو مستعد طرہ تا بدار بھی

ق  
 بیٹھے بتوں کی بزم میں جن کی ہو قدر جب وہ لوگ  
 اپنے فریب و فن سے و اں تھا یہ فراہِ خواہی  
 گنتے لگے وہ اپنے جب چاہنے والوں کو نظیر  
 اٹھ کے یکا یک اس گھڑی ہم نے کہا "ہیں یا بھی"  
 دیکھ عفتِ ثریا ہمیں انگور کی سوچی  
 کیوں بادہ کشاں ہم کو بھی کیا دور کی سوچی  
 غش کھا کے گرا پہلے ہی شعلے کی جھلک سے  
 موسیٰ کو بھلا کہئے تو کیا طور کی سوچی  
 ہم نے تو اسے دیکھ یہ جانا کہ پری ہی  
 پریوں نے جو دیکھا تو اُنھیں حور کی سوچی  
 دیکھا جو نہانے میں وہ گورا بدن اس کا  
 بلور کی چوکی پہ جھلک نور کی سوچی  
 سرپاؤں سے جب پھنس گئے اس ناز میں  
 جب ہم کو سیاہی شب دیحور کی سوچی  
 جنت کے لئے شیخ جو کرتا ہی عبادت  
 کی غور جو خاطر میں تو مز دور کی سوچی  
 مصنوع میں صانع نظر آوے تو نظیر آہ  
 نزدیک کی پھر کیا ہی جہاں دور کی سوچی  
 نہ مہ، نہ کوئد بجلی کی نہ شعلے کا اُجالا ہی  
 کچھ اس گورے سے کھڑے کا جھمکڑا ہی نرالا ہی  
 وہ کھڑا گل سا اور اس پر جو نارنجی دوشالا ہی  
 رخ خورشید نے گویا شفق سے سر نکالا ہی



کن انکھیوں کی نگہ گیتی اشارت قہر چتون کے  
 جو روؤں دیکھا تو بر چھی ہر جیروں دیکھا تو بھالا ہر  
 کہیں خورشید بھی چھپتا ہی جی باریک پردے میں  
 اٹھا دو منہ سے پردے کو بڑا پردہ نکالا ہر  
 کھلے بالوں سے منہ کی روشنی پھوٹے نکلتی ہی  
 تمہارا حسن تو صاحب اندھیرے کا اُجالا ہر  
 نہ جھمکیں کس طرح کانوں میں اس کے سن کے جھکے  
 ادھر بند اُدھر جھکا ادھر بجلی کا ہالا ہر  
 نظیر اس سنگدل قاتل پہ دعویٰ خون کا مت کر  
 میاں جا تجھ سے یاں کتنوں کو اس نے مار ڈالا ہر  
 جام نہ رکھ سا قیاس شب ہی بڑی اور بھی  
 پہر جہاں کٹ گئے چار گھڑی اور بھی  
 پہلے ہی ساغر میں تھے ہم تو بڑے لوٹتے  
 اتنے میں ساقی نے دی اس سے کڑی اور بھی  
 پلکیں تو چھیدے تھیں دل مارے تھی بر چھی نگاہ  
 ابرو نے اس پر سے ایک تیغ جڑی اور بھی  
 کچھ طیش دل تھی کچھ سنتے ہی فرقت کا نام  
 آگ سی ایک آگ پر آن پڑی اور بھی  
 میری شب وصل کی صبح چلی آتی ہی  
 روک لے اس دم فلک ایک گھڑی اور بھی  
 گرچہ ادھر آئی ہیں تن پہ مرے پر میاں  
 اتنی لگائیں جہاں ایک چھڑی اور بھی

کیا کہوں اس شوخ کی واہ میں خرابی نظر

سننے ہی اس بات کے ایک جڑی اور بھی

جہاں ہر قد اس کا جلوہ فرما تو سرواں کس حساب میں ہر

وہ قیامت ایسا ہر کچھ قیامت، قیامت اسکی رکاب میں ہر

یہ سب غلط ہر جویوں میں کہتے کہ اس کا کھڑا نقاب میں ہر

نقاب کیا ہر وہ شر گھس تو نقاب سے بھی حجاب میں ہر

وہ گور اپنڈا اور اس میں سرخی مگر خدانے لے سر سے تاپا

کیا ہر میدا تو موتیوں کا اور اس کو گوندھا شہاب میں ہر

جھمک جو کھڑے کی دیکھی اس کے تو ہم نے اپنے یہ دل میں جانا

اسی کے پر تو سے مہر روشن اسی کا نور آفتاب میں ہر

رہے گا محبوب جس مکان میں تو واں ہی دکھیں گے اس کو جا کر

غرض وہ جس کا کہ نام دل ہر یہ دھن اس عالیجناب میں ہر

جو غصہ ہو کر وہ دیوے گالی تو اس ادا سے، کہ ہم تو کیا ہیں

فرشتے غش ہو کے لوٹ جاویں یہ لطف اس کے عتاب میں ہر

دعا ہر جب سے خیال اس کا عجب طرح کی لگن لگی ہر

بھی وہ دل میں کبھی وہ جی میں کبھی وہ چشم پر آب میں ہر

وہی ادھر ہر وہی ادھر ہر وہی زبان پر وہی نظریں

جو جاگتا ہوں تو دھیان میں ہر جو سو گیا ہوں تو خواب میں ہر

نظیر سیکھے سے علم رسمی بشر کی ہوتی ہیں چار آنکھیں

پڑھے سے جس کے ہوں لاکھ آنکھیں وہ علم دل کی کتاب میں ہر

ایا آج بھی سب کھیل اپنا مٹی ہر

رات یہ سراور پلنگ کی پٹی ہر

جہیں پہ قہر نہ تنہا سیاہ پٹی ہو  
بھوؤں کی تیغ بھی کافر بڑی ہی کٹی ہو

پھنکی بھٹکتی ہیں اشکوں کی شیشیاں یارو

ہمارے سینے میں کس شیشہ گر کی بھٹی ہو

گلے لگائیے منہ چومئے سلا رکھئے

ہمارے دل میں بھی کیا کیا ہوس اکھٹی ہو

کوئی حجاب نہیں تجھ میں اور صنم میں نظیر

مگر تو آپ ہی پردہ اور آپی ٹٹی ہو

منہ سے پردہ نہ اٹھے صاحب من یاد رہے

پھر قیامت ہی عیاں ہو یہ سخن یاد رہے

پھوڑو اتنی نہ زباں غنچہ دہن یاد رہے

پھر ہمارے بھی دہن ہو یہ سخن یاد رہے

کوچہ گردوں میں نہیں ہم جو یہ کوچہ چھوڑیں

خاک کرنا ہی ہمیں یاں ہی بدن یاد رہے

عہد آنے کا کیا ہو تو گرہ بند میں دے

اس سے شاید تجھے ای عہد شکن یاد رہے

آپ کے کوچہ کو ہم کعبہ مقصود سمجھ

بھول بیٹھے ہیں سب آرام وطن یاد رہے

حرف اٹھ جانے کا کہہ بیٹھے ہو اب تو لیکن

پھر نہ کہئے گا کبھی قبیلہ من یاد رہے

سوچیں ایک فقط کھڑے ہیں اس کے ہیں نظیر

جب یہ صورت ہو تو پھر کس کو چہن یاد رہے

ملک ہونٹ ہلاؤں تو یہ کہتا ہی نہ بک بے  
 اور پاس جو بیٹھوں تو سنا تا ہی سرک بے  
 کہتا ہوں کبھی گھر میں مرے آ، تو ہی کہتا  
 چو کھٹ پہ ہماری کوئی دن سر تو پٹک بے  
 جب بدر نکلتا ہی تو کہتا ہی وہ مغرور  
 کہدو اسے یاں آن کے اتنا نہ چمک بے  
 پردہ جوالٹ دوں گا ابھی منہ سے تو دم میں  
 اڑ جائے گی چہرے کی ترے سب یہ جھمک بے  
 سب بانگین اب تیرا نظیر عشق نے کھویا  
 کیا ہو گئی سچ کہہ وہ تیری دوت دبک بے  
 اس کا ادھر وہ حسن دکھانا گھڑی گھڑی  
 اور ہم کو غش پہ غش ادھر آنا گھڑی گھڑی  
 دن رات اس کے ہجر میں گھڑیاں کی طرح  
 پڑتا ہی ہم کو شور مچانا گھڑی گھڑی  
 سنا ہی اب تو پہر میں کچھ آٹھ سات بار  
 کیا جانے کیا کرے گا یہ آنا گھڑی گھڑی  
 باہر کبھی جو نکلے تو کہہ آوے گھر میں یوں  
 گردیر ہو تو مجھ کو بلانا گھڑی گھڑی  
 شب جو وصل کی تو بہت ہو کے مضطرب  
 رونا ہر ایک طرح بیانا گھڑی گھڑی  
 القصہ وقت صبح تک اس کو تو روٹھنا  
 اور ہم کو بانوں پڑ کے منانا گھڑی گھڑی

باقی ہے اس میں تو کچھ اچھا نہیں نظر  
گھر میں کسی کے دوڑ کے جانا گھڑی گھڑی

پھر بہار آئی ہے اور موج ہوا بہارے ہے  
دیکھئے اپنے جنوں کو اب کے کیا بہارے ہے

اس کی چوٹی کا تصور دل میں یوں بہارے ہے  
سانپ کے کانٹے کو جیسے ہر پر بہارے ہے

صبح کا کرتا ہے وعدہ وہ تو پھر آتا ہے کب

دوسرے دن کا کہیں جب تیرا بہارے ہے

گروہ بوسے کی طلب میں ہو خفا تو، ہی بھا

ہنس کے اک دشنام دینے میں جسے تہہ کہہ

مجھ کو کاٹا ہے صریحاً زلف کی ناگن نے آہ

تو مجھے افنی گزیدہ کس طرح ٹھیرا ہے، ہی

زہر مہرے سے مسمیٰ مالیدہ لب کے کو علاج

ورنہ مجھ کو بے طرح چڑھتا ہوا زہر آ ہے

گروہ روٹھا ہے تو تو بھی اس کو کہہ بھیج نظیر

ہم بھی بار کھتے نہیں ندی تو کیا گھرا ہے

جس کے لب سے سخن پند گہر جوش ہوئے

عمر بھر پھر وہ ہمارے گہر گوش ہوئے

کل جو گزرے تھے ہم اک کہنہ مزارستان میں

داں عجب طور کی عبرت سے ہم آغوش ہوئے

یعنی اک شخص یہ بولا کئی یاں عظم دہن

سخت بوسیدہ نگ سے مری ہمدوش ہوئے

مجھ سے یوں کہنے لگے جن کے ہیں یہ عظمِ مریم  
 وہ بصد عیش و طرب خوش خور و خوش پوش ہوئے  
 رات دن فرحت و عشرت میں بسر کرتے تھے  
 کبھی گلشن میں پھربے اور کبھی مونس ہوئے  
 ایک دم چرخِ حسدِ پیشہ سے مانند چراغ  
 دیر پل بھرنے لگی آہ جو خاموش ہوئے  
 اب کوئی نام و نشان سے نہیں ان کے آگاہ  
 ایسے وہ خاطرِ عالم سے فراموش ہوئے  
 جب سنائیں نے یہ اس شخص سے احوالِ نظیر  
 روحِ تھرا گئی لرزاں خرد و ہوش ہوئے  
 ایامِ شباب اپنے بھی کیا عیش اترتے  
 کہتے ہیں جنہیں عیب وہ اس وقت ہنرتے  
 دن رات وہ محبوبِ میر تھے کہ جن کی  
 زلفیں المِ شام تھیں رخِ رشکِ سحر تھے  
 ساتی کے ادھر جامِ ادھر ناز و ادا سے  
 جادو و نظراں خوش نگہاں پیش نظر تھے  
 محفل سے جو اٹھتے تھے زراہم تو پٹ کر  
 نازکِ بدناں موکراں دست و کمر تھے  
 ہمراہ گل انداموں کے ہو خرم و خداں  
 باغ و چمن و گلشن و بتاں میں گزرتے  
 کیا شور تھے کیا زور تھے ہر لحظہ ابا با  
 کیا دلوے کیا قہقہے بے خوف و خطر تھے

دکلا کے جھک جاتے رہے دم میں نظیر آہ  
 کیا جانے وہ دن برق تھے یا مثل شر تھے  
 گلابز عشرت ہو جیے کیا گلخروں سے دو گھڑی  
 کرتا ہی گلابازی کی یاں اک دم میں گردوں گچھڑی  
 ہر دم تغیر دیکھ یاں ہیبت سے یوں کانپے ہو جا  
 جیسے ہوا سے ہر زماں ہو بید کی لرزاں جھڑی  
 اک گلاب دن مغرور تھا رقص اس کا بس مشہور تھا  
 جس جس کا وہ منظور تھا کرتا تھا جو اس پر کڑی  
 دل اس نے دیکھا جس جگہ بے جرم و تقصیر و گند  
 مارا وہیں تیز نگہ یا تیغ ابرو کی جھڑی  
 ہر دم بگاہ جانتاں لے کر ٹپا غمزے کا ہاں  
 کہتن بھی کیا کیا پھرتیاں واں جا پڑی یاں آپڑی  
 سر پائوں سے گلیپوش تھا بلبل و شنوں کا جوش تھا  
 ہر دل پڑا بیہوش تھا جاں دست بستہ تھی کھڑی  
 وہ گرم دیکھ اس کی دکان اک سرد مہری کر عیاں  
 ناگاہ جو آسماں اس ہر پیکر سے لڑی  
 وہ حسن سب جاسار ہا میں نے کہا یہ کیا ہوا  
 بولامیاں اب کہئے کیا حیرت ہی مجھ کو بھی بڑی  
 تھی جو نظیر ایسی چمک جاتی رہی سب یک یک  
 کیا جانے وہ ظالم جھک مہتاب تھی یا بجھ چھڑی  
 کیا کہیں دنیا میں ہم انسان یا حیوان تھے  
 خاک تھے کیا تھے غرض اک آن کے مہان تھے

کر رہے تھے اپنا قبضہ غیر کی املاک پر  
غور سے دیکھا تو ہم بھی سخت بے ایمان تھے  
اور کی چیزیں دبا رکھنا بڑی سمجھی تھی عقل  
چسین لیں جب اس نے جب جانا کہ ہم نادان تھے

ایک دن اک استخوان اوپر پڑا میرا جواہر  
کیا کہوں اس دم مجھے غفلت میں کیا کیا سیما  
پاؤں پڑتے ہی غرض اس استخوان نے آہ کی  
اور کہا غافل کبھی تو ہم بھی صاحب جان تھے

دست و پا زافو، سرو گردن، شکم پشت و کمر  
دیکھنے کو آنکھیں اور سننے کی خاطر کان تھے  
ابرو و جبین، نبش و نگار و خال و خط  
صل و مروارید سے بہتر لب و دندان تھے

رات کو سونے کو کیا کیا نرم و نازک تھے پلنگ  
بیٹھنے کو دن کے کیا کیا کوٹھے اور دالان تھے  
کھل رہا تھا روبرو جنت کے گلشن کا چمن  
نازنین محبوب گویا حور اور غلمان تھے

لگ رہا تھا دل کئی چنیل پر یزادوں کے ساتھ  
کچھ کسی سے عہد تھے اور کچھ کیس بیان تھے  
گلابدن اور گلہزاروں کے کنار و بوس سے  
کچھ نکالی تھی ہوس کچھ اور بھی ارمان تھے

مچ رہے تھے چھپے اور اڑ رہے تھے قہقہے  
ساقی و ساغر صراحی پھول عطردہان تھے



ایک ہی چکر دیا ایسا اجل نے آں کر  
 جو نہ ہم تھے اور نہ وہ سب عیش کے سامان تھے  
 ایسی بیدردی سے ہم پر پاؤں مت رکھ اے نظیر  
 او میاں تیری طرح ہم بھی کبھی انسان تھے  
 تن پر اس کے سیم فدا اور منہ پر مردیوانہ ہو  
 سر سے لے کر پاؤں تک اک موتی کا سادانا ہو

ناز نیا انداز نرالا چتوں آفت چال غضب  
 سینہ ابھرا صاف ستم اور چھب کا تھریگانا ہو  
 بانگی سچ دھج آن انوٹھی بھولی صورت شوخ مزاج  
 نظروں میں کھل کھیل لگاوٹ آنکھوں میں شرمانا ہو  
 تن بھی کچھ گدرا یا ہو اور قد بھی بڑھتا آتا ہو  
 کچھ کچھ حسن تو آیا ہو اور کچھ کچھ اور بھی آتا ہو  
 جب یہ حُسن قیامت ہو بیتاب ہو دل کیونکہ نظیر  
 جاں پر اپنی کھیلیں گے اک روز یہ ہم نے جانا ہو  
 اس کے جھمکے کی ٹٹک سے جو ملا لا ہو  
 دل مٹا جھوٹا سے دونوں کی تڑوا لا ہو

بالے پن میں تو تھیں تھے یہ قیامت دیکھو  
 اب زرا حسن جو چمکا تو ہیں بالا ہو  
 بقیہ اس باغ میں ہیں سرو و صنوبر بزم شاد  
 اس کا قد نام خدا سب کے اوپر بالا ہو

خال چہرے یہ نہیں اسکے یہ اسڈرنے واہ  
 حسن کے خزان میں کیا خوب نمک ڈالا ہو

سرخ روپان ہوا اس کے لبوں سے ایسا  
جس کے ہمرنگ نہ گلنار نہ گل لالا ہی  
سنگدل، شوخ، جفا کار، ستمگر، بے رحم  
دل پرونے کے لئے جس کی نگہ بھالا ہی

قہر جھکوں کی جھک تپہ غضب بالا ہی  
اب کوئی آن میں سب خلق تہ و بالا ہی  
ایسے ظالم سے کوئی دل کو لگاتا ہی نظیر  
اب تری جان کا اللہ ہی رکھو والا ہی  
ہم دم چلیں ہم اس کی طرف کیا نثار لے  
جاویں مگر یہی دل امیدوار لے

ہو بیقرار کیونکہ نہ جاویں ہم اس کے پاس  
ہم کو تو ہو قرار پہ جب دل قرار لے  
اے حسرت نثار اس ابرو کے وار پر  
جو تجھ کو وارنا ہی سوا ب تو بھی وار لے

ق  
کوچہ میں اس کے اشک مسلسل کے ہار گونہ  
جاتا ہوں جب میں ہاروں کو لے اختیار لے  
کہتا ہوں گل فروش کی مانند بار بار  
تازے ہیں موتیا کے اگر کوئی ہار لے

سو سو طرح کے مکر بناتا ہوں اس لئے  
شاید وہ جل میں آن کے مجھ کو پکار لے  
دل چیز کیا جو اس کے تئیں دیجے اے نظیر  
ہم نقد جاں بھی دیویں اگر وہ اُدھار لے

دست غیر احم کے خاواں پاؤں پر باندھا کئے  
 یاں کئی مشفق ہمارے زخم سر باندھا کئے  
 اڑ کے آخر جا پڑی اس روئے رخشاں پر نگاہ  
 گرچہ ہم مدت سے اس طائر کے پر باندھا کئے  
 اپنے اشکوں سے ہم اس کے دست غم میں دھبم  
 جب تک بیٹے رہے سلک گہر باندھا کئے  
 خال و ابرو کی نظر بازی سے باز آئے نہ ہم  
 گو وہ ہم پر ہر گھڑی تیغ و سپر باندھا کئے  
 قتل کا سنتے ہی مزدہ ہم تو شادی مرگ ہو  
 اول منزل کو پہنچے وہ کمر باندھا کئے  
 غش جو آیات اس کی چشم کے بیمار کو  
 رشتہ چشم اس کے بازو تیا سحر باندھا کئے  
 اشک او صریانی میں کچھ گھولا کئے اس دم نظیر  
 سرخ سی کچھ گولیاں تخت جگر باندھا کئے  
 دل زلف میں رکھتے ہو تو اکتانے نہ پاوے  
 یہ صید نیا ہی ابھی گھبرانے نہ پاوے  
 کہتا ہی کہ کوچے میں ہمارے جو کوئی دل  
 لاوے تو نہ کچھ کہیو یہ بیجانے نہ پاوے  
 کاکل ہی کھلی اس لئے تا پاؤں نگہ کا  
 اس میں ہی بندھ پھرے تلک آنے نہ پاوے  
 تیوری جو چڑھی رھتی ہی اس کا ہی سبب یہ  
 جو شکوہ زبان پر کوئی کچھ لانے نہ پاوے

مشکل ہو جو چاہے تو وہ پھر آوے نہ دتک  
 اور دل کہیں بہلاوے تو بہلانے نہ پاوے  
 چپکے ہی جھائیں ہے کچھ بوے نہ ہرگز  
 بوے تو زباں گوئی ہو بتلانے نہ پاوے  
 ہم ایک نظر دیکھ نظیر اس کو جو بھاگے  
 بولا کہ اسے سبجو ہاں جانے نہ پاوے  
 ادا و ناز میں کچھ کچھ جو ہوش اس نے بھالا ہی  
 تو اپنے حن کا کیا کیا دلوں میں شور ڈالا ہی  
 ابھی کیا عمر ہی کیا عقل ہی، کیا فہم ہی لیکن  
 ابھی سے دلفریبی کا ہر اک نقشہ نرا لا ہی  
 تبسم قہر، ہنس دینا قیامت، دیکھنا آفت  
 پلک دیکھو تو نشتر ہی نگہ دیکھو تو بھالا ہی  
 ابھی نوک نگہ میں اس قدر تیزی نہیں، تس پر  
 کئی زخمی کئے ہیں اور کئی کو مار ڈالا ہی  
 اکڑنا، تن کے چلنا، دھجج بنانا، وضع دکھلانا  
 کبھی نیمہ کبھی چپکن کبھی خالی دوش لا ہی  
 کسی کے ہاتھ کا ندھے پر کسی کے لات سینے پر  
 کہیں نفرت کہیں الفت کہیں حیلہ حوالا ہی  
 نظیر ایسا ہی دلبر شہرہ آفاق ہوتا ہی  
 ابھی سے دیکھے فتنے نے کیسا ڈھب نکالا ہی  
 تن دیکھنے جس گل کا ہر برگ سمن نکلے  
 وہ ہیبتن اس تن سے کس طور نہ تن نکلے

یوں زلف کے حلقے سے رخسار نمایاں ہو

جوں مارسیہ منہ میں پکڑے ہوئے من نکلتے

یہ نقش ہیں چپک کے منہ پر عرق آلودہ

یا حسن کی صافی سے قطرے کئی چھن نکلتے

دل چاہ زخنداں میں گو غرق ہوا لیکن

اب بھی وہ اگر پاوے زلفوں کی رس نکلتے

تھا میں جو نظیر اس کے دنداں کے تصویریں

جب منہ سے مرے ایسے موتی سے سخن نکلتے

جو دیکھی بالیدگی میں ہر دم بہار حسن نگار ہم نے

تو ویسی بڑھتی کبھی نہ دیکھی کسی چین کی بہار ہم نے

ادا میں غمزدگی کی ہیں جتاؤں کہ فی الحقیقت اگر گئی

رکھا ہو دل طاق آسماں پر بیاہو داتا ہم نے

پھنسا کے پنجیر دل ہمارا ہیں سے کہتا ہی پھر نہیں کر

کہ آج تم ہم کو تہنیت دو کیا ہو پہلا شکار ہم نے

قدم وہ گن گن ادا سے رکھنا کچھ اور مطلب نہیں گراں

غرض ہو گن گن کے دل کچلنا کیا جو دل میں شمار ہم نے

کہا جو کاکل سے دل لئے ہو کہو تو بولی وہ نہیں کہے ہو

جو پوچھا آنکھوں سے تم ہی کہدو تو ہنس کے بٹوں ہزار ہم نے

جو زلف جھٹکے تو مکھڑاٹیکے جو مکھڑاٹیکے تو زلف جھٹکے

یہی دلوں کی خوابیاں ہیں جو دیکھے لیل و نہار ہم نے

نظیر چاہے جو قدر اپنی تو ایسے جینے سے مت لگاؤں

کیا ہو کتنوں کو خوار اس نے جتا دیا تجھ کو یا رہم نے

الطاف بیاں ہوں کب ہم سے اے جان تمہاری صورت کے  
 ہیں لاکھوں اپنی آنکھوں پر احسان تمہاری صورت کے  
 منہ دیکھے کی یہ بات نہیں سچ پوچھو تو اب دنیا میں  
 بیہوش کرے ہیں پریوں کو انسان تمہاری صورت کے  
 آئینہ رخوں کی محفل میں جس وقت عیاں تم ہوتے ہو  
 سب آئینہ ساں رہ جاتے ہیں حیران تمہاری صورت کے  
 کچھ کہنے پر موقوف نہیں، معلوم ابھی ہو جاوے گا  
 غور شدہ مقابل ہو دیکھے ایک آن تمہاری صورت کے  
 کی عرض نظیر اک بوسے کی جب ہنسر چنیل بولایوں  
 اس منہ سے بوسہ لیجئے گا قربان تمہاری صورت کے  
 کا گل مشکیں کا تجھ کو شوق بے تابانہ ہی  
 اے دل صد چاک سچ کہہ دل ہی تو یا شانہ ہی  
 کر دیا پہلے ہی ساغر میں ہیں مست و خراب  
 ہمنشیں چشم بتاں کا بھی عجب میخانہ ہی  
 شمع رویوں کو تو کچھ پروا نہیں پر کیا کریں  
 دل جو ہم رکھتے ہیں وہ دل تو نہیں پروانہ ہی  
 بڑ گئی تھی ایک دن چشم گلابی پر نگاہ  
 اب تلک پائیں ہمارے نعرش متانہ ہی  
 پھر وہ چشم مست ادھر کو میل کرتی ہی دلا  
 یاد ہی اس کا نشہ کچھ یہ وہی میخانہ ہی  
 حال دل ہم نے کہا جس دم تو بولا سچ کہو  
 یہ کوئی قصہ نیا ہی یا کہن افسانہ ہی

اس پر پروے چلا پھر دل لگانے کو نظیر  
 کیا کہیں یہ شخص بھی کوئی عجب دیوانہ ہو  
 جو تم نے پوچھا تو حرف مطلب بر آیا صاحب ہمارے لب سے  
 سو اس کو سن کر ہوے خفا تم نہ کہتے تھے ہم اسی بہت سے  
 نہ دیتے ہم تو کبھی دل اپنا نہ ہوتے ہرگز خراب و رسوا  
 دے کریں کیا کہ تم نے ہم کو دکھائیں جھکیں عجب ہی ڈھب سے  
 وہ جعد مشکیں جو دن میں دیکھی تو یاد اس کی میں شام سے ہو  
 یہ پیچ و تاب آکے دل سے الجھے کہ پھر سحر تک نہ سلجھے شب سے  
 لگاتے فندق جو ہم نے اس کی کھلائی پکڑی تو مہنس کے بولا  
 یہ انگلی پیچے کی یاں نہ ٹھیرے بس آپ رہے نہ ادا ہے  
 کسی نے پوچھا نظیر کو بھی تمہاری محفل میں بار ہوگا  
 وہ بولا ہوگا کہا کہ کب سے کہا کہ ہوگا کبھی نہ اب سے  
 کھڑے پہ اپنے تم نقاب کھینچو ہو کیوں حجاب سے  
 یہ تو مجھو کا وہ نہیں چھپ سکے جو نقاب سے  
 دل کو دوانہ کر گیا زلف کی پیچ و تاب سے  
 آنکھوں سے خراب لے گیا زگس نیم خراب سے  
 قد ہی وہ اس کا جلوہ گردیدہ ترے میرے یوں  
 جیسے عیاں ہو عکس سر و ہنر چین کے آب سے  
 اپنا کتابی رخ جو تم پھیرو ہو مجھ سے دبدم  
 تم نے کیا ہی انتخاب کیا یہی اس کتاب سے  
 سویا ہو وہ ابھی نسیم لگیو نہ اس کے تن سے تو  
 اور جو لگی تو وہ ابھی چونک پڑے گا خواب سے

سخت مذاہب تھا ہمیں ہاتھ سے دل کے رات کو  
 بارے وہ تم نے لے لیا چھوٹے ہم اس عذاب  
 کہتے ہیں جس کو زندگی دم کی ہوا ہوا ہے نظیر  
 ہم کو تو آج گھل گیا عقدہ یہ اک حجاب سے  
 بکھی نہ جدایا کی ابرو کبھی چیں سے  
 ہم کو توقع نہ تھی اس زہرہ جبین سے  
 کیونکر نہ چین میں ترے قامت پہ فدا ہو  
 ہر سرو اسی چاؤ میں نکلا ہوا زمین سے  
 ی سینے میں جا نقش محبت کو جو اس کے  
 م جی میں بہت شاد ہوئے دل کے گئیں سے  
 جب دیکھ کے ہم کو درمنظر کو لیا بھیڑ  
 یہ بات کہی ہم نے تب اس غرض نشیں سے  
 کیوں جی تمہیں کیا عار ہمیں سے ہی یہ رکھنی  
 سن کر یہ نظیر اس نے کہا ہاں جی تمہیں سے  
 باں دل تجھے لے چلے حسن والے  
 ہوں اور کیا، جا خدا کے حوالے  
 ادھر آ زرا تجھ سے مل کریں رولوں  
 تو مجھ سے زرا مل کے آنسو بہا لے  
 اب تو ساتھ ان کے تو بے بسی سے  
 تا میرے پہلو میں فرقت کے بھا لے  
 خبردار ان کے سوا زلفت و رخ کے  
 کہیں مت بھگنا اندھیرے اُجا لے



ترے اور بھی ہیں طلب گار کتنے  
مبادا کوئی تجھ کو د اں سے اڑالے  
کہیں قہر ایسا نہ کیجو کہ مجھ کو  
بلانے پڑیں فال تعویذ والے  
کسی کا تو کچھ بھی نہ جاوے گا لیکن  
پڑیں گے تجھے اپنے جینے کے لالے  
تری کچھ سفارش میں ان سے بھی کردوں  
کرے گا تو کیا یاد مجھ کو، صلائے

سود لبرو! گلرخو! مہ جبینو!  
میں تم پاس آیا ہوں اک التجالے  
خدا کی رضا یا محبت سے اپنی  
پڑا اب تو آکر تمہارے یہ پالے  
تم اپنے ہی قدموں تلے اس کو رکھیو  
تسلی دلا سے میں ہر دم سنبھالے  
کوئی اس کو تکلیف ایسی نہ دیجو  
کہ جس میں یہ رو کر کرے آہ نالے  
تمہارے یہ سب ناز اٹھاوے گا لیکن  
وہی بوجھ رکھیو جسے یہ اٹھالے

نظیر آہ دل کی جُدائی بری ہو  
بہیں کیوں نہ آنکھوں سے آنسو کے نالے  
اگر دسترس ہو تو کیجے منادی  
کہ پھر کوئی سینے میں دل کو نہ پالے

کب آہ وہ کر سکتے ہیں دل کی پلٹشوں سے  
صحبت ہو جھین حسن کے نازک مشوں سے

ہو چرب زباں سے نہ پریر دیوں کی تسخیر  
یہ لوگ جو ملتے ہیں تو دل کی کششوں سے

ہو آج تو خروش پر نہیں بلبل کو یہ معلوم  
کل سر کو پٹکنا ہو چمن کی روشوں سے

خوباں تو چلے ہم سے چلن ناز کے لیکن

چھیڑا ہو انھیں ہم نے بھی کن کن روشوں سے

مدت میں نظیر اس نے کیا دل کے تئیں قتل

صد شکر کہ ہم آج چھٹے سب خلشوں سے

کل سنا ہم نے یہ کہتا تھا وہ اک ہمارے

دیکھتا تھا مجھ کو آج اک شخص عجب انداز سے

وہ نیاز و عجز تھا اس کی نگہ سے آشکار

جس طرح طائر کسی جا تھک رہے پرواز سے

تو جو واقف ہو تو جا اس کو بلالا جلد یاں

میں تسلی دوں اسے کچھ شرم سے کچھ ناز سے

ہو مراد دل اس سے ملنے کو نہایت بیقرار

سن کے وہ ہمارا بولا اس بت طناز سے

میں تو اس کو جانتا ہوں نام ہو اس کا نظیر

اور خبر ہو مجھ کو اس کی چاہ کے آغاز سے

تم ہو سادے مہرباں اس کو کچھیرے یاد ہیں

اور سوا اس کے مراد رہتا ہو جی غماز سے

سن کے یہ ہمارے اس نے کہا ہنس کر میاں  
 کچھ بھی ہو ہم تو یس گے اس کچھیرے باز سے  
 پھر مکتی چشم ہی اور شوق بیتابی جاتا ہی  
 خوشی ہی جان بھی، اور دل بھی نہیں پھولاساتا ہی  
 نگہ بھی محظہ محظہ سوے در آتی ہی گھبرا کر  
 خیال گوش بھی ہر دم طرف کھٹکے کے جاتا ہی  
 نجومی خود بخود آ کہہ گیا نوش و قتیلاں ہوں گی  
 اور کچھ زاغ بھی پیہم صدا اپنی سناتا ہی  
 شگول جتنے جہاں میں ہیں معین شاد ہونے کے  
 ہراک ان سے بھی ہر ساعت بروے کا آتا ہی  
 نظیر ایسی تو باتوں سے عیاں ہی کہ وہ گلو  
 کوئی دم یا کوئی پل میں ابھی تشریف لاتا ہی  
 کچھ نہ دیکھا میں نے جز بیداد تیرے ہاتھ سے  
 اے مرے بیداد گر فریاد تیرے ہاتھ سے  
 پہنچتے خورشید بھولا تھا یہ بیضا کا رشک  
 بھرو ہی رشک اس کو آیا یاد تیرے ہاتھ سے  
 زخم کھایا ہم نے منہ پر جب تو قاتل نے کہا  
 اپنے چہرے پر ہوا یہ صاد تیرے ہاتھ سے  
 کھولی ناخن سے رگ دل تو نے اے قصاد جلاں  
 یہ نیا نشتر ہوا ایجاد تیرے ہاتھ سے  
 صید کیا تو نے تو مارا دل پہ صیادوں کے ہاتھ  
 ہاتھ ملتے ہیں غرض صیاد تیرے ہاتھ سے

ہاتھ ٹوٹیں تیرے گلچین تو نے کیوں توڑے گل  
 حیف کیا گلشن ہوا برباد تیرے ہاتھ سے  
 تو نے جنگل سے چھڑایا یار کا دا من نظیر  
 ہم ہوئے جی میں نہایت شاد تیرے ہاتھ سے  
 دل لینے کے اوروں کو ہنر کیا نہیں آتے  
 پر جو تھیں آتے ہیں وہ اصلاً نہیں آتے  
 بازی گریاں ہم تو بہت کرتے ہیں لیکن  
 محبوب کبھی بہر تماشاً نہیں آتے  
 ہم حال تو کہہ سکتے ہیں اپنا پہ کہیں کیا  
 جب وہ ادھر آتے ہیں تو تنہا نہیں آتے  
 وعدہ تو کیا ہو کہ ہم آئیں گے پر ان کو  
 چیلے جو ہیں جُل دینے کے کیا کیا نہیں آتے  
 جب ہم نے فطیر اس سے کہا آئے ملک یاں  
 سن کر عجب اک آن سے بولا، نہیں آتے  
 سہی، گو کہ جھڑکی نرالی نکالی  
 جو سہ لی وہ جھڑکی تو گالی نکالی  
 ڈرا دل نہ گوری جہیں کی جہیں سے  
 تو خنخوار کا کل نے کالی نکالی  
 کھڑے ہو کے جب زلف کھولی تو گویا  
 صنوبر نے سنبلی کی ڈالی نکالی

## رُبَاعِیَات

ساقی سے جو ہم نے موی کا اک جام لیا  
 پیتے ہی نشے کا یہ سرا ختام لیا  
 معلوم نہیں جھک گئے یا میٹھے رہے  
 یا گر پڑے یا کسی نے پھر تھام لیا

اے دل جو یہ آنکھ آج لڑائی اس نے  
 اور پل میں لڑا کے پھر جمع کائی اس نے  
 اپنی بے باکی اور حبیب کی خوبی  
 تھی ہم کو دکھانی سود کھائی اس نے

ہی چاہ نے اس کی جب سے کی جاد میں  
 کیا کیا کہئے جو ہی ہُتیا دل میں  
 جاتی ہی جد صرنگاہ اللہ اللہ  
 آتا ہی نظر عجب تماشا دل میں

گر یار سے ہر روز ملاقات نہیں  
 اور ہو بھی گئی تو پھر مدارات نہیں

دل دے چکے اب قدر ہو یا بقدری  
جو کچھ ہو سو ہو بس کی تو کچھ بات نہیں

ناصح نہ سنا سخن مجھے جس تس کے  
جو تو نے کہا یہ آوے جی میں کس کے  
کیونکر نہ بلوں بھلا جی میں اس سے آہ  
دل رہ نہ سکے بغیر دیکھے جس کے

## مُحَسَّنَات

یار فقط نہ آئند دیکھ کے تجھ کو ہو خجل  
بکھے اگر تو صبح دم مہر بھی ہو وے منفصل  
شب کو تو آ جو بزم میں بیٹھا ہمارے متصل  
تیرے بھی منہ کی روشنی رات گئی تھی ہر سے مل  
تاب سے تاب رخ سے رخ نور سے نور ظل سے ظل  
وصوم ترے جمال کی سنتے ہی سب پری رخاں  
اپنے گھروں میں چھپ گئے ترنم کے مارے ناگہاں  
وصفت اب ایسے حسن کا اور کروں میں کیا بیاں  
یوسف مصری سے میاں ملتے ہیں تیرے سب نشا  
چشم سے چشم لب سے لب زلف سے زلف تل سے تل

چاک ہو گل کا پیر ہن مرنے سے عندلیب کے  
 پرزے کتاں کے اڑ گئے ماہ کے دل میں داغ دے  
 شمع جلی جورات کو ساتھ پتنگ بھی جلے  
 جتنے ہیں شنگھان عشق اُن کے ازل سے ہیں ملے  
 اشک سے اشک نم سے نم خون سے خون گل سے گل  
 قیس بھی اپنے عشق میں زور ہی نام کر گیا  
 مرنے کی جس کے تعزیت کرتے ہیں دشت خاک اڑا  
 جان گئی تو کیا ہوا عشق میں شرط ہو وفا  
 جب سے مواہی کو کہن کہتے ہیں اس کا غم سدا  
 کوہ سے کوہ جو سے جو سنگ سے سنگ سل سے سل  
 ہجر میں ایک عمر سے ہم بھی جو بقرار تھے  
 کون سے درد و غم ہوئے آہ جو وہ نہیں ہے  
 شکر ہو بارے یک بیک بعد صد انتظار کے  
 یار ملا جو آنظیر میرے گلے تو مل گئے  
 جسم سے جسم جاں سے جاں روح سے روح دل سے دل

---

رکھتا ہو وہ انداز ترے کان کا بالا  
 دیکھتے تو وہیں ہو مہ نواں کے ہالا  
 ہر دلبر گلرو سے ترا ناز ہو بالا  
 مکھڑے کو ترے دیکھ کے رشک گل لالہ  
 پھولے ہو پڑا دل میں تیرا چاہنے والا

لب لعل، دہن غنچہ، بدن سیم جہیں ماہ  
یاد آتی ہو دیکھے سے ترے قدرت اللہ

قامت کو ترے دیکھ یہ کہتے ہیں دلا گاہ  
عالم کے چمن ساز نے یہ سرو کیا واہ

خوبی کے گلستاں میں عجب شان سے بالا

ہو آج ترے حسن کی وہ شان و تجل  
انسان تو کیا حورو ملک میں ہی پڑا نعل

نازک بدناں ہو کے ترے عشق میں مہل  
سب تن کو ترے دیکھ یہی کہتے ہیں اہل

اللہ نے کس نور کا یہ عطر نکالا

چہرے سے جواو جان تو پردے کو اٹھاوے  
خورشید بھی ذرہ ہو ترے سامنے آوے

برجیں ترے دیکھنے کی تاب نہ لاوے

مہتاب بھی منہ رشک سے ہلے میں چپا کو

دیکھے اگر اکدم ترے کھڑے کا اُجالا

تو حُسن کے عالم میں وہ ہوا ی شہِ خواں

محبوب ترے دیکھنے کا رکھتے ہیں اراں

آئینہ تجھے دیکھ کے رہ جاتا ہر حیراں

دنیا میں جسے کہتے ہیں سب مل کے پرستاں

واں بھی ترے عالم نے بڑا شور ہو ڈالا

کیا کیا میں کہوں وصف ترے ناز و ادا کا

میں نے تو کوئی ناز نہیں ایسا نہیں دیکھا



یک شمتہ یہ اس ناز و ادا کا ہی ادا  
 دل طور تغافل سے جو نہی گرنے پر آیا  
 جھپ اس کو تری طرز تبسم نے سنبھالا  
 وہ دل کہ بہت طالع ہیں یہاں جس کے مددگار  
 ہوتا ہو وہ ای جاں تری کا کل میں گرفتار  
 رکھ دھیان عنایت پہ ترے حسن کی ہر بار  
 مشتاق نظیر اک نگہ لطف کا ہی بار  
 اس کو بھی پلا دے کبھی اس محو کا پیالا

دل کے دینے پر یہ کہتے ہو ویں ہم مغرور کیا  
 اور وفا اپنی دکھا کر ہو ویں ہم مسرور کیا  
 کثرت حسن اس صنم کے ہو سکیں مذکور کیا  
 لاوے خاطر میں ہمارے دل کو وہ منظور کیا  
 جس کے آگے مہر کیا، مہ کیا، پری کیا، حور کیا  
 چاہ تو کی ہو تمھاری ہم نے دیکر دل کو یاں  
 پر نہیں طرزوں سے واقف اسکی اب تک ای کیا  
 ہم ابھی چاہت کے کوچے میں ہیں جوں نوواروں  
 دل نیا ہم نے لگایا ہی بتا دو مہرباں  
 اس کی ہر کیا، روش کیا، رسم کیا، دستور کیا  
 ہی یہی لازم کہ اس کی چاہ کا ہم دم بھریں  
 خوش رہیں یا اشک سے ہر آن آنکھوں کو بھریں

کچھ فریب و فن کے اوپر دھیان کیا اپنا دھریا  
 یاد ہوں عیاریاں جس کو بہت ہم کیا کریں  
 اس کے آگے مکر کیا، جھل کیا، فسوں کیا۔ زور کیا  
 دلبروں میں وہ صنم ایسا ہی سرکش تند خو  
 کھینچے ہی ابرو کی تیغ اپہر اسے دیکھے ہی جو  
 ٹھان کر ہم نے یہ دل میں آج ہونی ہی سوچا  
 یوں کہا ہم لیں گے بوسہ اب تو چھو کر زلف کو  
 بولا منہ کیا، دستگاہ کیا، تاب کیا ہتھکڑیا  
 دل ہوا جس روز سے اس گل کے سنبھل میں اسیر  
 الفت و مہر اس کی ہی اس کے نہایت دل پزیر  
 کیا ہوا اگر وہ ہمیں رکھتا ہی نظروں میں حقیر  
 ہم کو چاہت ایک سی ہی اس پر یو سے نظیر  
 روبرو کیا، در قفا کیا، متصل کیا، دور کیا

---

میاں یہ کس پری کے ہاتھ پر عاشق ہوئی ہندی  
 کہ باطن میں ہوئی ہی سرخ ظاہر میں ہری ہندی  
 کرے خونیں دلوں سے کیوں نہ ہر دم ہمسرا ہندی  
 کٹی، کچلی گئی، ٹوٹی، اچھنی، بھگی پسی ہندی  
 جب اتنے دکھ ہے جب اس کے ہاتھوں میں لگی ہندی  
 خنا کی مچھلیاں اس کے کھٹ رنگیں میں جو دکھیں  
 نگہ میں آن کر اس دم عجب رنگینیاں جھلکیں

کہوں کیا کیا میں ان مہندی بھرے ہاتھوں کی اب ترین  
 شفق میں ڈوب کر جوں پہنچے خورشید ہو رنگیں  
 چمک میں رنگ میں سرخی میں کچھ ایسی ہی تھی مہندی  
 ہتیلی چاند سی ہو جن کی اور ناخن ستارے ہوں  
 وہ پتلی انگلیاں جن سے نزاکت کے سہارے ہوں  
 طلای نقری ہیروں کے چھتوں کے کرارے ہوں  
 جو گورے گورے ہاتھ اور نرم و نازک پیار پیار ہوں  
 تو بس وہ جان میں مہندی کی اور ان کا ہر جی مہندی  
 وہ پہنچے جن میں پہنچی سو نیاز و عجز سے پہنچی  
 اور ان پوروں کے طے سے بڑھی ہوشان چھلوں کی  
 عجب تم بھیگتی ہو اور عبث پتھر سے ہو پستی  
 کف نازک پر اس کے تو ہو اصلی رنگ کی سرخی  
 تمھاری دال یاں گلنتی نہیں سنتی ہو بی مہندی  
 جو دیکھا میں نے ان مہندی بھرے ہاتھوں کا ہل جانا  
 انگوٹھی بانک چھلے آرسی کا پھر نظر آنا  
 مراد دل ہو گیا اس شمع رو چنچل کا پروانا  
 بھلا کیونکر نہ ہوں یارو میں اس کو دیکھ دیوانا  
 کہ ہو ویں جس پر یرو کے پری ہاتھ اور پری مہندی  
 یکایک دیکھ کر مجھ کو وہ چنچل نازیں بھری  
 ادھر میں نے بھی دیکھا خوب اس کو کر کے بے شری  
 کہوں کیا کیا میں اس کی اب نزاکت واہ اور نرمی  
 ہوئی بانک اسے سیری نگاہ گرم کی گرمی

کہ دست و پا میں اس کے دیر تک میلی گئی مہندی  
کہاں تک گلغزاروں کے بھی ہاتھوں کو رسائی ہو  
کہ جن کے واسطے اللہ نے مہندی بنائی ہو

یہ سرخی محل نے لے پنچہ مر جاں نے پائی ہو  
نظیر اس گلبدن نے اور ہی مہندی لگائی ہو  
مبارکباد، اچھا، واہ وا خاصی رچی مہندی

جہاں میں ہم سے جو پُر غم رہے رہے نہ رہے  
سرور و عیش سے باہم رہے رہے نہ رہے

جو یاں بہت رہے یا کم رہے رہے نہ رہے  
ہم اُنک غم ہیں اگر تھم رہے رہے نہ رہے  
مژہ پہ آن کے ٹک جم رہے رہے نہ رہے  
نہ زیب کعبہ نہ دیرومغاں کی رونق میں  
نہ حسن وشت میں نہ گلستاں کی رونق میں

کوئی کہے تو بھلا ہم کہاں کی رونق ہیں  
رہیں وہ شخص جو بزم جہاں کی رونق میں  
ہمارا کیا ہو اگر ہم رہے رہے نہ رہے  
کسی کی سُن کے زبانی مرا یہ حال تباہ  
چلا ہو گھر سے مجھے دیکھنے وہ حسن پناہ

زنگاہ

ہزار درد سے بھاری ہو اب یہ غم و اند  
بچھے ہو نزاع میں آتا وہ دیکھنے اب آہ  
کہ اس لئے آئے تنک دم رہے رہے نہ رہے

درد کو ایک سراج  
فصحت عمر کی

ہم اپنے غم کو بھلا کس طرح کریں اظہار  
کہ عمر اپنی تو ٹھیکری ہو آ کے مثل شہر ار

کس آرزو پہ بھلا دیویں اپنے دل کو قرار  
بفتا ہماری جو پوچھو تو جوں چراغ مزار

ہوا کے بیج کوئی دم رہے رہے نہ رہے

میاں ہماری تو آنکھوں میں دم ہو برسر راہ

یہ آرزو ہو تھیں دیکھ لیویں بھر کے نگاہ

ہمارا وقت تو رخصت کا آ لگا اب آہ

لمو جو ہم سے تول لو کہ ہم بنو گ گیاہ

مثال قطرۂ شب بنم رہے رہے نہ رہے

بتوں کے عشق میں جینے سے ہاتھ دھو لیجے

ادواناز پہ ان کے منہ ہوں لیجے

جو سبر و ہوش کو کھونا ہو اب سوکھو لیجے

یہی ہی عزم کہ دل بھر کے آج رو لیجے

کہ کل یہ دیدۂ پر غم رہے رہے نہ رہے

جفا و جور میاں تم نے ہم پہ جو کچھ کی

یقین ہو تم کو کہ ہم نے وہ سب خوشی سے ہی

ہزار بات کی اک بات ہی یہ سن لوجی

تمہارے غم میں غرض ہم تو دیکھتے ہیں جی

بلا سے تم کو بھی اب غم رہے رہے نہ رہے

تمہاری بزم میں اس وقت ہم جو حاضر ہیں

نہ جانو کہ ہمارے یہ بار خاطر ہیں

ہم اپنے کام میں ای یار، یار شاہ ہیں  
 یہی سمجھ لو ہیں تم کہ اک مسافر ہیں  
 شک ادا ہم بھی  
 جو چلتے چلتے کہیں تھم رہے رہے نہ رہے  
 ہوس ہی اب تو یہی نقد دل تلک دیجے  
 خراب عیش کی خزاں میں بیٹھ کر پیجے  
 بھرا ہی شوق بہت دل میں آہ کیا کیجے  
 نظیر آج بھی چل کر بتوں سے مل لیجے  
 پھر اشتیاق کا عالم رہے رہے نہ رہے

اب تو ہر شوخ پریوش نے سنبھالا بالا  
 ہر کہیں زور دکھاتا ہی اُجالا بالا  
 سب کے بالوں سے تمھارا ہی نرالا بالا  
 تم نے جس دن سے صنم کان میں ڈالا بالا  
 ہو گیا چاند سے رخسار کا ہالا بالا  
 آئی وہ شوخ جو کل ناز و ادا سے اس جا  
 تھی وہ سچ دھج کہ پری دیکھ کے ہو جائے فدا  
 پھرتیاں اس کے میں غمزدوں کی کہوں اب کیا کیا  
 نوک مڑگاں کو خبر ہونے نہ دی آہ زرا  
 دل کو یوں اس کی نگہ لے گئی بالا بالا  
 چال چلتی ہی عجب آن سے وہ ناز بھری  
 ہر قدم پر مرے سینے میں ہی ٹھوکر لگتی

مستیاں واہ میں کیا کیا کہوں اس جو بن کی

جب ہلاتی ہو صراحی سی وہ گردن اپنی

نشہ حسن کو کرتا ہی دو بالا بالا

اس کی پلکوں کی جو لگتی ہو مرے دل میں نوک

ای دل اس شوخ کے تو بالے سے جو بن کو نہ نوک

آہ سینے میں کروں اپنے میں کس کس کی روک

ایک توقہر ہی کانوں میں کرن پھول کی جھوک

تسپہ کا فر ہی جگر چھیدنے والا بالا

بالے بھٹکاوے کے انداز تھے کرتے کیا کیا

جز خجل ہونے کے کچھ جی سے نہ بن آتا تھا

یہ جو ہر جھوک میں ہو اپنی جھلک دکھلاتا

ای دل اس بالے کی ہرگز تو لگاوٹ یہ نہ جا

تجھ کو بتلاوے گا بانی پہ یہ بالا بالا

جب وہ بن ٹھن کے نکلتے ہیں بنا حسن کی شان

اس کی ہر آن پہ ہوتی ہو فدا میری جان

طرز چتون کی لگاوٹ میں دکھا سحر نشان

وہ بھی کیا آن کا ڈھب ہو کہ دکھاتا ہر آن

کان کے پاس سے سر کا کے دو شالا بالا

ہو گیا جب سے دل اس شوخ کے بالے میں اسیر

کوئی بن آتی نہیں وصل کی اس کے تدبیر

ماں تک اس بالے نے کی ہو مرے جی میں تاثیر

اب تو رہ رہ کے مراد دل یہی کہتا ہو نظیر

اک نظر چل کے مجھے اس کا دکھ لا بالا

بہر دنیا کس قدر بے جام مویستانہ تھا  
خوش معاشی کے لئے متاق بیتا بانہ تھا

شیخ بزم عیش و عشرت کا بجاں پروانہ تھا  
یہ دل ناواں ہمارا بھی عجب دیوانہ تھا

اس کو اپنا گھریہ سمجھا تھا جو مہمان خانہ تھا

رات دن تھا محور ربط و اختلاط دوستاں

کچھ وفا اور بیوفائی کا نہ رکھتا تھا گماں

اس کی نادانی و کم فہمی کروں کیا کیا بیان  
تھے جو بیگانے یگانے ان کو گنتا تھا بجاں

اس قدر غفلت میں عقل و ہوش سے بیگانہ تھا

ہی طلسم پر عجائب عالم ظاہر سمات  
جس کا رخ آیا ادھر بازی ہوئی پھر سکی بات

راستی پوچھو تو ہی سو بات کی یہ ایک بات

لے لیا معنی کو اور صورت کو جاننا بے ثبات

غور سے دیکھا تو عالم میں وہی فرزانہ تھا

فی المثل پہنچے ہم ہاں درہم و دینار و دام

یا سرور روز و شب تا انتعاش صبح و شام

یہ نہیں وہ موی جو ٹھہرے ایک ساغر میں

کیا غم اس اسباب ظاہر کا نہ ہو جس کو قیام

چشم معنی میں میں یکساں ہی اگر تھا یا نہ تھا



جائے عشرت کیا جہاں ہووے تبدیل ہر زمان  
 یعنی جرثروت تھی یاں سو آج پہنچی جا کے داں  
 فکر سے دیکھا تو کیا تنہا ہی اسے دوستاں  
 کہتے ہیں عہد سلف میں تھا کوئی ایسا مکان  
 قطعہ خلد اس کا ایک اک کبج اور کاشانہ تھا  
 رفعت اس کے بام کی بام فلک سے تھی دو چار  
 منظریں بھی حسن و خوبی میں تھیں یکسر آشکار  
 ہر مکان اس کا مرصع اور مطلق استوار  
 پر صفا و پر ضیا و پر نگار و پر بہار  
 زیب سے سو سو طرح اس میں جوشاخ و شاخ تھا  
 ساکن اس کے عیش کے رکھتے تھے کیا کیا کچھ درود  
 کر رہے تھے سو تماشے خوش دلی کے زود زود  
 بچ رہے تھے با بجا قانون و بین و چنگ و عود  
 لحظہ لحظہ عیش و عشرت و مہم دم رقص و سرود  
 گر یہ مینا و یکسر خندہ پیمانہ تھا  
 کچھ نہ رکھتے تھے بغیر عیش و طرب کے دل میں یاد  
 تھے مہیا سب طرح خاطر کے مقصود و مراد  
 سیر کرنے کو بہ ہنگام مسایا با داد  
 مالک اس کا جب وہ پشت بام پر پھرتا تھا  
 کیا کہوں کیا کیا اسے ناز سرافراز نہ تھا  
 عشرتیں کرتا تھا داں ہر دم وہ کس کس طور سے  
 ہرگز اندیشہ نہ تھا کچھ آسماں کے جوہر سے

یہ تبدیل سوچو اے دوستو ملک غور سے  
 تھا جہاں یہ کچھ عیاں و اں انقلاب دور سے  
 یک مزہ برہم زدوں میں کچھ نہ تھا ویرانہ تھا  
 ہو جہاں یہ شکل و اں باقی رہے کیا ہوش میں  
 سردی آ جاوے نہ کیونکر پھر موس کے جوش میں  
 کس طرح سے دل تیر کے نہ ہو آغوش میں  
 و اں طنین یک گس آے نہ ہرگز گوش میں  
 جس جگہ شور قیامت ساز نوبت خانہ تھا  
 کیوں نہ ہو عقل و خرد کی عالم حیرت میں راہ  
 ایسے ایسے جب یہ تبدیلیاں آ جاویں نگاہ  
 خطفہ برق ان کو گئے یا شراب کہئے آہ  
 و اں نظر آیا نہ ہرگز پارہ سنگ سیاہ  
 جس جگہ لعل و گہر سے پر جواہر خانہ تھا  
 جس گہڑی اسباب دنیا اس قدر ہوں بی وفا  
 پھر دل آگاہ کو کیا اعتماد اس کا بھلا  
 بے بقائی اس کی جو جو کہئے وہ سب ہی بجا  
 خوب جو دیکھا نظیر ان رفتگاں کا ماجرا  
 پھر خوف و عبرت آیندگان افسانہ تھا

# قطعات

کہا یہ دل نے مجھے ایک دن کہ باغ کو دیکھ  
 ذرا تو چل کے گلستاں کو شب چراغ کو دیکھ  
 جو نہی گیا مید جن میں تو دل ہوا حشرم  
 گلوں کے حسن کو اور ناز اور دماغ کو دیکھ  
 کہ اس میں آیا نظر مجھ کو اک گل لالہ  
 میں شاد اس کے ہوا عیش با فراغ کو دیکھ  
 یکایک اس نے کہا تو نگہ نہ کر مجھ پر  
 نہ میرے بادۂ شبہم سے پر ایام کو دیکھ  
 نہ مری دیکھ تو بہزی نہ رنگ سرخ نظیر  
 ہو درد مند اگر تو تو میرے داغ کو دیکھ  
 ایک دن رو کر لگا کہنے دل شیدا مجھے  
 تو نے عیش زندگانی کچھ نہ دکھلایا مجھے  
 میں کہا، بازار دنیا میں ہی سب کچھ دیکھنی  
 جو تجھے درکار ہی اس کی تو کراپما مجھے  
 گریہ دولت چاہئے تجھ کو تو ہی یہ بیوفا  
 بیوفا سے پھر توقع کیا تجھے اور کیا مجھے  
 وصف اس بازار دنیا کا کہوں میں تجھ سے کیا  
 اک نکتہ اس گھڑی، ہی خوب یاد آیا مجھے  
 ایک مزارستاں میں ای دل اک مزار کہنہ تجھی  
 وال ہدایت نے شگاف ایک اس میں دکھلایا

نقص تھی اک چمن بندی اور اس میں ایک شخص

مند زین پہ بیٹھا واں نظر آیا مجھے

ناگہاں باصد تا سفا ہائے دنیا کہہ اٹھا

اس کے کہنے سے تعجب ہو گیا اس جا مجھے

میں کہا ان خوبیوں میں چاہئے افسوس کیا

سن کے بولا اس کا اب افسوس ہی آتا مجھے

میں نے واں کی تھی عبادت اور ریاضت چند روز

لطف حق نے اس کے بدلے یاں یہ کچھ بخشا مجھے

اور جو میں بھر عمر رہتا واں عبادت میں تو پھر

کیا کہوں اس کی عوض ملتا یہاں کیا کیا مجھے

سن کے اس نکتے کو مجھ سے یوں کہا دل نے نظیر

سچ کہا تو نے نہایت یہ پسند آیا مجھے

ایک دن دل خود بخود اک بار قہ کر ہنسا

میں نے اس کا دیکھ کر وہ خندہ دنداں منا

یوں کہا تجھ کو ملا کیا گنج دولت کا کوئی

یا پڑا یا یا کوئی تو نے جو اہر بے بہا

یا کہیں سے منصب و جاگیر کی پہنچی نوید

یا تجھے خط اماں کلک اجل نے لکھ دیا

تو ہی غرق معصیت تجھ کو تو ہو کر منفصل

چاہئے عذر گنہ کرنا بصد درد و بکا

ایک دن تیری طرح سے میں بھی باعیش و نشا

مثل گل خنداں و خرم اک گلستاں میں گیا

دیکھ کر ہنستا مجھے اک گل یہ بولا او میاں  
اس قدر اس باغ میں ہنستا نہیں سمجھ کوروا

میں نے اس کو یوں کہا آخر اسی گلزار میں  
تو بھلا کس واسطے ہنستا ہی ایسا کھلکھلا

سن کے اس نے قطرہ شبنم کے آنسو چشم سے  
کر کے جاری اور بصد افسوس یوں مجھ سے کہا

میرے اور ہنسنے میں تیرے ہی نہایت اختلاف

تو ہنستا غفلت سے اور میں عمر پر اپنی ہنستا

کل جو تھے یاں گل کھلے آج انہی ایک اک پنچہ  
سامنے مرے اڑا کر لے گئی باد صبا

اب کوئی دم میں یہی ہوگی مری صورت نظیر

پس تیرا ہنستا بجا ہی یا مرا ہنستا بجا

کہا دل نے مجھے اک دن کہ یاں دولت غنیمت ہی

نشاط و کامرانی فرحت و عشرت غنیمت ہی

یہ سن کر میں نے اس سے یوں کہا کہتا ہی کیا ای دل

یہ دنیا کی ہوس ہی تو اسے کہہ مت غنیمت ہی

حباب آساتری ہی زندگی اس بحر دنیا میں

اگر تو غور سے دیکھے تو یہ مہلت غنیمت ہی

پس اس مہلت میں تجھ سے جو عبادت اور ریاضت ہو

تو وہ نعمت تجھے ای دل بہر صورت غنیمت ہی

نظیر اب تجھ سے کہتا ہی یہ ای دل اتنی فرصت میں

جو کچھ حسن عمل کرے تو یہ فرصت غنیمت ہی

کہا یہ دل نے مجھے دیکھ کر شب مہتاب  
کہ میں ہوں اس شب مہتاب میں بہت بیتاب

جو آج کچھ بھی سرے پاس سیم و زر ہوتا  
تو کیا ہی عیش کے کرتا میں اس گھڑی اسباب  
بلا کے مطرب و رقص چند باد لہ پوش  
بچھا کے فرش مکلف سفید آئینہ تاب

جو چیزیں بزم طرب کی ہیں سب مہیا کر  
خوشی سے بٹھتا محفل میں جوں گل شاداب  
ادھر سرور دکھاتے بہار رقص و سرود  
ادھر سے عیش بڑھاتے صدائے جنگ و رہا

برستے عیش و نشاط اس طرح سے کر کے ہجوم  
کہ جیسے بر سے ہو جھڑ باندھ باندھ جوش سجا  
سحر ملک غرض اس بزم عشرت آگیں سے  
ہزار فرحت و عشرت میں کرتا استیباب  
یہ سن کے میں نے کہا دل کو ایسی محفل تو  
پچاس ساٹھ روپی میں بھی ہو سکے ہر شتاب

کچھ ایسی بات نہیں یہ تو ہی ابھی موجود  
پرایک بات میں پوچھوں جو اس کا دے تو جو آ

ہوے ہیں وہ جو جم و کیتباد و کیکانوس  
کب ان کی دولت و حشمت کا ہو سکے ہر حنا

انہوں نے کھو کے کروڑوں روپیہ دیکھی سیر  
پھر آخرش نہ وہ حشمت رہی نہ وہ اسباب

صراحی رہ گئی حسرت سے خونی دل پی کر  
 پیالہ رہ گیا حیرت سے کر کے چشم پر آب  
 تو بس اسی میں تو عبرت پزیر ہو اے دل  
 کہ عیش و عشرت دنیا خیال ہو یا خواب  
 تو جس کو زیست سمجھتا ہو وہ ہی شعلہ خن  
 تو جس کو عیش ہو گنتا سو وہ ہی نقش بر آب  
 تو آب جس کو سمجھتا ہو عطش غفلت سے  
 وہ موج آب نہیں ہی فقط ہی موج سرب  
 نہیں وہ چاندنی ہو جس کے بعد تاریکی  
 نہیں وہ عیش کہ ہو جس کے بعد رنج و عذا  
 وہ می کہ پہلے ہو جس میں سرور پیچھے شرور  
 سوائے آب شر اصلاً نہ کہئے اس کو شراب  
 تو جس کے واسطے کرتا ہی اس قدر افسوس  
 مرے قیاس میں ہو وہ خلافت رائے صواب  
 مگر خطا نہیں تیری میں خوب سمجھا ہوں  
 فریب دیوے ہی تجھ کو یہ نفس خانہ خراب  
 تجھے تو نفس کے برعکس چاہئے کرنا  
 کہ جس میں زور نہ پاوے یہ مفتری کذاب  
 ضیا و نور عبادت سے اپنا خانہ دل  
 کر ایسا جیسا کہ ہی آفتاب عالم تاب  
 فروغ طاعت و تقویٰ کر اس قدر پیدا  
 کہ جس سے تیری شب کور ہو تجلی یاب

بھروسہ عمر کا مت کر نہیں وفا اس میں  
 جو کچھ نکوی ہی کرنی تو وقت را دریا ب  
 نظیر کی تو یہی بات یاد رکھ اے دل  
 کہ یہ جہاں تو ہی دریا اور اس میں تو ہی جہاں

## ترجیع بند

اے گل اندام دل آرام پر یزاد صتم  
 کتنے دن سے جو تری وضع کو ہیں دیکھتے ہم  
 نہ تکلم نہ تبسم نہ تلطف نہ کرم  
 کیا خطا ہم سے ہوئی جس سے ہوا تو بزم  
 تو تو معشوق ہی البتہ نہیں تجھ کو عنتم  
 لیکن اس بات سے ہی ہم کو بہت درد و اہم  
 چاہے شمشیر لگا لے تو برابر و نہ مروڑ  
 ٹکڑے ٹکڑے ہیں کر ڈال تو پر دل کو نہ توڑ  
 خبر دیوں کے تیس چاہئے خوش کرداری  
 یعنی خوش خوی و خوش خلقی و خاطر داری  
 غمزدوں اپنے کی ہر آن نئی غم خواری  
 مہر محبوبوں سے لگتی ہی نہایت پیاری  
 پیار میں سہتے ہیں عشاق بھی ہلکی بجاری  
 خوبی رکھتی نہیں آزر دگی و بیزاری



چھوڑ نرمی کو قدم سختی کی منزل میں نہ رکھ  
 سوگرہ زلفت میں رکھ پر تو گرہ دل میں رکھ  
 دیکھ کر تو جو ہمیں لیتا ہی ہر دم منہ موڑ  
 ہم سمجھ جاتے ہیں پیارے تیری خاطر کی ٹوڑ  
 بے گتہ ہم سے تو اب رشتہ الفت کو نہ توڑ  
 تیری خفگی سے ہمیں ہوتے ہیں اندوہ کروڑ  
 عرض کرتے ہیں تیرے سامنے ہم ہاتھ کو جوڑ  
 یہ چلن خوب نہیں ہوا سے اے جان تو چھوڑ  
 ہو کے محبوب دل آرام دل آزار نہ ہو  
 گل کیا ہی تجھے اللہ نے تو خوار نہ ہو  
 ہم تو اے جان دل و جاں سے ہیں اب تجھ پہ نثار  
 تیرے بن دیکھے نہیں رکھتے ہیں ایک آن قرار  
 چاہنے والوں سے لازم نہیں خاطر میں غبار  
 تا بمقدور نہ کیجے دل عاشق بیزار  
 گرچہ عالم میں بڑے حسن کے ہیں گے گلزار  
 لیکن اس باغ کی ہی چاہنے والوں سے بہار  
 گل کی رونق جو ہی بلبیل ہی کے منڈلانے سے  
 شمع کی گرمی بازار ہی پر دوانے سے  
 تو جو تیوری کو چڑھاتا ہی ہمیں دیکھ نمایاں  
 اور عیاں کرتا ہی چہرے پہ یہ خفگی کے نشان  
 دیکھ ناخوش تجھے ہم ہوتے ہیں دل میں حیراں  
 بھید اس بات کا ہوتا نہیں کچھ ہم پہ عیاں

منہ بنا بیٹھنا ہر چند کہ ہی حسن کی شاں  
 پر وہ موقع سے اگر ہو تو بجا ہوا و جاں  
 بے سبب ہو کے خفا رنگ نہ بدلا کیجے  
 چشمہ صاف محبت کو نہ گدلا کیجے  
 اے مرے مہر جہیں چھوڑ یہ خفگی کی چال  
 بدر دل دیکھ ترے غصہ کو ہوتا ہی ہلال

ہم سے وہ کونسی تقصیر ہوئی ہو فی الحال  
 جس کے باعث ترا اب آیا ہو خفگی پہ خیال  
 روٹھنے سے ترے ہی ہم کو بہت روغ و لال  
 ہم ترے ذرۂ بیقدر ہیں۔ اے مہرِ شاں  
 ڈال مت ہم کو عبث غم کی پریشانی میں  
 بے خطا چین نہ لا اپنی تو پریشانی میں  
 ہم سے آزرده جو ہونا تھا تجھے بے تقصیر  
 کیوں کیا تھا ہمیں پھر دام میں زلفوں کے اسیر

جس سے یک چند طے رہتے ہیں اے ماہِ نیر  
 عمر بھر کرتے نہیں اس کے تئیں پھر دلگیر  
 اب تو دل کھول کے ملنے میں نہ کر کچھ تاخیر  
 ہی ہی خوب ترے حق میں جو کہتا ہو نظیر  
 دل کو عشاق کے شے کی طرح تنگ نہ کر  
 صلح کر چاہنے والوں سے میاں جنگ نہ کر

ہم پراگندے ہرمت اتنی روا پیدا رکھ  
 لطف سے ویرانہ دل کو مدام آباد رکھ  
 ہم نے کیا کیا دیکھے دل تیرے رکھا ہو دل کو شاد  
 منہ دکھا کر تو بھی اب دل کو ہمارے شاد رکھ  
 جیسے دل دے کر کیا ہم نے کھلے بندوں تجھے  
 تو بھی قید غم سے ویسا ہی ہیں آزاد رکھ  
 قصر دل کا اہندام اچھا نہیں ہوتا مایاں  
 گر بھلا جائے تو بیدردی کی مت بنیاد رکھ  
 راستی پیشوں سے کرنی کجروی بہتر نہیں  
 اور جو کرتا ہی تو پھر یہ بات دل میں یاد رکھ  
 بے دماغی سے نہ چلے گی طرح داری تری  
 سرد مہری سے نہ ہوگی گرم بازاری تری  
 ای گل خنداں لگامت تو ہمارے دل میں خار  
 صاف دل ہیں ہم نہ رکھ تو اپنی خاطر میں غبار  
 ہو کے آفرورہ ہمیں مایوس مت کر لطف سے  
 ہم فقط ہیں اک نگاہ مہر کے امیدوار  
 جس سبب سے تلخ ہی تو ہم سے ای شیریں سخن  
 مت نہاں رکھ اس کو دل میں شوق سے کراشکار  
 جھوٹ ہووے گا تو آپنی دیں گے ہم اس کا جزا  
 اور جو سچ ہوگا تو ہم آپنی سے ہونگے شرمسار  
 ہاں تو بحر حسن و خوبی تجھ کو یہ لازم نہیں  
 موج بے تابی سے کرنا ہم کو ہر دم ہم کنار

گر تکدر کا سبب غماز بے انصاف ہو  
اُس سخن چس کی خطا ہو یاں تو سینہ صفا ہو  
یاد ہو آگے جو غمازوں نے تھا بہتاں کیا  
جب بچشم غور دیکھا سچ وہ نکلا تو بتا

ہیں سخن کہنے میں گو اہل ہوس سیاب طبع  
لیکن ان کی بات کا ہو سو چنا بھی کیمیا  
جس نے پی تیرے گلابی چشم کے پیالے میں مو  
اس پہیے نے بھلا پھر اور ساغر کب پیا

لاکھ صورت سے لگاوے کوئی بے معنی سخن  
ہم نے دل اے شمع رو تجھ بن کسی کو کب دیا  
ہم سے چھٹنے کا نہیں چکر ترے کوچے کا جان  
جب تلک بھرتی ہو سر پر آسماں کی آسیا  
وہ تو از روے گماں غماز کا بہتان ہو

تو اسے جانے یقین یہ تو بڑا طوفان ہو

قامت موزوں ہو تیرے باغ خوبی کا نہال  
کیا قیامت ہو کہ تو ہم کو نہیں کرتا نہال  
کبک ہوتی ہو تری رفتار کے آگے خجل  
ہم سے تو بیرحمیوں کی کس لئے چلتا ہو چال

کیوں نکالے ہو ہمیں محفل سے اپنی سوچ تو  
کو نسا گل باغ سے دیتا ہو بلبل کو نکال

ہم تو سر پاؤں پہ رکھتے ہیں ترے ہو کر خوشی  
تو ہمیں کس واسطے کرتا ہو غم سے پائمال

نقص کیا دیکھا ہمارے چاہ میں اکی تندخو  
 جس کے باعث سے تری ہم پر یہ خفگی ہی کمال  
 ہم کھڑے ہیں منتظر اور تو نہیں کرتا نگاہ  
 اور تو اب کیا کہیں بس واہ واہی واہ واہ  
 تو جو رشتے کی طرح کھاتا ہی ہم سے بیچ و تاب  
 سوزن غم دل میں لگتی ہی ہمارے بے حساب  
 ہم کو چشم لطف ہی تجھ سے سو تو اس کی عوض  
 بے مروت ، بے گنہ ، بے جرم کرتا ہی عتاب  
 ذرہ گونا چیز ہی پر مہر اپنے مہر سے  
 دیکھ کتنی دور سے کرتا ہی اس کو نوریاب  
 بس اس صورت سے تو بھی مہر بانی کر میاں  
 ہم ترے فتنے میں اور تو ہی ہمارا آفتاب  
 لشکر آزدگی سے تیرے اکی سرکش صنم  
 کشور خاطر ہمارا مدتوں سے ہی خراب  
 چیں بہ ابر و تیرا ہونا حق میں اپنے سیف ہی  
 ایک نگہ کی تو کرے ہم سے بخیلی حیف ہی  
 کیوں بدلتا ہی ہمیں تو دیکھ کر ہر آن رنگ  
 ہم ہیں تجھ سے صلح میں تو کس لئے کرتا ہی جنگ  
 دلکشائی جس کی کیجے مہر سے پھر جوڑ سے  
 غنچہ ساں اکی گل نہ کیجے اس کی پھر خاطر کو رنگ  
 حسن کو مت دیر پا اپنے سمجھ غافل نہ ہو  
 یہ وہ طائر ہی جسے اڑتے نہیں لگتی درنگ

اب جو کرنا ہو وہ کر لے دور خوبی میں میاں  
 پھر نہیں پھرتا کہاں سے جس گھڑی نکلا خدنگ  
 شیشہ دل کو ہمارے بے سبب ہو کر خفا  
 توڑ مت اے بے وفا سنگیں دلی کا لے کے سنگ  
 اس قدر بے رحم اور بے درد مت یک نخت ہو  
 نرم وضعوں سے میاں اپنے نہ اتنا سخت ہو  
 جو مزا ہی مہر میں نا مہر بانی میں نہیں  
 لطف سے خوبی دو بالا ہوتی ہر اے نازیں  
 ہو گیا جو کچھ کہ ہونا تھا بس اب جلدی سے تو  
 دور کر غصے کو اور ہو مہر بانی کے قریں  
 ہر یقین تجھ کو بھی یہ دل سے کہ تیری چاہ میں  
 ہم نے اک مدت سے کیا کیا کچھ جفا ئیں ہیں ہیں  
 حسن کا رہنا ہمیشہ عفتل میں آتا ہو کب  
 گرچہ دولت ہو بڑی لیکن نہیں رہتی کہیں  
 یہ جو ہم شکوہ ہیں کرتے تجھ سے ہو کر رو برو  
 سب یہ الفت کا سبب ہی ٹھیک جان اس کے تئیں  
 تیری فطرت سے نظیر اب شاکی ہو دن رات کا  
 آ ملا جب تو گلے سے پہر گلا کس بات کا  
 ترکیب بند

تیرے لب لعل سے گل اندام      ہی حمرت لعل حسرت انجام  
 گلبرگ ہو غرق شبہم رشک      دیکھے سے ترا یہ لطف اندام

عارضہ سے نجل ہی عارض صبح  
یہ حسن پہ کام دل تو پا کر  
خوبی نے کیا ہی تجھ کو زیبا  
اتنی بھی نہ کیجئے جفائیں  
دکھ پا کے تری تعدیوں سے  
ہم سخت بجاں ہیں اور دل آرام  
اب چھوڑ عتاب کی ادا کو

دے طول نہ رشتہ جفا کو

رہتے ہیں تری جفا سے گلو  
کاہے کو یہ شکل ہو ہماری  
غم دیدہ ہی موبو ہمارا  
دل تجھ سے چھڑا نہیں بھی سکتے  
گردیکھے تو ہنس کے اس طرف کو  
ہم چاہتے ہیں اشارہ لطف  
تنگ آئے ہیں اب تو ہم نہایت  
اب چھوڑ عتاب کی ادا کو

دے طول نہ رشتہ جفا کو

تجھ میں تو نہ تھی جفا کی علت  
کیا ہم سے خطا ہوئی کہ جس سے  
ہاندھی ہو کمر ستم پہ تو نے  
رکھ ہم سے وہی نگاہ پہلی  
دل ہم سے لیا تھا منتوں سے  
آرام و قرار و طاقت و صبر  
نفرت سے تجھے تھی سخت نفرت  
کم ہو گئی تیرے دل کی الفت  
سب چھوڑ کے مہر اور محبت  
ایسا بھی نہ ہو تو بے مروت  
اب جاتی رہی کہاں وہ منت  
سب ہوتے ہیں آج ہم سے رخصت

ہر آن کی رنجشوں سے تیری پہنچی ہو ہمیں بہت اذیت

اب چھوڑ عتاب کی ادا کو

دے طول نہ رشتہ جفا کو

سمجھے تھے تجھے ہم اپنا دلدار سو تو نے کیا ہمیں دل افکار

خیر اس کا گلہ تو ہی بہت سا اب کیجئے کہاں تک اس کو اظہار

جیسا کہ تو ہی جفا سے مجبور ہیں ویسے ہی ہم وفا سے لاچار

دل تجھ سے ابھی چھڑالیں ہم تو پراہل وفا کا یہ نہیں کار

اقرار کیا ہو ساتھ جس کے پھر اس سے کبھی نہ کیجئے انکار

جتنا کہ تو ہم پہ مہربان تھا اتنا ہی ہوا ہی اب تو بیزار

شدت سے ہم آگئے ہیں عاجز ای دلبر و دل شکن۔ دل آزار

اب چھوڑ عتاب کی ادا کو

دے طول نہ رشتہ جفا کو

دل تیرے لگا کے فال و خد سے ہم تجھ پہ فدا میں دیکھ کد سے

آتے ہیں تیری گلی میں بیباک ہر روز ہم عشق کی سند سے

الفت میں ترے لگا کے دل کو فارغ ہیں جہاں کے نیک و بد سے

چاہت سے تیری، ہمیں کسی کے مطلب نہ قبول سے نہ رد سے

دیوانہ کو تیرے ای پری رو کیا کام ہی دانش و خرد سے

ہم تیری ادا کے بتلا میں کاوش تو نہ کر جفا کی کد سے

آزرد گیوں سے تیری ہم پر گزرا ہی الم زیادہ حد سے

اب چھوڑ عتاب کی ادا کو

دے طول نہ رشتہ جفا کو



ہو حسن میں تجھ کو سا جذاری اور کشور دل میں حکم جاری  
 ہو سا ہو رنگ بلبل زار گل دیکھ کے تیری گلخزائی  
 ٹک دیکھ جفا سے تیری بے ہر کیا شکل ہوئی ہو اب ہماری  
 دل تڑپے ہو مثل مرغ بسمل اور چشم کرے ہو اشکباری  
 تھا جرم وہ کونسا کہ ہم کو دی جس کے عوض یہ دلفکاری  
 گر ہو دے گناہ ہم پہ ثابت تو ہم سے تو لے گناہ گاری  
 کچھ ہم میں نہیں ہو تاب و طاقت اتنی بھی نہ کر ستم شعاری

اب چھوڑ عتاب کی ادا کو

دے طول نہ رشتہ بوجفا کو

وہ گل ہو تو آج حسن ایجاد ہو گلشن حسن تجھ سے آباد  
 قامت کا ترے بیان خوبی کرتے ہیں چمن میں سرو و شمشاد  
 میں تیری ہوا کے ہم ہوا دار تو ہم کو نہ کرا لم سے برباد  
 ہم دیکھ تجھے ہیں شاد ہوتے تو ہم کو کرے ہو غم سے ناشاد  
 یوں زلف میں تیری ہم بھنسنے ہیں ہو دام میں جیسے صید صیاد  
 ہو دل سے فدا جو اپنے اوپر اتنی نہیں کرتے اسپہ بیداد  
 تیرا ہو نظیر جان و دل سے سن عرض یہ اس کی ای پری زاد

اب چھوڑ عتاب کی ادا کو

دے طول نہ رشتہ بوجفا کو

## مثنوی

یک زماں از بحر عشرت زائے ہر آگہی دریاے خاطر میں یہ ہر  
 یعنی ٹک دریا کی جانب جاپے دو گھڑی وہاں دل کو خوش کر آپے

جا پڑا دل شوق کے عمان میں  
 بجہ خواہش سمندر ہو گیا  
 جوش میں آیا محیط آرزو  
 سر سے گزری دل کی موج اشتیاق  
 زورق خاطر کے باندھے بادباں  
 لے چلی کشتی تصور کی بہا  
 شوق جس کشتی کا کشتی بان ہو  
 جس کو خواہش اور طلب کھیتی چلے  
 جس کی ہو وہ آرزو باد مراد  
 جس کے چہرہ ہوں بدست اشتیاق  
 جس کے قبضہ میں ہو س کی ہو مکان  
 دے تمنا جس کو ہر دم بال و پر  
 سیل کی مانند دی دریا کی راہ  
 دشت بھی اک اس کے پہلو سے لگا  
 وصف صحرا پہلے کر لیجے رقم  
 پہلے اس میں ہی سخن پیرا مرا  
 کیں اسی کے آب میں غواصیاں  
 جس کی اک اک موج ہی بحر ہو  
 جس سے من نور کا منظور ہو جس  
 جیسے آئینہ جلا پایا ہوا  
 جیسے آئینہ میں ہو عکس پری  
 قطرہ قطرہ روکش دُرِ قیم

آپڑا جب یہ ارادہ دھیان میں  
 جی طلب کا سر بسر گھر ہو گیا  
 ہر طرف سے دل کے ہو کر و برو  
 آگئی کثرت میں فوج اشتیاق  
 کھینچ کر لنگر ہو س نے ناگہاں  
 تند تر ہو کر تمنا کی ہوا  
 کیوں نہ وہ کشتی رواں ہر آن ہو  
 کیوں نہ وہ کشتی طیش لیتی چلے  
 کیوں نہ وہ کشتی رواں ہو مثل با  
 کیوں نہ وہ کشتی روانی میں ہو طاق  
 کیوں نہ وہ کشتی رواں ہو تیریاں  
 کیوں نہ وہ کشتی ہو پیراں آب پر  
 الغرض غالب ہوئی جب دل کی جا  
 جب نظر آیا کنارہ بحر کا  
 جی نے یوں چاہا کہ خوش ہو دم بدم  
 پر جو اول نام آیا بحر کا  
 بھاگیں اس کی جو طرےں خاصیاں  
 کیا کہوں دریا ہو وہ یا عین نور  
 یوں وہ آب صاف سے پر نور ہو  
 ہو یہ کچھ حسن صفا پایا ہوا  
 ہو یہ کچھ تہ کی تجلی گسری  
 تابش الماس ہو حسرت مقیم

اس کے پہلو سے  
 لگا کر دشت تھا  
 جی نے یہ پاپا پہلے  
 یک قلم۔

دن میں کرتا ہوں وہ آبِ سیم مات  
ہو غدویت اسکی وہ شکر نشان  
قند ہی چکانہ ہوں واں ہو کے تات  
شربت اس پانی کے آگے روتا ہوں  
اس کی شیرینی کی گرسنتی صغیر  
سردی اور شیرینی اس میں یوں ملی  
اولے اس کو دیکھ کر غش کہاتے ہیں  
رات میں ہوں چشمہ آبِ حیات  
شہد جس کے وصف میں عذابِ الیاس  
منہ سے مصری کے بھی نکلے ہوتا  
دودھ بھی پانی سے پتلا ہوتا ہوں  
بھولتی شیریں کو اپنی جوے شیر  
جس طرح ہو برت کی شیریں ڈلی  
ہونٹ شکر کے بھی چپکے جاتے ہیں

موج رکھتی ہوں نزاکت میں وہ بہر  
دیکھ کر اس کی وہ چین دلنشیں  
حد تو یہ ہوں اس کے چین آباد سے  
نیمہ شبہم کی چن کر استیں  
جوں کنارے کی بناوٹ میں ہوں بہر  
رخک میں ہوں یار کی چین جیں  
بھولی ہوں بعد مسلسل یاد سے  
گر کوئی اس موج کے لاتا قرین

تاب کیا جو پاس آنا جانتی  
جب نسیم صبح واں آجاتی ہوں  
کیا کروں اس کے تواتر کا بیاں  
دور ہی سے دیکھ کر چیں مانتی  
بہتی ہوں لہر اس سے اور لہراتی ہوں  
اس طرح ہوتی ہوں چو در پو عیاں کہاتی ہوں

جیسے طبع عشق زر سے زود زود  
ہر حجاب اس کا نزاکت جوش ہوں  
یا کہ ہوں دریائے پہنی کر کے چاہ  
یا ہوا نے قصد کر کے خواب کا  
درج یس میں ہوش اس پر کھوتا ہوں  
کرتی ہیں ہر دم نئی لہریں نمود  
موج کی تھالی کا وہ سر پوش ہوں  
سر پہ شبہم کی فقط سادی کلاہ  
ہی یہ بے چوہہ بنایا آب کا  
گنبد گردوں تصدق ہوتا ہوں

کئے دیکھا سیر میں اس کے سوا  
کئے غیر اس کے میں دیکھی بھالیاں  
ہو ہوا اس میں یہ کچھ خوبی بھری  
ہو تنگ اتنا کہ وار اور پار سے  
پنک کیا کہوں اس کی صفائی اور جھلک  
موتیوں پر غم کے اوئے پڑتے ہیں  
اب کہوں خوبی میں اس کی تاکجا  
آب پر اٹا کٹور اسیم کا  
آب پر چینی کی الٹی پیالیاں  
جس طرح ہوتی ہو شیشہ میں پری  
خوف رکھتا ہو نگہ کے بار سے  
کاسہ بلور رہ جاتا ہو ڈھک ڈھک  
تن میں شیشہ کے پھپھو لے پڑتے ہیں  
بندھ رہی ہو زور میں اس کی ہوا

گردش گرداب ہو اسطور کی  
فکر میں سر کو وہیں دور آگیا  
دیکھ لے گر اس کی گردش کا کمال  
کفٹ پڑا پھرتا ہو اس میں یہ سگن  
چرخ جب کہتا ہو اس پر ہوں نثار  
اس کی گردش میں وہ چکر غاص ہو  
بحر دیکھ اس کی پھرت کی چڑیاں  
جب نگہ جاتی ہو اس میں گھرتی ہو  
اب پڑوں کب تک میں اسکی آب میا  
اور بھی مضمون کو ی میں لانا گھیر  
میں نے اس کے وصف میں جو غور کی  
ہوش کا بھی مغز چکر کھا گیا  
چاک ہووے سیئہ چرخ کلال  
چاک کے ہمراہ جوں پھرتا ہو ظرف  
ہو زبان موج کہتی دور پار  
جس پہ قرباں دامن رقاص ہو  
ناچتا ہو لے کے چکر پھیریاں  
کیا کہوں پانی میں پھر کی پھرتی ہو  
کشتی بول جا پڑی گرداب میں  
گر نہ آ جاتی طبیعت کو گھمیر

ماہی ایک ایک اس کی رہ ندرت بھر  
دیکھتا ہو اس کی خوبی کو یہ مہر  
ہیں وہ ان سے حسن کی ہماریاں  
جس کے ہر اک پر کو کشتی ہو پری  
شب کو عکس ماہ دن کو عکس مہر  
مشت میں جیسے حنا کی ماہیاں

آوے کب لطف ان کا آگاہی تلک  
یوں دل دریا میں ہوتی ہیں عیاں  
ماہی چرخ ان کو پا کر اچھیاں  
ہی بڑھنے کی کجی میں وہ جمال  
ایسی کچھ ان کی وہ کجیاں ہیں نفیس  
ان کی کجیوں پر نظر جب لاتی ہو  
آب تھی ان کی کجی کے رو برو  
وہ کجی جب سر سے پاتک آتی ہو  
دیدہ شوق ان کو ہیں یوں تک رہ  
شور جن کا ماہ سے ماہی تلک جن کا غر  
جیسے نقطہ نون کے ہو درمیاں  
دور سے لیتی ہیں ان کی چھیاں  
دن کو گر ہوتا تو غش کرتا ہلال  
دیکھتا ہی جن کو نون خوشنویس  
برق کیا کیا دھری ہو ہو جاتی ہو  
د لبروں کے آبروں کی آبرو  
نون کی گردن کی ہے بن جاتی ہو  
جیسے ماہی کی دو چشمی ہووے ہے

ہر صدف بلور سے شفاف ہو  
ساحل اس کا وہ صفا سے ہلکنار  
ریگ کے ذرے جو واں ہو اڑیا  
کیا کہوں دروں کی اس کے آہ تپا  
ایک طرف ہیں تازو بنگلوں کے پر  
اس طرح کا بحر جب دیکھا رواں  
طبع میں عشرت پنا ہی آگئی  
ریگ بھی آب گہر سے صاف ہو  
جس کی خوبی کا نہیں کچھ وار پار  
وہ بھی کیسر گو ہر شہوار ہیں  
تلک رہا ہی جن کی صورت آفتاب  
ایک طرف سارس کلنگ اور قرقر  
دل فے بھر میں راحتوں کی کشتیاں  
غم کی کشتی پر تباہی آگئی

پاں سے اب لیتا ہوں میں صحر کی راہ  
ہیں عجب کچھ واں بہاریں واہ واہ

وادی فاطر چمن سے ملتا ہو  
غنتہ دل دیکھتے ہی کھلتا ہو

گلشن اس کے حسن کا دل بستہ ہو  
 باغ اس صحرا کا اک گلدستہ ہو  
 گل سے ہر گل اب رگڑتا دوش ہو  
 بلبلوں کا بھی نہایت جوش ہو  
 اس طرح کی جا بجا ہو سبز کاہ  
 جس سے ہوتی ہو ہری کشت بگاہ  
 ہو نزاکت اس کی سبزی میں یہ۔ واں  
 اٹلس بہن اس قدر نازک کہاں  
 محل اس سبزی کے اوپر سوتی ہو  
 پر نیاں ہر دم تصدق ہوتی ہو  
 اہلہا ہٹ اس کی ہو یہ خوشنا  
 جس طرح چلتا ہو پانی لہر کھا  
 برگ برگ اس کا زمرہ کانگیں  
 قطرۂ شبہم بھی جوں دہشیں  
 موج می ہو اس کی ہر موج ہوا  
 اک نشہ سادل کو آتا ہو چٹھا  
 خواب مغز سر میں ڈالے ہو کند  
 خود بخود آنکھیں ہوئی جاتی ہیں بند  
 او نگہ پر او نگہ اس مزے کی آتی ہو  
 آنکھ گہ کھلتی ہو گہ مسند جاتی ہو  
 مکہمت جیب ہوا، ہی یہاں تلک  
 ہی معطر جسم جس سے جاں تلک

ہر شجر اس کا دُم ملا توں ہی  
بوٹا بوٹا طبع کا مانوس ہی

دیکھ شکل اس دشت نزہت بہر کی  
اُٹھ گئی دل سے محبت شہر کی

تمازگی دیکھ اس نضارت بار کی  
اُٹھ گئی اُلفت درو دیوار کی

دل نے یوں چاہا کہ اب رہے ہیں  
خلق میں کہلائے صحرا نشیں

اب جو یہ صحرا ملا ہی بے تلاش  
کیجے یاں مثل جموں بود باش

چھوڑیے دانش کی خوش اسلوبیاں  
دیکھئے دیوانہ پن کی خوبیاں

بے محابا شادمانی کیجئے  
بے تکلف زندگانی کیجئے

دیکھئے وارستگی کی شادیاں  
کیجئے دل کھول کر آزادیاں

عمر بھرا ٹھٹھے نہ یاں سے اے نظر  
دیکھئے ہر دم یہ دشت دل پزیر

عجب دلکش عالم حسن ہی	عجب جانفزا عالم حسن ہی
صفتِ حق کی کس زبان سے کہوں	کہوں کیا اگر اس زبان سے کہوں
دکھائے ہی کس کس طرح کی بہار	فدا ہوں میں اس حسنِ صنعت کے یار
زباں میں اگر حسنِ گفتِ ام ہو	تو شمع بھی اس کا نہ اظہار ہو

کہ جس پر فدا ہو دل اور جان بھی  
تکلم بھی ایسا کہ کیا بات ہو  
حیا، شوخیاں، جلوہ آرائیاں  
تو وہاں لوگ پھولے نہ تن میں سماں  
خوشامد کریں دل سے خدمت کریں  
اُدھر سب کریں ناز برداریاں  
وہ اس کا مزا دل ہی دل پہ لیں  
تو کیا کیا وہ دل میں سرِ افراز ہوں  
وہ ان کو منا پاؤں پر نے لگیں  
وہ قسمیں دلا کر بٹھاویں انہیں  
وہ چاہیں انہیں اور جفا ئیں ہمیں  
صنم ہیں پری ہیں دل آرام ہیں  
غنیمت ہو الفت جو ہوا نکلتے

اداسن کی وہ ہو اور آن بھی  
تبسم شکر، خوش اشارت ہو  
سراپا عیاں زینت افزائیاں  
جہاں صاحب حسن تشریف لائیں  
اگر روٹھ بیٹھیں تو منت کریں  
جدھر یہ دکھاویں جفا کاریاں  
جنھیں نازیں ہنس کے دشنام دیں  
جو ایک انکی جھڑکی سے ممتاز ہوں  
یہ ہو کر خفا جن سے لڑنے لگیں  
یہ کو پچ سے اپنے اٹھاویں جنھیں  
یہ تیوری کو جن پر جڑھائے رہیں  
سہی و سد سمن بر گل اندام ہیں  
عناں دل کی دے کر نظیر ان کے ہتھ

پری شکل اور صاحب ملک مال  
کہ جس پر فدا سو گل باغ حسن  
پری دیکھ کر جس کو تصویر ہو  
عجب اس کی شوکت عجب اسکی شان  
کہ جس کو تمکین چاہ سے کچ کلاہ  
کہ رہ رہ کے دیکھیں جسے جاتر ز  
ترقی بہت دولت و جاہ کی  
ادھر لوگ اس گل پہ ہوتے نثار

کوئی نازیں تھا بہت خوش حال  
وہ رنگین ادا نو گل باغ حسن  
کہاں حسن کی اس کے تقریر ہو  
عجب اس کی سچ و بیچ عجب آن بان  
رہی سر پہ رفعت کی وہ سچ کلاہ  
قیامت میں حشمت کی وہ دلفریب  
چمک حسن پر مہر اور ماہ کی  
جدھر کو نکلتا وہ ہو کر سوار



نگہ کی کوئی پی کے مو جھومتا      کوئی اسپ کے نقش پا چومتا  
 کوئی دام کا کل میں ہوتا اسیر      کوئی دل میں کھاتا نگاہوں کے تیر  
 اٹھاتا کوئی تیغ ابرو کے وار      کوئی نوک مرگاں سے ہوتا فگار  
 غرض ملک خوبی میں تھا وہ جواں      شہر دلبراں خسرو دلبراں

مکان اس کے کیا کیا چمکتے ہوئے      بلند اور وسیع اور جھلکتے ہوئے  
 کئی زرفشاں اور کئی سنگ کے      بچھے فرش ان میں کئی رنگ کے  
 جو خورشید کی پڑتی اُن پر جھلک      تو جاتی جھلک اُن کی کوسوں ملک  
 خواہیں کنیزیں بھی سب دلربا      بہت خبر و اور بہت خوش ادا  
 وہ ناز اُن کنیزوں کے کرتے تھے کام      کہ سن کر کئی دل تھے ان کے غلام  
 لباسوں میں سب سیم تن سی پھریا      جواہر کے گہنے پہ منت دھریا  
 نئے چوچلے ناز، اٹھیلیاں      انوٹھی اداؤں میں البیلیاں  
 وہ باغ اس کے سب سردنبل بھرے      گل ولبیں ان میں تھے بالکل بھرے  
 جو کچھ وصف کی باغبانی کرے      تو نوک قلم گلفشانی کرے  
 کہے وصف گراک خیاباں کا      تو کاغذ ہوا تختہ گلستاں کا  
 محل اسے ہوتا شہستان حسن      چمن اس سے ہوتا گلستان حسن  
 ندیم اس کے خاطر کے مرغوب تھے      جو یہ خوب تھا وہ بھی مرغوب تھے

گیا ایک دن کھیلنے وہ شکار      عجب و اُن تماشا ہوا آشکار  
 یہ پہنچے جو خنجر گہ میں شتاب      سب اسباب ہر سید کا بے حیا  
 نہ چھوٹے تھے چیتے ابھی اور نہ باز      نہ جڑے نہ شکرے سوئے لکڑے قاز

یکایک نئی اک شمیم آگئی  
 وہ نکھت کی جب واں ہوئی  
 کہ آئی نہ وہ یار و غیار کو  
 جونہی مغز میں ان کے وہ بوگئی  
 نہ اپنی خبر اور نہ توسن کی سہ  
 وہ توسن بھی ویسا ہی کچھ ہو گیا  
 نہ بانکا انھوں نے نہ ہمیز کی  
 انہوں نے تو اسکی نہ دی باگ اٹھا  
 لگا تازیانہ جو تقدیر کا  
 سواروں نے گھوڑے اٹھا بہت  
 کیا برق ساں سرخہ و زرد کو  
 وہ آگے یہ پیچھے تگ و تاز میں  
 انہیں متصل ایڑ پر ایڑ تھی  
 گرہ ایک ہوا کی نمایاں ہوئی  
 سمیت اسپ اس کو اڑا بیگئی  
 جو دیکھا رفیقوں نے یہ اس کا حال  
 پھر آئے سوے شہر آنسو بہا  
 پدر یہ خبر سن کے غلگیں ہوا  
 فلک بازی اس ڈمب کی جس جا کر  
 یہ حال اس کا جس نے سنا رو دیا  
 جو ہوتا تھا واں مدد و غم سہوا

برنگ نسیم آ کے لہرائی  
 تو اس میں ہوئی یہ تعجب کی بات  
 مگر ان کو اور ان کے رہوار کو  
 تو حالت کچھ ان کی عجب ہو گئی  
 نہ کچھ ہوش جاں کا نہ کچھ تن کی سہ  
 چلا بو کی جانب برنگ ہوا  
 ولے اسنے رفتار واں تیز کی  
 وہ یکبارگی خود بخود بھاگ اٹھا  
 تو دیکھ اس کو ہوش اڑ گیا تیر کا  
 کڑے تازیانے لگائے بہت  
 پر اس کی نہ پہنچا کوئی گرد کو  
 وہ انجام میں اور یہ آغاز میں  
 اسے اور ہی ایڑ کی چھیر تھی  
 جو نزدیک پہنچی تو بیچیاں ہوئی  
 یہ دیکھو ہوا کو ہوا نے گئی  
 تو ہوجی میں دلگیر اور پر مال  
 یہ احوال اس کے پدر سے کہا  
 دل اس کا بہت حیرت آگیاں ہوا  
 تو واں شخص مجبور پھر کیا کر  
 تعجب میں آ ہوش کو کھو دیا  
 اب آگے سنو ماجرا جو ہوا

گئی اس کو لے کر ہوا جس گھر ہی  
 پھر آخر اسے لاکے ایک آن میں  
 ہوا جس گھر ہی واں کی ان کو لگی  
 یہ اترے جو اس دشت میں آن  
 بڑا دشت آیا نظر ایک ہرا  
 جو آئیں نظرواں کی ہریا لیاں  
 ہوا نرم نرم ایسی تفریح بار  
 کروں کیا ہوا کی میں خوبی رقم  
 اگر رنج کی دل میں بنیاد ہو  
 کرے جس طبیعت سے ہر لیاں  
 خوش آئی وہاں کی انھیں جو ہوا  
 تو کیا کیا چلی واں سے ہو کر لوی  
 اتار اعجب اک بیابان میں  
 ہوئی دل کی اور ہوش کی تازگی  
 تو دیکھا ادھر اور ادھر دھیان کر  
 بہت فرحت افزا بہت دلکش  
 تو کیا کیا ہوئیں دل کو خوش حالیاں  
 چمن میں چلے جوں نسیم بہار  
 لکھوں تو ہری ہو سراپا قلم  
 تو سب اس ہوا سے وہ برآ ہو  
 تو کیا کیا جتاوے ہوا خواہیاں  
 ہوئی آگے چلنے کی دل کو ہوا

## رسیدن جوان بر کنار چشمہ

بڑھے جب یہ آگے کو ہو شاداں  
 تو دیکھا کہ اس دشت کے درمیاں  
 بہت خوشنما ایک تالاب ہی  
 صفا پرور اس کا بہت آب ہی  
 توج ہی کیا کیا ادا کر رہا  
 کناروں تلک آب ہی بھر رہا  
 بنا ہی بہت طرف معمول میں  
 بڑے عرض میں اور بہت طول میں

جو فکر اس کے بحر صفت میں تیرے  
 تو جوں موج مضمون بہتا پھرے  
 قلم بھی لکھے کچھ جو آہریں  
 تو پیرے وہ انگشت کی نہریں  
 رقم ہو تو کاغذ کے اوپر شتاب  
 پھریں دوڑتے حرف مثل حباب  
 یہ کچھ موج کی سلسلہ بندیاں  
 کہ سنبل کی شاخیں ہوں شرمندیاں  
 شناسا ہیوں کا اس ادا اب میں  
 کہ جوں عکس مہ کا پھرے آب میں  
 اُگے بہزہ بہزہ بخت اس کے گرد  
 کھڑے لہلہاتے درخت اس کے گرد  
 طہوران کی ہر شاخ پر ناز میں  
 بھریں خوبیاں ان کی آواز میں  
 کناروں پہ سروں کی پر آبیاں  
 پھریں بیچ میں تڑتی مرغابیاں  
 بڑے قاز سرخاب جگمگے بہت  
 وے یاں کے جگلوں سے اگلے بہت  
 کہیں پانی پیوے کلنگوں کی صف  
 بطیں بھی پھریں پیرتی ہر طرف  
 کہیں اس کے ساحل پہ مشکیں غزال  
 پیس ڈال کر منہ وہ آب زلال

اسے بھی یہ دیکھ عیش گستر ہوے  
 پیا پانی اور شادماں تر ہوے  
 سمجھ میں تو ان کی بیابان تھا  
 ولیکن وہ دشت پرستان تھا

## ماندن جوان بوقت شب آں بیاباں

جو دیکھا وہ صحرا نیا یک بیک  
 تو خوش ہو یہ دیکھا کئے دیر تک  
 تماشا کبھی اس فضا کا کیا  
 کبھی وصف آب و ہوا کا کیا  
 ہوے دشت میں و اں کے مشغول یہ  
 چمن اپنے گھر کے گئے بھول یہ  
 دل ان کا جو تھا عشرتیں گن رہا  
 تو اس میں کوئی دو گھڑی دن رہا  
 یہ سوچے کہ ماں سے اٹھا چاہے  
 کہیں شب کو چل کر رہا چاہے  
 کچھ اک میوے اس جا کئے نوش جاں  
 ہوے یانی پنی کرواں سے رواں  
 ہنسی اور خوشی جب یہ آگے بڑھے  
 تو و اں کوہ تھا اک یہ اس پر چڑھے

چڑھے کوہ پرواں جو یہ پر شکوہ  
تو دیکھا مکاں ایک بالائے کوہ

نئی طرز میں اس کی دیکھی بنا  
نہایت مصفا بہت دلکشا

اہوں نے نظر کر سب آرام پر  
رکھا پاؤں اپنا سر بام پر

چڑھے بام پر جب یہ ہر دل پسند  
تو بیٹھے اسی کو یہ کر دل پسند

ہوا اپنی راحت جتانے لگی  
بلندی بہاریں دکھانے لگی

چھپا سورج اور وقت دونوں ملے  
جو اس وقت کھلتے تھے گل سب کھلے

بیرے کے طائر لگے بولنے  
ہر ایک طرز بسلام کو کھولنے

جو آواز اُن کی بہت واں ہوئی  
تو کیا کیا عیاں راحت جاں ہوئی

وہ صحرا کی بھری وہ ہنگام شام  
 ہوئے دل کے ایسے وہ حسن انتظام  
 کہ جوں سا نولا و لبر باشنگ ہو  
 پچھٹی منہ پہ زلف اس کے شب رنگ ہو  
 ہوا وصل ان کا وہ اس آن میں  
 کہ سنبھل ہوا غوش ریحان میں  
 جو دونوں میں واں آشنائی ہوئی  
 تو پھر زور میں مشک سانی ہوئی  
 لگیں پٹیں آنے ادھر اور ادھر  
 مکاں سب گیا مشک و عنبر سے بھر  
 معنبر وہ صحرا وہ بن ہو گیا  
 غرض رشک دشت ختن ہو گیا  
 معطر ہوا جب انہوں کا مشام  
 تو ہنس کر کہا واہ رے یاں کی شام  
 یہ پھرتے تھے یوں بام پر شاداں  
 پھرے جوں فلک پر مہ آسماں  
 کوئی دو گھڑی بعد پھر واں شتاب  
 نمایاں افق سے ہوا آفتاب  
 وہ تھا کوہ اس جا جو آئینہ نگ  
 تو کیا کیا چمکنے لگے اس کے نگ  
 درختوں کے پتے سہانے لگے  
 ہر ایک شاخ پر جگمگانے لگے

ضیائیں ادھر چاندنی رات میں  
نالش ادھر جوں طلسمات میں

وہ طائر جو ہیں بولتے رات میں

وہ مشغول سب اپنے نعمات میں

چمکنا جو تھا بھا گیا چاند کا

چکوریں بھی ناپے تھیں چاہت جتا

وہ سب دشتِ واں مہ کے دستور سے

جھمکنے لگا ہر طرف نور سے

غرض وہاں بہار اس قدر ہو گئی

کہ ان کو خوشی میں سحر ہو گئی

سحر کا بھی نور اس خوشی کا ہوا

کہ جس کو قسردیکھ پھیکا ہوا

صباحت وہ اس کی ہونی سو بسو

کہ حیرت میں ہوں جس سے آئینہ رو

چلی اس قدر راحت افزا نسیم

سحر سے بھی یہ خوش بہت ہو گئے

جو خورشید نکلا تو بہر سو گئے

کئی دن اسی طور سے واں ہے

بہت خرم و شاد و خداں رہے

چلے واں سے آگے بہ مقدور تک

گئے سیر کرتے بہت دور تک



اسی طور کی غریباں دیکھیاں

طبیعت کی مرغوبیاں دیکھیاں

کہیں دن کہیں رات کو جا رہے

جہاں دل نے چاہا اسی جا رہے

یہ جتنا کہ آگے چلے جاتے تھے

عجائب بھی ان کو نظر آتے تھے

دکھاتے تھے جلوے نگہ کے حضور

نئے کچھ و حوش اور نئے کچھ طیور

کئی دن میں چل کر یہ پہنچے کہاں

نیا باغ تھا ایک پری کا جہاں

جو آئے یہ اس باغ میں پُر سرور

تو پایا عجب رنگ و بو کا وفور

گل و نسترن سے بھری کیاریاں

نسیم اور صبا کی ہوا دریاں

زمین چمن سے وہ بہزہ اُگلا

کہ سلک زمرہ ہو جس پر فدا

اگر سرو و شمشاد کی دل پسند

صدا قمریوں کی بھی کیا کیا بلند

رہیں بلبلیں ہر طرف چہ چہا

رواں نہراور جوش فوار ہا

ہنسیں کبکیں اور زیب لاتی پھریں

تیر دیں بھی چالیں دکھاتی پھریں

گل ولالہ و سوسن و ارغوان  
رہے اپنی اپنی دکھا خوبیاں

ادھر کو رخ تارون لعل گوں  
ادھر چشم نرگس بھی رکھتی فنوں  
ادھر مجھ پر اپنی کئے کج کلاہ  
ادھر زلف سنبل بھی دام نگاہ

ادھر حوض نادر ادھر آبشار  
جدھر دیکھے ہر طرح کی بہار  
جو دیکھا انہوں نے وہ باغ ایک بار  
طبیعت ہوئی ان کی باغ و بہار

مکان ایک تھا باغ کے درمیاں  
بہت زربنگار اور جواہر فشاں  
مقطع نہ اونچ اور نہ کچھ نیچ میں  
عجب اونچ اور نیچ کے بیچ میں

جگہ ٹھہرنے کی اسے ٹھان کر  
گئے بیٹھ جلدی یہ واں آن کر  
کبھی عارض گل پہ ان کی نگاہ  
کبھی زلف سنبل پہ ان کی نگاہ

بہت ہو کے خوش وقت واں بار بار  
یہ تھے دیکھتے اس چمن کی بہار

وہ تھا باغ جس کا وہ اک آن میں  
 ہوئی وارد اپنے گلستان میں  
 عجب مہر پیکر عجب خوش لباس  
 خواہیں بھی اس کے بہت آس پاس  
 مگر اس کی جادو داد فتنہ زرا  
 جو چاہے تو لے دل پری سے اڑا  
 جب اس نے یہ دیکھا نیا گلبدن  
 تو ہو مثل بلبل وہ گل پیس رہن  
 لگی کہنے دل میں تعجب میں آ  
 کہ یہ اس چمن میں نیا گل کھلا  
 یہ گل اس گلستاں میں بیٹھا ہو جو  
 کبھی یاں تو آئی نہ تھی اس کی بو  
 عجب ہی یہ گل گلشن ناز ہو  
 عجب دلربا شوخ طناز ہو  
 زرا اس سے چل کر بلا چاہے  
 کچھ احوال اس کا سنا چاہے  
 یہ کہ اپنے دل میں وہ سرور وں  
 جہاں تھے یہ بیٹھے چلی آویں  
 ہوئی ان کے آکر وہ یوں عنقریب  
 کہ جوں گل کے نزدیک ہو عنقریب  
 منگا جلد دو کر سیاں زرنکار  
 بٹھایا انہیں اور وہ بیٹھی نگار

بہت خیریت پوچھ کر یوں کہا

نہایت کرم تم نے ہم پر کیا

لگی دیکھنے چاہ سے بھر نظر

انہوں نے نہ دیکھا اٹھا کر نظر

جب ان کی نگہ و اں نہ اس سے بڑی

وہ سمجھی کہ اس کی نگہ ہی بڑی

غور اس کو ہی اور ہی شان کا

یہ انسان ہی اور ہی آن کا

مجھے یہ جو خاطر میں لایا نہ

اسی میں گھلی جاتی ہو میری جاں

بڑی دیر تک پوچھتی وہ رہی

ولے کچھ انہوں نے نہ اپنی کہی

بہت پوچھنا حال کا جب کیا

یہ جب بھی نہ بولے مگر ہنس دیا

ہنسنا جب وہ شمشاد باغ جمال

پری ہو گئی بس اسی میں نہال

ضیافت بڑے لطف سے اس نے کی

ہر ایک چیز پاکیزہ آگے رکھی

کھلایا نہایت خوشی سے انہیں

کیا شاد ربط دلی سے انہیں

جو پھر رسم ہو عطر اور پان کی

وہ لائی بجایا اپنے مہمان کی

ہوا ناچ اور راگ بھی خوب سا

مزے پر مزا ان کے دل کو ملا

جو وہاں ناچ اور راگ دیکھنا

نہ دیکھا کبھی تھا نہ ویسا سنا

وہ گہنے نئے اور وہ نادر لباس

کہ حسرت میں ہو دیکھ جس کو قیاس

بہت نیند جب ان کو آنے لگی

پلک پر پلک کو جھکانے لگی

پری نے مکان ان کو بتلادیا

بہت فرش پاکیزہ بچھوا دیا

انہوں نے کیا جا کے آرام وہاں

نگہباں رہیں کتنی آرام جاں

پری باغ سے اپنے گھر کو گئی

وہ جاگتی تھی جاتے ہی بس سو رہی

ہوئی جب سحر پھر وہ آئی پری

لگی کرنے دلداری و دلبری

جو کل ان سے تھا لطف و احساں کیا

تو آج اس کی نسبت دو چنداں کیا

کوئی دو پہینے تک روز و شب

رہے باغ میں یہ بہ عیش و طرب

پری تھی دل و جاں سے ان پر نثار  
لگے کہنے اس سے یہ ہو بیقرار

اگر تم کہو تو میں صحرا میں جا  
شکار افگنی کا بھی یوں کچھ مزا

کہا اس نے بہتر ہی اٹے مہربان  
کر دو تم شکار افگنی جا کے و اں

شباب ایک فرس اس نے منگوادیا  
بڑے ساز سے اس کو سجوادیا

کہا پھر بہت دور مت جایو  
اسی کوہ و صحرا میں ہو آئیو

پہر و گے اُدھر تم تو کرتے شکار  
رہوں گی اُدھر میں بہت بیقرار

نہ آؤ گے پھر جب تلک تم اُدھر  
رہے گا لگا دھیان میرا اُدھر

بہت چاہت اپنی جتاتی تھی وہ  
پہ خاطر میں ان کے نہ آتی تھی وہ

وہ الفت میں ان کے گرفتار تھی  
انہیں اس سے نفرت تھی اور عادت تھی

انہیں حسن پہ تھا جو اپنے غرور  
اسے کچھ نہ گنتے تھے اپنے حضور

ہوے جب یہ اس باد پا پر سوار  
چلے شاد ہو تے سوے کوہ سار

جو کہیں وہاں انہوں نے غنائ تازیاں  
تو وہ اسپ کرنے لگا بازیاں

ابھی تھا زمین پر ابھی کوہ پر  
ابھی پل میں آیا ادھر سے ادھر

ڈپٹ میں ہوا باد جب ایڑ کی  
اچک کر اڑا جس گھڑی چھپر کی

جو چاہا یہ پکڑیں پرند ہوا  
تو ان کا دیا ہاتھ ان سے ملا

جو چاہیں ہرن پکڑیں جیتا ہوا  
تو ان کا وہی واں بھی چیتا ہوا

ملا صید جو جو بیا بان میں  
کیا قید اس نے وہ ایک آن میں

طبیعت جدھر ان کی مائل ہوئی  
وہی آرزو ان کی حاصل ہوئی

تو پھر جس گھڑی دن بہت سا چڑھا  
درختوں کے سایہ میں بیٹھے یہ جا

یہ سایہ میں بیٹھے تھے جا کر جو ہیں  
تو دیکھا کہ اس جا میں ایک نازنیں

سوار اپنے اشہب پہ آتا ہی وہ  
بہت لوگ ساتھ اپنے لاسا ہی وہ

عیاں حشمتوں کا کچھ آ شمار ہو

زرا حسن میں بھی طرح دار ہو

انہیں اس نے دیکھا تو خوش ہو کے وہاں

اترا اپنے تو سن سے وہ نوجواں

سلام ان کو کر کے گلے سے ملا

بہت خرمی سے وہ جوں گل کھلا

وہ دیکھ ان کو جب مثل گل کھل گیا

تو اُن کا بھی واں اس سے دل مل گیا

ہوئی اس کو ان سے محبت بہت

انہیں بھی ہوئی اس سے الفت بہت

کہا گھر میں رکھے ہمارے قدم

ہماری تو آنکھیں تمہارے قدم

انہیں واں سے وہ سیمبرے گیا

غنیمت سمجھ اپنے گھر لے گیا

وہ تو سن یہ آئے تھے جس پر سوار

دیا نہ بھیج جس کا تھا وہ را ہوار

پری ان کی خاطر بھٹکتی رہی

بہت دل ہی دل میں بلکتی رہی

یہ آئے جو گھر میں پری زاد کے

تو دیکھے مکان طرفہ بنیاد کے

چمن گلشنیں دلکش خوب تر

ہر ایک چیز نادر خوش اسلوب تر



جو ہم عمران کا تھا وہ نو جوان  
 بہت خوش ہوا ان کے آنے سے وہاں  
 سوا اُس کے و اں اور ہم سن و سال  
 اُنھیں بھی ہوئی ان سے الفت کمال  
 لگے رہنے ان ہمنشینوں میں شاد  
 پری کا نہ آیا وہ پھر باغ یاد  
 یہ دیکھا وہ صحبت جو اُن کو ملی  
 تو کیا کیا ہوئی ان کو و اں خوش ملی  
 سحر سے لگا شام تک فرحتیں  
 لگا شام سے صبح تک عشرتیں

---

رہے و اں بہت خوش یہ دو چار ماہ  
 پھر اک دن پری زاد پر کر نگاہ  
 کہا یاں جو بہت سہ کوئی ہو مکان  
 تو ہم کو دکھاؤ تم اسی قدر داں  
 کہا اُس نے یاں اک مکان ہو نیا  
 برابر نہیں اُس کے یاں دوسرا  
 تمہیں کل ہم اس جا میں لیجائیں گے  
 بہت خوبیوں سے دکھلائیں گے  
 سحر کے یہ ہوتے ہی نکلے شتاب  
 ہوا وہ پری زاد بھی ہمار کا ب

وہ گھوڑے ہوا کا جو بھرتے تھے دم  
 اُنھوں نے رکھا دم میں اس جا قدم  
 گئے واں یہ جس دم نزاکت نشاں  
 تو دیکھا عجب اک بلوریں مکاں  
 ہرا گرد صحرا تھا کو سوں تلک  
 بچھا فرش پینا تھا کو سوں تلک  
 بنایوں وہ اس بہز صحرا میں تھا  
 کہ الماس لے جوں زمرہ میں جا  
 بلند اس قدر وہ ضیا دستگاہ  
 کہ بھولوں کو اکثر بتاتا وہ راہ  
 جھلک اور جھلک اس کی واں اس قدر  
 کہ آئینہ شرمندہ ہو دیکھ کر  
 وہ صحرا جو پہلے انھیں تھا ملا  
 یہ صحرا جو دیکھا وہ ٹھیرا بُرا  
 مکاں جتنے دیکھے تھے خوش قطع واں  
 وہ بھولے انھیں جب یہ دیکھا مکاں  
 یہ مائل جو اُس دلنشین کے ہوئے  
 تو مشتاق اس کے مکین کے ہوئے  
 کہا اس پر یزاد سے ہنس کے واں  
 کہ ہم کو خوش آیا بہت یہ مکاں  
 اب اس کی ہو اس دم تنہا ہیں  
 کہ جس کی یہ جا ہو ملک اس سے ملیں

سنا جب یہ اس نے تو اُن سے کہا  
اسے دیکھ لینا نہیں کچھ بھلا

یہ جس کا مکاں خوب پر نور ہے

بہت حسن پر اپنے مغرور ہے

نگہ برق زلف سیہ حال ہے

ستگر ہے سرکش ہے قتال ہے

گھنڈ اپنی سچ پر ہے اس کو بہت

غور اپنی و عجب پر ہے اس کو بہت

بڑے حسن میں یاں جو ہیں خور و

تو ان کو وہ کہتی ہے یہ کیا ہے تو

یہ نام اس کا ہے وہ جو محبوب ہے

نہایت طرح دار اور خوب ہے

یہ سُکر انھوں نے کہا واہ واہ

بھلا ہم بھی اب دیکھ لیں اک نگاہ

اسے ہم جو ٹک دیکھ جاویں گے یاں

کریں گے صفت جا کے ہم اپنے اں

پری زادیار، ان کو لایا اُدھر

جہاں جلوہ گر تھی وہ رشک قمر

ہوئے واں جو یہ اس پری سے دوچار

پڑے دام ان پر ہزاروں ہزار

وہ محبوب بھی دیکھ انھیں غش ہوئی

عیاں چاہ کی دل میں آتش ہوئی

کہا آیے یاں کرم کیجیے  
کنیزی میں اپنی ہمیں لیجیے

یہ بونے کہ ہم پر جو اعطاف ہو  
فقط آپ کا حسن الطاف ہو

وگر نہ یہ رُتبہ ہمارا کہاں  
جو یاں آویں یہ ہم میں یار کہاں

ادھر عجز اس نے کیا بار بار  
ادھر سے انھوں نے کیا انکسار

دلوں میں بہم تازہ الفت ہوئی  
پھر الفت سے بڑھ کر محبت ہوئی

پھر آگے محبت کے تو عشق ہو  
ہوا عشق پھر عشق کو عشق ہو

ہوے دونوں آپس میں جب مبتلا  
تو لای وہ رسم ضیافت بجا

وہ کھانے جو تھے زرفشاں خان کے  
سو آگے رکھے اپنے مہمان کے

نہایت تکلف کی تیاریاں  
ملیں ان کو کیا کیا مزیداریاں

دکھایا انھیں ناچ پھر اس قدر  
کہ جادو نے مجھرا کیا آن کر

پکڑ ہاتھ چاہت جستانی پھری  
مکانات ان کو دکھاتی پھری

چمن بھی پھر اپنے دکھائے انھیں  
تر و تازہ میوے بکھلائے انھیں

بڑا لطف ان پر نمایاں کیا  
ہزار عیش سے ان کو شاداں کیا

تو واں اُس نے کی تھی مقرر یہ بات  
جو شب ہو تو مجھ پاس پھر آ رہے  
دیا اس نے معمول اپنا جتنا  
تو ہوتا نہ تھا واں سے اٹھنے کو دل  
کہ بیٹھے رہیں متصل روز و شب  
یہ بے بس چلی واں سے اٹھ کر نشا  
لیکن دل ان کا اسی جا رہا  
نہ آئی انھیں نیند واں رات بھر  
وہی حالت اس کی رہی ساری رات  
وہ محبوب بھی آئی تاروں کی چھاؤں  
عمیاں سو خوشی کی نشانی ہوئی  
گئی رات کی غنچگی دل سے کھل  
طرب کے کھلے جی میں کیا کیا چمن  
یہ اس پر فدا اور وہ ان پر نثار  
ہر ایک طور خاطر کو فرحت رہی  
رہے شاد و مسرور دونوں بہم

پری کی جو مادر تھی والا صفات  
کہ جب تک رہے دن یہ اس جاؤ  
پھر اس میں جو دن وہاں زرا سا  
گئے تھے جو دونوں دل آپس میں  
یہی تھی تمنا یہی تھی طلب  
پھر اتنے میں چھپنے لگا آفتاب  
پھر آئے جو گھر تھا پر بیزاد کا  
رہی جی میں اس کی ملاقات بھر  
ہوئی ان کے جی پر جو یاں دلاؤ  
سھر پھر چلے اس کا لیتے یہ ناؤں  
ملے جب تو پھر شادمانی ہوئی  
بہم مل کے بیٹھے جو دونوں وہ گل  
خوشی کے لگے ہونے باہم سخن  
لگی ہونے مہر و وفا آشکار  
بہت شام تک خوش طبیعت رہی  
اسی طور مدت تلک دم بدم

یہ ملتے جو ہر روز تھے بے خطر  
تو اک دن ہوا اس خلل کا اثر

کہ ناگہ ادھر اس کی ماں آگئی  
پری دیکھ کر اس کو تھرا گئی

نہایت وہ غصہ ہوئی اور خفا  
انھیں تو نہ ہرگز کچھ اس نے کہا

طمانچہ مگر اس کے عارض پہ مار  
اسے لے گئی واں سے ناچار وار

جو اس کے طمانچہ وہ آکر لگا  
تو واں منہ پر اور ان کے دل پر لگا

وہ مہوش جو کھڑا ہوا لال کچھ  
توان کے ہوا دل کا احوال کچھ

وہ نقش انگلیوں کا جو اس جا ہوا  
تو نقشِ عجب ان کے دل کا ہوا

قرار دل اور مہوش جاں کھو دیا  
جو کچھ بس نہ دیکھا تو بس رو دیا

پھر آکر یہ گھر میں پریزا د کے  
ہوئے ہم نفس آہ و فریاد کے

ہوا ہجر کا ان کے دل پر وہ جوش  
کہ خواب و خورش کار با کچھ نہ ہوش

نہ باہر یہ نکلیں نہ باتیں کریں  
دم سرد ہر دم یہ بیٹھے بھریں

یہ بیکل اُدھر وہ پری بیقرار  
یہ آہیں کریں وہ اُدھر اشکبار

رہا ایک مدت اسی طور حال  
انہیں ورد و غم اس کو بچ و لال

پری زاد دیکھ ان کو جنجال میں  
پڑا سخت تشویش کے جال میں

کوی سوچ کر بات دل میں وہیں  
گیاواں جہاں تھی وہ اندوگہیں

حضور اس کی ماں کے بصد عجز جا  
جھکا سر کو اور پاؤں پر گر پڑا

کہا وہ جو گھر میرے انسان ہے  
کہوں کیا وہ میرا دل و جان ہے

جو اس کے تئیں میں نہ لاتا ادھر  
تو برسوں تلک وہ نہ آتا ادھر

اگر پر لگاتا وہ اسباب میں  
تو ہرگز پہنچتا نہ یاں خواب میں

وہ انساں ہے اور یہ پرستان ہے  
وہ اس جا مسافر ہے مہمان ہے

بہت شر مگیں اور ہے صاحب حیا  
نہیں اس نے کی یک سر مو خطا

میں، لایا اسے جب یہ الفت ہوئی  
یہ میرے سبب سے محبت ہوئی

انہیں زہر ہرگز وہ تریاک ہو  
اُسے آج تک الفت پاک ہو

اب اس کا پریشاں بہت حال ہو

ادھر یہ بھی فرقت سے پامال ہو

رہے یونہی دونوں جو اندوہیں

تو کچھ شکل جینے کی اُن کے نہیں

مناسب تو اب عقل کے ہو یہی

کہ نسبت سے دونوں کی ہونزدگی

مجھے عرض کرنا سزاوار ہو

مزاج آپ کا آگے مختار ہو

نہایت وہ صاحب خرد تھی پری

اسی بات میں دیکھ کر بہتری

کہا خیر بہتر ہو اب جائے

برات اُس کی جا کر بنا لائے

یہ فرماں ہوا جب پر یزاد کو

چلا اپنے گھر کی طرف شاد ہو

جب آیا وہ گھر اپنے فرخندہ فال

بہت خوش ہو کھولا درگنج و مال

وہ کیس اس نے شادی کی تیاریاں

کہ جس کی ہوئیں وائ نموداریاں



کیے طرفہ عشرت کے سامان سب  
 نمایاں ہوئے دور عیش و طرب  
 ہزاروں پر یزاد رنگیں قبا  
 ہوئے بزم شادی میں رونق فزا  
 کئی دن تلک ناچ اور راگ کا  
 ہر ایک اہل محفل نے پایا مزا  
 بہت خوان و اں نعمتوں کے دھرے  
 کھلائے ہر اک کو ورے اور پرے  
 گل اور پان بھی طرفہ آداب سے  
 بھرے ظرف شربت سے اور آب سے  
 وہ سلک زمرہ در بے بہا  
 وہ ہر چیز شادی کی عشرت فزا  
 وہ سہرا سنہرا جواہر نگار  
 وہ جوڑا شہانا وہ گوہر کے ہار  
 بخوبی یہ سب کچھ پہنچا یا اُنھیں  
 بہت خوب دواٹھا بنایا اُنھیں  
 بنا زریب و زینت سے اک راہوار  
 کیا ان کو اس بدر بہ زینت سوار  
 ہوئی جب عیاں تھی جو ساعت بھلی  
 برات اُن کی بن ٹھن کے یاں سے چلی  
 گئے اس کے در پر تو کر کر بنگاہ  
 لگے کہنے سب شاد ہو واہ واہ

غرض جا کے اتری جب ان کی برات  
 رہیں پھلیں اور عشرتیں ساری رات  
 جو رسیں تھیں وہ سب خوشی سے ہوئی  
 سبھی باتیں سو خوش دلی سے ہوئیں  
 پری سے ہوا بیاہ ان کا جو واں  
 بہت عیش و عشرت ملی ان کو ہاں  
 پھر اک تخت پر بیٹھ کر شان سے  
 پری کو یہ لائے پرستان سے  
 ہوئیں ان کے ماں باپ کو فرحتیں  
 انہیں بھی رہیں عمر بھر عشرتیں  
 جو دیکھا عجب عظمت حسن ہو  
 جہاں میں بڑی دولت حسن ہو  
 جو کچھ حسن میں خوبی آیات ہو  
 وہ خوش ہو نظیر اس کی کیا بات ہو  
 عجب عشق کا رتبہ و جاہ ہو  
 عجب عشق کی شوکت و شان ہو  
 عجب عشق کا طور و عنوان ہو  
 عجب عشق کا رمز اور راز ہو  
 عجب عشق کا سوز اور ساز ہو  
 مجھے بھی جو ہی کچھ مزا عشق کا  
 سنا تھا جو میں نے کبھی ایک جا  
 عجب عشق کی رسم اور راہ ہو  
 عجب عشق کا طور و عنوان ہو  
 عجب عشق کا سوز اور ساز ہو  
 سخن دل میں رکھتا ہو جا عشق کا  
 تو لکھتا ہوں یاں سے میں اب جا

کوئی شخص مہما صاحب عز و جاہ  
 کسی وقت میں تھا وہ حشمت پناہ

بہت حسن و خوبی میں آراستہ

بہت زیب و زینت میں پیراستہ

بہت اس کی تمہیں وضع میں خوبیاں

طرح داریاں اور خوش اسلوبیاں

یہ تھا خلق اور جسم میں نرم پن

کہ جس پر فدا تھے گل و سترن

نہایت مزاج الفت انگیز تھا

تکلم بہت شکر آمیز تھا

سخن میں طبیعت تھی مشکل پسند

مضامین رنگیں بہت دل پسند

محبت بہت ہر گل اندام سے

دل آرام رکھتا دل آرام سے

سخن حسن کا اس کے مرغوب تھا

ادا کا سمجھنا بہت خوب تھا

محل اور مکاں تھے وہ کچھ خوشنما

کہ تھی واں نگہ کو تحیر کی جا

عجب رونق ان میں نمودار تھی

پری اس جگہ نقش دیوار تھی

مہیا سب اسباب ندرت کے ساتھ

ہر اک چیز تھی سوزناکت کے ساتھ

کئی یوں تو اس کے گلستان تھے      بہاروں کے ان سب میں سامان تھے  
 ولے ایک باغ اس کے منظور تھا      دل اس کا بہت اس سے مسرور تھا  
 گل اس کے بہت رنگ و بو سے بھر      دورستہ کھڑے سرو باندھے پر  
 طرب عندلیبوں کی آوازیں      نسیم عیش میں اور صبا ناز میں  
 ادھر نسترن کے رہے بھرچمن      ادھر یاسمین کے چمن دچمن  
 ادھر سرو کے سنبھل آغوش میں      ادھر ڈالیوں کے گل آغوش میں  
 ادھر چاندنی جگمگاتی ہوئی      ادھر نرگس آنکھیں روتا ہی  
 ادھر بلبلیں عشق میں بھر رہیں      ادھر قمریاں شور و غل کر رہیں  
 ادھر شان شمشاد زینت فزا      ادھر آب و ہمار موج انتما  
 وہ غنچوں کے لب مکرانے ہوئے      وہ گل شاخ پر کھلکھلاتے ہوئے  
 یہی زور بیزوں میں بھرتازگی      ادھر کوتری اور ادھر تازگی  
 وہ اس باغ میں گلغذاروں کے ساتھ      بہت سیر کرتا بہاروں کے ساتھ

ہوئی ایک دن واں عجب واردات  
 کہ اس باغ میں وہ رہا ایک رات

ہوئیں بزم عشرت کی تیاریاں  
 نشاط و طرب کی نموداریاں

محو و ساقی و مطرب خوش نوا  
 بھوں نے دیا حسن محفل بڑھا

صراحی مٹلا بی حب کئے لگی  
 مٹو ناب ہر دم چپ لکئے لگی

وہ رقصہ ہا شوخ اور اچلی  
 ادا ان کی چنچل نگہ چلبلی  
 لباس ان کے جھکیں دکھاتے ہوئے  
 وہ زیور بھی سب جگمگاتے ہوئے  
 وہ سب ناچنے اور گانے لگیں  
 مزے زندگی کے دکھانے لگیں  
 گئی رات آدھی جو اس میں گزر  
 ہوئی نیند آنکھوں میں آجلوہ گر  
 جو غالب وہ خواب آن کر ہو گیا  
 تو اس عیش و عشرت میں وہ سو گیا  
 وہ سویا جو عشرت کے اسباب میں  
 تو یکبارگی آن کر خواب میں  
 دل اس کا کوئی ناز نہیں لے گئی  
 وہ گل تھا اسے بیکلی دے گئی  
 دکھا کر جھک وہ تو چلتی ہوئی  
 رہی اس کی جاں ہاتھ ملتی ہوئی  
 دکھا حسن اس نے اُدھر راہ لی  
 اُدھر اس نے کی آہ اور چاہ لی  
 دکھا آن وہ تو نہاں ہو گئی  
 اسے زندگی بار جاں ہو گئی  
 دکھا زلف وہ تو گئی حال میں  
 دل اس کا پڑا عشق کے جال میں

دکھا آں وہ تو گئی آن میں  
 بھرا عشق اس کے دل و جان میں  
 دکھایتیخ ابرو کی وہ نازیں  
 گئی کر کے زخمی جب اس کے تئیں  
 کھلی یک بیک آنکھ اس خواب سے  
 ہوا تر پتر چشم کے آب سے  
 اگرچہ وہ جاگا پہ روتا رہا  
 دل اس کا خدا اس پہ ہوتا رہا  
 اگرچہ وہ جاگا تو فی الفور تھا  
 ولے اس کے دل کا وہی طور تھا  
 اگرچہ وہ جاگا تو ہنگام سے  
 پہ اس کا نہ چھوٹا دل اس دم سے  
 اگرچہ وہ جاگا تو حسرت بھرا  
 نہ بھولا اگر اس صنم کو زرا  
 خلل آگیا اس کے احوال میں  
 بڑا کچھ عجب و حجب کے جنجال میں  
 کبھی یاد اس حسن اور شان کی  
 کبھی یاد اس ناز اور آن کی  
 کبھی یاد اس مہ سے رخسار کی  
 کبھی یاد اس چشم خونخوار کی  
 کبھی یاد اس طرز مرغوب کی  
 کبھی یاد اس قامت خوب کی

کبھی یاد اُس زلف کج باز کی  
 کبھی یاد اس دھج کے انداز کی  
 طیش و مہم دل کے ہمراہ تھی  
 غلش ہر گھڑی ہر نفس آہ تھی  
 نہ لگتی تھی کچھ بات جی کو بھلی  
 وہی بیقراری وہی بیگلی  
 تحیر میں آکر پڑا ایک بار  
 نہ دل کو تسلی نہ جی کو قرار  
 رکھے دل میں اس بھید کو یا کہے  
 عجب حال تھا کیا کرے کیا کہے  
 یہ کچھ عشق کا جلد آنا ہوا  
 کہ عاقل سے دم میں دوانا ہوا  
 دیا جھپ کچھ ایسا جھکڑا دکھا  
 کہ سویا خوشی سے اٹھا غم بھرا  
 نمایاں ہوئی جب سحر آن کر  
 تو خادم وہ سب وقت پہچان کر  
 لے آیا کوئی گڑ گڑی کو بنا  
 کوئی آفتاب کو لایا اٹھا  
 نظر آیا مسند پہ لیٹے ہوئے  
 روپے سے منہ کو لپیٹے ہوئے  
 کہا شب جو گزری میری و جام میں  
 ہیں اس واسطے اب تک آرام میں

بہت دن چرھا جب تو حیراں ہوئے  
جنھوں نے بُنا وہ پریشاں ہوئے

جو تھے اقربا آگئے آن میں  
کہا سچ کہو تم ہو کس دھیان میں

اگرچہ کٹی جا گئے رات ہو  
پر اتنا بھی سونا یہ کیا بات ہو

نہ دیکھا نہ دل کو سنبھالا ذرا  
کسی سے نہ بولا نہ چالا ذرا

کئی طور سے سب نے تدبیر کی  
ولیکن کس نے نہ تاثیر کی

مہینوں تک اس کا یہی حال تھا  
پریشاں دل و خستہ احوال تھا

کسی سے نہ کہتا وہ کچھ بات تھا  
اسی کے تصور میں دن رات تھا

مصاحب جو اس کے تھے اور سہنیشیں  
پراگندہ خاطر دل اندوگئیں

ہر اک نے اس احوال پر کر نظر  
کہا اس کی خدمت میں یوں آن کر

بہت دن ہوئے آپ کو اس طرح  
بھیگی بسلا باسٹ یہ کس طرح

نہ ہنستے ہو ہر گز نہ کچھ بولتے  
نہ بھید اپنے دل کا ہو کچھ کھولتے



کہو کچھ تو اب اس کی تدبیر ہو  
 تفحص میں ہرگز نہ تاخیر ہو  
 کہو کچھ تو اب اپنے مقدور تک  
 کریں جستجو اس کی ہم دور تک  
 یہ سن کر کہا ان سے احوالِ دل  
 کہ میرا ہوا ہی یہ کچھ حالِ دل  
 رہے ڈھونڈتے وہ بھی مدتِ ملک  
 نہ دیکھی رخِ مدعا کی جھلک  
 کہا پھر یہ تدبیر ہی اب سنو  
 کہ قصہ کہانی ہر ایک شب سنو  
 جو اس میں برآوے تمہاری مراد  
 یہی خاص اب ہی ہماری مراد  
 تمہارا جو اس طور کا حال ہی  
 کہیں کیا ہمارا جو احوال ہی  
 تمہارا جو نقشہ ہی اس طور کا  
 کہیں کیا ہمیں غم ہی کس طور کا  
 کہا جب انھوں نے یہ ہو دردمند  
 اسے بھی یہ تدبیر آئی پسند  
 جسے تھا جو کچھ یاد آنے لگا  
 زبان پر وہ احوال لانے لگا  
 بہت داستان اور کہانی ہوئی  
 پہنچے تک افسانہ خوانی ہوئی

ہوا کوئی وارد جو ایک رات وہاں  
 تو اس نے کہی جلد یہ بات وہاں  
 کہ میں نے جو دیکھا اب ایک حال ہو  
 کہوں کیا غرض طرفہ احوال ہو  
 عیا تھا میں ایک دن کسی کام کو  
 ہوا وہاں سے پھرنا میرا شام کو  
 مجھے شام کا وقت جس جا ہوا  
 تو اس دہشت میں یہ تماشا ہوا  
 کئی خوشنما وہاں پرند آ گئے  
 وہ آئے پھر ان سے دو چنڈا گئے  
 بہت پیارے پیارے خوش آہنگ کے  
 پرو بال اُن کے کئی رنگ کے  
 بہت در بانازک اندام تھے  
 نگہ کے لئے اُن کے پر۔ دام تھے  
 ابھی ان پرندوں کے تھے طور کچھ  
 بدل کر ابھی ہو گئے اور کچھ  
 عجب گفتگو اور عجب چال ڈال  
 بہت خوب روا اور بہت خوش حال  
 جو پریوں کی تصویر میں ہو سند  
 وہی ان کی صورت وہی ان کے قد  
 بہت خوش لباس ان کے پروش پر  
 کچھ ایسے کہ بے دیکھ انھیں ہوش پر

کسی نے دیا فرش اس کا بچھا  
جھک وہ کہ ہوتا ش جس پر فدا

کسی نے بہت حسن ترکیب سے  
رکھے مند اور تکیے ترتیب سے

کسی نے محو اور جام لا کر رکھے  
طرب کے سرا انجام لا کر رکھے

ہوئیں جا بجا روشن اس بزم میں  
عجب دُعب کی شمعیں عجب مشعلیں

وہ سب کر چکے۔ تھا جو کچھ عزم میں  
پرند اور آئے پھر اس بزم میں

پر یزاد وہ بھی ہوئے آن کے  
بڑے حسن کے اور بڑی شان کے

جواں تھا جوان میں بہت نازیں  
ہوا زیب مند وہ مند نشیں

جو آئے تھے بیٹھے وہ گرد آن کر  
ادب سے مقام اپنے پہچان کر

یہ تھا ہمنشینوں میں حُسن اس کا وہ  
نمایاں ہو جیسے ستاروں میں ماہ

ہوا ناچ اور جام چلنے لگے  
نشے خوش دلی کے اُچھلنے لگے

نوازنگ کی اور صداتال کی پٹ  
خوشی دل کی اور تازگی حال کی

ادا جادو اور سحر انداز تھے  
 عجب راگ تھے اور عجب ساز تھے  
 وہ چلے تھے حسن اور لباس اس گھڑی  
 چھٹے جیسے مہتاب یا پھلجھڑی  
 یہ عالم جو وہاں رُخ دکھانے لگا  
 تو وہ دشت سب جگمگانے لگا  
 یہ دیکھا تماشا جو اُس رات تھا  
 کہوں کیا عجب کچھ طلسمات تھا  
 سوا اِس کے اور ایک سُننے بیاں  
 کہ اُن میں جو مند نشیں تھاجراں  
 یہ کچھ عیش تھا اور یہ سامان تھا  
 پر اس کو نہ ہرگز ادھر دھیان تھا  
 لال اپنے چہرے پہ لائے ہوئے  
 دل آزر وہ - چُپ - سر جھکائے ہوئے  
 کسی پر نظر وہ اٹھاتا نہ تھا  
 وہ عیش اس کو ہرگز خوش آتا نہ تھا  
 نفا تھا نہایت ہی اُس کا مزاج  
 خبر کیا کہ اس کا کدھر تھا مزاج  
 رہی دو گھڑی رات جس وقت وہاں  
 تو ایک پیک محفل میں آیا دواں  
 پھر اگر دمند نشین کے وہ آ  
 جھمکا سر کو بھرا کیا اور کہا

کہ احوال وہاں کا بدستور ہو  
 ابھی راہ مطلب بہت دور ہو  
 یہ سن کر جواں آہ کو کر اٹھا  
 دمِ سرد محفل سے بھر کر اٹھا  
 گیا وہاں سے اپنے اسی دھیان  
 گئے سب وہ ساتھ اس کے ایک آن  
 گئے وہ - میں لے کر ہوس رہ گیا  
 تعجبِ تحیر میں بس رہ گیا  
 وہ جھکیں نگہ ساتھ گھرتی رہیں  
 وہ نکلیں قصور میں پھرتی رہیں  
 زرا میری ان پر طبیعت رہی  
 کئی دن تلک مجھ کو حیرت رہی  
 گیا میں کئی باریوں تو اُدھر  
 ولے پھر وہ نقشہ نہ آیا نظر

---

یہ جب اُس کی خدمت میں وہ کہ چکا  
 تو ساتھ اُس کے یہ بھی اُدھر کو گیا  
 امید اپنے دل کو یہ دینے لگا  
 خبر دشت میں اُن کی لینے لگا  
 کہ شاید پھر آویں تو ان سے ملوں  
 یہ احوال اپنا میں ان سے کہوں

کیا ایک مدت تک انتظار  
 ہوا بارے ان کا پھر اس ماگزار  
 وہی آ کے نقشہ نمایاں ہوا  
 یہ دیکھ اُن کے عالم کو حیراں ہوا  
 بچھا فرش اور زیب اس جا ہوئے  
 سب اسباب عشرت مہیا ہوئے  
 جو مسند نشیں تھا اس عنوان سے  
 وہ مسند پہ بیٹھا اسی شان سے

وہی تاج اور راگ پھر دہاں ہوا  
 سنا تھا جو کچھ سب نمایاں ہوا  
 یہ دیکھا جب اس نے تو اٹھ کر وہیں  
 گیا دہاں جہاں تھا وہ مسند نشیں

جو حاضر ہوا بزم میں آن کر  
 تو اس نے بھی ہمسرا سے جان کر  
 پکڑ آتین پاس لایا اے  
 بنگلیر ہو کر بٹھایا اے

بہت خوبی و لطف و اکرام سے  
 ہوا واقف اس کے وہیں نام سے

کہا تم نے کی مہربانی بہت  
 ہمیں اب ہوئی شادمانی بہت  
 دل اس کا ہوا اس کے آنے سے شاد  
 یہ اس کے ہوا دل لگانے سے شاد

کہا یہاں پہ آنا سبب کا ہو کچھ  
فقط لطف ہی یا تمنا ہو کچھ

سنی یہ جرات ان سے اس ماہ کی  
تو بھرا خاک آنکھوں میں ایک آہ کی

کہا کیا تمنا میں اپنی کہوں  
عجب طور کے رنج اور غم میں ہوں

یہ سن کر کہا کچھ تو کہئے بھلا  
جب ان سے یہ احوال اپنا کہا

کہ میں باغ میں اپنے ایک شب رہا  
بہت عیش و عشرت میں پھر سو گیا

کوئی دربار آن کر خواب میں  
غلل کر گئی طاقت و تاب میں

مجھے بیکل اور مبتلا کر گئی  
کہوں کیا میں تم سے کہ کیا کر گئی

دکھایا جو کھڑا مجھے بے نقاب  
تو مجھ میں صحل رہا پھر نہ تاب

دکھایا مجھے من اس آن سے  
کہ شیدا ہوا میں دل و جان سے

دکھائی کچھ ایسی مجھے آن بان  
کہ سینہ گئی توڑ اور دل کو چھان

جو پچھ من میں اس کے تھی برتری  
کہوں کیا مگر حور تھی یا پری

کھلی آنکھ میری تو پھر وہ کہاں  
میں بے بس تڑپتا رہا نیم جاں

تلاش اُس کی میں نے بہت دور کی  
بھلاک بھی نہ دیکھی پھر اس نور کی

محبت میں اس کی گرفتار ہوں  
جگر خستہ ہوں اور دل افکار ہوں

ہر ایک طور سے جب میں بے بس ہوا  
تو خدمت میں لایا ہوں اب اتجا

یہ احوال جب گوش ان سے کیا  
تو سنتے ہی کی آہ اور رو دیا

کہا تم جو بیکل ہو اور زرد ہو  
ہمارے غرض تم بھی ہمدرد ہو

تمہارے جو کچھ دل کا احوال ہو  
ہمارے بھی دل کا وہی حال ہو

پری ایک ہی دربار نازیں  
بہت خوش ادا مہلقا نازیں

بہت پر غرور اور بہت ہٹ بھری  
کوئی اس کے ہمسر نہیں یہاں پری

عجب حسن میں اس کے عنوان ہیں  
جو پریاں ہیں وہ اس پہ قرباں ہیں

لگا دل کو اس کی ہر ایک آن سے  
ہم اس پر فدا ہیں دل و جان سے



یہی آرزو دل میں رکھتے ہیں آہ

کہ دیکھیں کسی دن اسے بھرنکاح

وے ہم کو وہ منہ دکھاتی نہیں

ہیں کوئی عشرت خوش آتی نہیں

نہیں دل جو لگتا تو پھر ہمارہم

ادھر کو بھی آتے ہیں لاچار ہم

کئی قاصدا اپنے ادھر جاتے ہیں

خبر اس کی ہر روز لے آتے ہیں

اسے جس گھڑی ہم پہ مہر آوے گی

تو ہم پاس وہ رشک مہر آوے گی

رہو تم ہمارے کئے مہرباں

جو کچھ ہم سے ہو گا وہ ہو گا عیاں

جب اس کے تئیں ان نے یوں کہہ دیا

وہیں آ کے قاصد نے مجھرا کیا

کہا وہاں نہیں بات کچھ اور ہے

وہی رنگ ہو اور وہی طور ہے

تو پہر دو گھڑی رات جس دم رہی

گئے وہ اسے بھی ملی ہمرہی

یہ ہمدرد کے ساتھ ایک آن میں

ہوا جلد وارد پرستان میں

دکھائے اُنھیں وہاں کے نگین مکان

مرصع طلائی جواہر فشان

دکھائے انھیں وہاں کے بلوغ و چین

گل و بلبلی و نرگس و نترن

بہاریں عجب اور فضا میں عجب

صدائیں عجب اور ہوائیں عجب

انھیں دیکھنے میں وہ کب آنے تھے

محبت نے ان کو وہ دکھائے تھے

کہاں یہ کہاں حد پرستان کی

بلندی یہ ہو عشق کی شان کی

ہمینے تک ان کی ضیافت رہی

پھرے۔۔۔ لے اُدھر سے اُدھر تک ہی

شب و روز فرحت فراا بھمن

طرب۔ رقص۔ گلگشتِ باغ و چین

وہ قاصد جو اس کے تھے جاتے اُدھر

پھر آتے تھے ہر دم اُدھر سے اُدھر

کسی نے پھر ایک دن بعد خوشدلی

نوید آن کر اس کے ملنے کی دی

کہا وہاں سے دور اعتراضی ہوئی

وہ محبوب اب دل سے راضی ہوئی

خوشی یہ جو زیب زبانی ہوئی

نہایت اسے شادمانی ہوئی

وہ جب خوش ہوا وہاں تو اس نے بلا

کسی اپنے ہمراز سے یوں کہا

یہ مہاں ہیں ان پر کرم کیجئے  
جو کچھ یہ کہیں اُس کو سُن لیجئے

کہا اس نے کہئے انھوں نے کہا  
کہ ہوں اب میں جس ناز میں پرفدا

یہ شکل اور یہ قد اور یہ انداز ہو  
یہ کچھ حسن ہو اور یہ کچھ ناز ہو

کہا اس نے سن کر کہ یہاں ایک پری  
اسی حسن اور ناز میں ہو بھری

کئی دن میں جا اس کو راضی کیا  
مڑ جامِ عشرت انھیں بھردیا

بڑی دھوم سے شادی اُن کی ہوئی  
بڑے غم سے آزاوی اُن کی ہوئی

پر یزاد نے ہو کے وہاں شاد جب  
بنا طرفہ شادی کے اسباب سب

کر آراستہ خوب ایک انجمن  
تکے جس کو ہر لحظہ باغ و چمن

بڑی دھوم سے بیاہ اپنا کیا  
بیاں اس کا جاتا نہیں کچھ لکھا

دل اپنا جب اس نے پُر عشرت کیا  
تو اس جا سے ان کو بھی رخصت کیا

پری کو یہ ساتھ اپنے لائے ادھر  
خوشی غری سے رہے عمر بھر

کروں کیا نظیر اب میں تقررِ عشق  
محب حسن رکھتی ہوتا شیرِ عشق

---

*Glindi* .....

OSMANIA .....

No.....

تَمَّتْ

خدمتِ مولانا

نظیر اکبر آبادی

# فہرست غزلیات ضمیمہ دیوانِ جہول و دوم

شعبہ

صفحہ

## روایف۔ الف

- ۱ رہوں کا ہے کو دل خستہ پھروں کا ہے کو آوارہ ۷
- ۲ جہاں میں جو نہ ہوا اس پر ی کا دیوانہ ۷
- ۳ ہوئی صبح جب گھر سے وہ یار نکلا ۸
- ۴ کیا جو یار نے ہم سے پیامِ خصمت کا ۸
- ۵ جب میں سنا کہ یار کا دل مجھ سے ہٹ گیا ۸
- ۶ ملا مجھ سے وہ آج پچھل چھپبلا ۹
- ۷ بتوں کی مجلس میں شب کو مہ روج اور ملک بھی قیام کرتا۔ ۹
- ۸ میرا دل ہو شاق اس گلبدن کا ۱۰
- ۹ فلاطوں کیا اگر خود عیسیٰ گرد و نشین آتا ۱۱
- ۱۰ تجھے کچھ بھی خدا کا ترس ہو او سنگدل ترسا ۱۱
- ۱۱ گلزارِ ہر داغوں سے یہاں تن بدن اپنا ۱۱
- ۱۲ گلہ لکھوں میں اگر تیرے غم کے چہلوں کا ۱۲

صفحہ	ردیف الف	ردیف
۱۳	۱۳	ہوئی کی رنگ فشان سے جو رنگ کچھ پیرہن کا
۱۴	۱۴	سنان دبدر و سر ونگس و ہلال لکھا
۱۴	۱۵	خرام نانہ سے امش و رخ نے دامن کو جب جھٹکا
۱۳	۱۶	منہ سے گر کچھ نہ کہا دل سے تو جانا ہوگا
۱۴	۱۷	گر ہم نے دل منہم کو دیا پھر کسی کو کیا
۱۳	۱۸	آغوش نقور میں جب ہم نے اسے مسکا
۱۳	۱۹	شہر دل آباد تھا جب تک دو شہر آرا رہا
۱۴	۲۰	اُدھر اس کی نگہ کا نانہ سے اکر ٹپٹ جانا
۱۴	۲۱	تمہاری زلف کا ایسا ہم سے بل نہ گیا
۱۴	۲۲	متفرقات

### ردیف - ب

۱۷	۱	جب کھلے اس معجزہ آرا کے لب
۱۸	۲	تمہارے ہاتھ سے کل ہم بھی رو لیے صاحب
۱۸	۳	متفرقات

### ردیف - ت

۱۹	۱	تیری قدرت کی قدرت کون پاسکتا ہے کیا قدرت
۱۹	۲	متفرقات

### ردیف - ح

۱۹	۱	متفرقات
----	---	---------

صفحہ	ردیف۔ و	بیان
۱۹	چھوٹا بڑا نہ کم نہ بھولا ازار بند	۱
۱۹		۲ متفرق
	ردیف۔ ذ	
۲۰		۱ متفرق
	ردیف۔ ر	
۲۰	دنیا ہے ایک نگارِ فریبندہ جلوگر	۱
۲۱	ہرگز نہ پلائی مجھے تو آنکھ بدل کر	۲
۲۱	دیتے ہیں جان و رو ملک جس کی آن پر	۳
۲۱	اس کے بن دیکھے جو مراؤں میں آنکھیں پھیر کر	۴
۲۱		۵ متفرقات۔
	ردیف۔ س	
۲۲		۱ متفرق
	ردیف۔ ش	
۲۲		۱ متفرق
	ردیف۔ ف	
۲۳	ای صفتِ مژگانِ تکلفِ برطرف	۱
	ردیف۔ ق	
۲۳		۱ متفرق



## رویف۔ ل

۲۳

۱ متفرق

## رویف۔ م

۲۳

۲۴

۲۳

۲۵

۲۵

۱ اسی کی ذات کو ہے دائما نبات و قیام

۲ دُور سے آئے تھے ساتی سن کے میخانہ کو ہم

۳ کہو دیکھوں نہ سنبلِ باغ کو میں مجھے اس خمِ زلف و دنا کی قسم

۴ ہوں تیرے تصور میں میری جاں ہمہ تن چشم

۵ متفرق

## رویف۔ ن

۲۵

۲۶

۲۶

۲۷

۲۷

۲۷

۲۸

۲۸

۱ صفائی اس کی جھلکتی ہو گورے سینے میں

۲ کیا کاسہ موی لیمے اس بزم میں اکی ہمنشیں

۳ کیوں نہ ہو بامِ پہ وہ جلو نما تیسرے دن

۴ دیوانہ ترا عاشق زاد ہوں میں

۵ کینا ہی میری جاں تو میں سر بہ بست ہوں

۶ تفرقہ ہوتا ہی ایسا بھی گلِ اذام کہیں

۷ نہ دن کو چہن نہ راتوں کو خواب آنکھوں میں

۸ متفرقات

## رولیف۔ و

- ۱ جد اکسی سے کسی کا غرض حبیب نہ ہو ۲۹
- ۲ مہ ہر اگر جوئے شیر تم بھی ندی پوش ہو ۲۹
- ۳ تیز نگہ کو راہ ادھر دیکھ بجال دو ۳۰
- ۴ متفرقات ۳۰

## رولیف۔ د

- ۱ متفرقات ۳۰

## رولیف۔ می

- ۱ جو تو کہتا ہر ای غافل یہ میرا ہی یہ تیرا ہی۔ ۳۱
- ۲ ہم تو عاشق ہیں تیرے ناز اٹھانے والے۔ ۳۲
- ۳ کسی نے جھیں نہ لی ہم سے چاہ کی گھڑی ۳۲
- ۴ مہرا پامن سدھن گویا گلشن کی کھاری ہو ۳۳
- ۵ ختم اس کے اوپر گلرخی دہشتی ہو ۳۳
- ۶ کمر تک اس نے زلفوں کو جو بل دے دے کے چھوڑا ہی ۳۴
- ۷ تاب اس کے دیکھنے کی نہ لائے چلے گئے ۳۴
- ۸ سر شکر چشم سے موتی بہت پر مے گئے ۳۴
- ۹ لگایا دام زلفوں کی تنگن نے یح نے بل نے ۳۵

- ۱۰ ہم کل اک ایسے پر رو کے نظر بند ہوئے ۲۵
- ۱۱ بالضرع اگر ہم ہوئے حوالے کسکھم سے ۲۵
- ۱۲ آواز پا ہوئی نہ صدا کے درامہوی ۳۶
- ۱۳ معترقات ۳۶



# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## مراد لیل الف

رہوں کا ہے کو دلختہ پھروں کے کو آوارا  
 اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل را  
 خدا اگر مجھ گدا کو سلطنت بخشے تو میں بارو  
 بہ خال ہندو شش ہشتم سمرقند و بخارا را  
 ہم اپنا تو بہشت و چشمہ کو تر بجھتے ہیں  
 کنا را آب رکن باو و گلشت مصلے را  
 زمیں پر آیا جب یوسف اسی آن آساں دیا  
 کہ عشق از پودہ عصمت بروں رو لیخارا  
 یہ ظالم سنگدل محبوب جادو گر ستم پیشہ  
 چناں بردند صبر از دل کہ ترکان خوان را  
 جو صاحب حسن ہیں ہرگز نہیں محتاج نیک کے  
 بہ آب و رنگ و خال و خطا چہ حال ہر زیبا  
 بتوں کی گالیوں میں بھی عجب لذت نکلتی  
 جواب تلخ می زید لب لعل شکر خارا  
 تو بہتی کی گرہ پر عقل کے ناخن توڑا بادل  
 کہ کر کشو خوشایہ ز حکمت این مہم را

نظر اس لطف سے تفنیں کر تو مصرعہ حافظ  
 کہ بر نظم تو افشا ند فلک عقد تریا را

جہاں میں جو نہ ہوا اس پر کی کا دیوانہ  
 تو اس نے آہ مزا عاشقی کا کیا جانا  
 کہا یہ شوخ نے ہم کو تو چاہتا ہے نظیر ق  
 یہ پوچھا میں نے بھلا تم نے کھلج جانا  
 تو ہنس کے کہنے لگا اس طرح میں سمجھا ہوں  
 کہ تجھ کو پاس ہمارے ہی دمبد آنا  
 جو ہم نہ ہو میں تو اگر ہمارے کو چے میں  
 یہ جسم کے بیٹھنا بہروں تلک نہ گھبرانا  
 جو ہم خفا ہوں تو اگر ہزار منت سے  
 خوشی ہو چھیرا نہیں ہنس کے گالیاں کھانا

پس ایسی باتوں سے کیونکر نہ جاہ ثابت ہو

نہ اکو دیکھا نہیں عقل سے تو پہچانا

ہوئی صبح جب گھر سے وہ یار نکلا  
کہا خلق نے رشک گلزار نکلا  
کئی لگے بیچ میں زلف کے واں  
مری چشموں سے جو گہر بار نکلا  
قضا تیری کا فرد صرا گئی جو  
بھلا لٹ پٹی باندہ دستار نکلا  
عجب پھر قسمت کا ہی میری یاد  
جسے یار سمجھا وہ اغیار نکلا  
خفا ہم سے شب کو منم مونس میں  
سے مجھ کو لے کر وہ بازار نکلا  
بہت چاہا دل بیچ دیجے منم کو  
میرے دل کا وہ ناخبر یار نکلا

صراحی سے ساقی نے میری جو بلائی

نظیر اس قدر ہو کے سرشار نکلا

کیا جو یار نے ہم سے پیامِ رخصت کا  
مثال شمع کے جھٹ پٹ ٹپک پٹے آنسو  
سنا جو شوخ کے منہ سے کلامِ رخصت کا  
مجھے پلا دے تو اب ایک عالمِ رخصت کا  
میاں جو شکل مستم کی تھی سو تو سب دیکھی  
امیدوار ہوا اب یہ غلامِ رخصت کا  
تم اپنے غلام سے ہرگز نہ باز آؤ گے

چلا، نظیر سے لیجے سلامِ رخصت کا

جب میں سنا کہ یار کا دل مجھ سے ٹپک گیا  
فراد تھا تو شیریں کے غم میں مو ا غریب  
سننے ہی اس کے میرا کلیجہ الٹ گیا  
یہی کے غم میں آن کے مجھ کو بھی لٹ گیا  
میں عشق کا جلا ہوں مرا کچھ نہیں علاج  
اتنا کوئی کہے کہ دوائے پڑا ہی کیا  
جا بیکہ ابھی ادھر کوئی پریود کا غٹ گیا  
اد پر ہی اوپر سے کٹ گیاں میں بٹ گیا

کیا کھیلتا ہونٹ کی کلا آنکھوں آنکھوں میں  
آنکھوں میں میری صبح قیامت گئی جھک  
سکون لگی یہ کہنے وہ عیار نازنین  
جب میں نے اس صنم سے کہا کیا سبب جان  
ایسی وہ بھاری مجھ سے ہوئی کون سی خطا  
آنکھیں تھکادی کیا پھر میں سوقت میری جان  
عشق جان نثاروں میں تو امام ہوں  
کتنا ہی اُس نے تن کو چھڑایا جھڑک جھڑک  
کیہ شکش ہوئی کہ گریباں مرا ادھر

دل صاف لے لیا ہر جو پوچھا تو نہ گیا  
سینے سے اس پر ہی کے جو پردہ الٹ گیا  
”کیا بولیں چل ہمارا تو دل تجھ سے بھٹ گیا“  
اخلاص ہم سے کم ہوا اور پیا بھٹ گیا  
جس سے یہ دل اداس ہوا جی اچٹ گیا  
سچ پوچھو تو مجھ سے زمانہ الٹ گیا  
یہ کہہ کے میں جو اس کے گلے سے لپٹ گیا  
پر میں بھی فنجی باندھ کے ایسا چٹ گیا  
بھڑکے ہوا اور اس کا دوپٹہ بھی بھٹ گیا

آخر اسی بہانے ملایا سے **نظم**  
کپڑے ہلے سے پھٹ گئے سودا تو پٹ گیا

ملا مجھ سے وہ آج چنیل چھبیل  
کیا مجھ سے جس نے عداوت کا بیج  
نخل اُس کی زلفوں کے کوچے، دول  
کہتاں میں ماروں اگر آہ کا دم

ہوا رنگ سن کر رقیبوں کا نیلا  
سلفی علیک تو لا ثقیلا  
تو پڑھتا، تم اقیل الا قیلا  
فکانت جبال کثیرا مہیدا

**نظم** اس کے فضل و کرم پر نظر رکھ

نقل حسبی اللہ نسیم لو کیلا

بتوں کی مجلس میں شب کو مہر و جو اور ملک بھی قیام کرتا

کنشت دیراں، نسیم کو بندہ، برہمنوں کو غلام کرتا

خواب خستہ سمجھ کے تو نے پیارے مجھ کو عبث لکھ لایا  
 جو رہنے دیتا تو نظر خوں میں قسم ہی تیری میں نام کرتا  
 کروڑوں دل جو موئے پڑے ہیں بھٹکے خویر کفن سے نکلاں  
 قیامت آجاتی جو وہ قامت گلی میں اپنے خسر ام کرتا  
 نہ اتنے قصے نہ جنگ ہوتی پیارے تیرے ملاپ اوپر  
 رقیب آبی سے زہر کھاتے جو وصل کا تو پیام کرتا  
 وہ سر و قامت جو شکر اکرمین میں جاتا ، خسر ام کرتا  
 تر مٹی بیل اسکتی قمری گلوں پہ ہنسنا حرام کرتا  
 بھلا ہوا جو نقاب تو نے اٹھایا چہرے سے ہی پریر و  
 وگرنہ سینے سے دل ترپ کر نکتہ میں اکر مقام کرتا  
 جو زلفیں مکھڑے پہ کھول دیتا صنم ہمارا تو پھر یہ گردوں  
 نہ دن دکھاتا نہ شب بتاتا نہ صبح لاتا نہ شام کرتا  
 وہ بزم اپنی تھی ذخوری کی فرشتے ہو جاتے مست بخود  
 جو شیخ جی داں سے بچ کے آتے تو پھر ان کو سلام کرتا  
 نظر تیری اشارتوں سے یہ باتیں غیر روکی سن رہی  
 وگرنہ کس میں تھی تاب و طاقت جو مجھ سے لکھ لکھ کرتا

مراد دل ہی مشتاق اس گلبدن کا	کہ یہ باغ اک گل ہی جس کے چمن کا
وہی زلف ہی جس کی نکمٹ ہے ایک	پڑا خون سوکھے ہی مشک نمن کا
وہی لعل لب پہ جس سے جس کے	جگر آج تک خوں ہی لعل میں سا
عجب سیر دیکھی نظر اس مہین کی	ابھی وصل تھا نہ گس و نستر ن کا
ابھی یکے دگر جمع تھے سنبل گل	ابھی تھا بہم جوش سرود سن کا

ابھی چھپے بلبوں کے عیاں تھے ابھی شور تھا قمری نعرہ زن کا

گھڑی بھر کے ہی بعد دیکھا یہ عالم

کہ نام و نشان بھی وہاں تھا چمن کا

تیرے بیمار کو تجھ بن شفا کلن تھی ہونی  
عجب احوال ہے کچھ اضطراب لگ گیا ہے  
مری بتیا بیوں کی اب تک کوئی بدگمانی ہی  
مجھے یا تھک خوشی تھی اسکے ایک کلمہ خوش تھا  
بڑے خط لہتے گراں شہت باب میں یارو  
اگر وہ بھی بھینسا تو اس کو بھی پتہ تھا  
اگر وہ قتل کو میرے چلے آستیں آتا  
ادھر ساقی ادھر مہربان ہر وہ میرا

تجھے کچھ بھی خدا کا ترس ہوا سنگدل ترسا  
میں اس پر مبتلا وغیر مذہب متوحذ اب ترسا  
ہوا بیمار تیرے عشق میں جو چرخ چارم  
پکارا و در سے دیکر صدف اس نے جوئی مجھ کو

نظیر اک دو گلے کرنے بہت ہوئے جوئے

جلو اب چپ رہو بس کھول بیٹھے تم تو دفتر سا

گلزار ہر داغوں سے یہاں تن بدن اپنا  
اشکوں کے تسلسل نے چھپایا تن عریاں  
کس طرح بنے ایسے سے انصاف تو ہی شرط  
انکار نہیں آپ کے گھر چلنے سے مجھ کو  
کچھ خوف خزاں کا نہیں رکھتا چمن اپنا  
یہ آب رواں کا ہی نیا پیر ہن اپنا  
یہ وضع مری دیکھو وہ دیکھو چلن اپنا  
میں چلنے کو موجود جو چھوڑو چلن اپنا

مسکن کا پتہ خانہ بدوشوں سے نہ پوچھو

جس جا پہ کہ بس گر رہے وہ ہی وطن اپنا



گل لکھوں میں اگر تیرے غم کے چہلوں کا  
سنے سے نام محبت کا تھر تھرتے ہیں  
کہا جو یار سے اک دن دل یہ چاہے  
مکان ہو ایک سنہرا، دھڑکنے والا  
یہ سن کے اس نے کہا یہ تو وہ مثل ہی نظیر  
کہ سوئیں جھوٹے میں خواب دیکھیں محلوں کا

ہوئی کی رنگ فشان سے ہر رنگت کچھ پیریں کا  
جس خنجر اور نگینی سے گلزار کھلے میں عالم میں  
لے جام لبالب بھر دینا بھر ساتی کو کچھ مہیاں  
ہر محفل میں قاصدوں کا کیا سحر دلوں پر کرتا ہو  
ہی روپ عمیر و نکاح ہوش اور رنگا لون کا گلگون  
اس گرو نے یوں ہم سے کہا کیا تیری اور یہ ہوتی ہے  
جب ہم نے نظیر اس گلوں سے یہ بات کہی نہیں کراں ہم  
کیا پوچھے ہو اے رنگت تھی ہیست ہینا پھان

رخ چین، مژہ تیز چشم و ابرو کو  
تن و دل و لب و دندان کو روئے عکرت سے  
دقن کو، چاہے رخدان کو، گوش و گردن کو  
سنان و بدرد و مسد گس و طہال، لکھا  
حقیق ویم و در و سنگ کے شال، لکھا  
صراحی، سیب و گل و چیشہ زلال، لکھا

کف خانی و انگشت ساعد و قد کو

سناک و برگ گل و غنچہ و ہنال، لکھا

خام ناز سے اس شوخ نے دامن کو جھٹکا  
نہیں گنا عبادت کا ترے ماتھے پہ زباہ  
ہماری خاک نے کیا کیا ہو اساتھ سر پہ  
نشان ہو کیسی محبوبے پردا کی چو کھٹا

بست محنت ہر کچھ مال نہیں پھر تراشتی یہی ہضمون تھا فرما دے تیشے کی کھٹ کھٹ کا  
 نظیر آرام سے گر کچھ کو اس دنیا میں ہنسا ہو  
 سوا اللہ کے ہرگز کسی سے دل کو مت اٹکا

ج دیکھ اس نے مسری چاہ کی چتون یارو منہ سے گو کچھ نہ کہا دل میں تو جانا ہو گا  
 ہر نظر دیکھیں گے اس عہد شکن کی صورت دیکھیے کون سا یاں ب وہ زما نہ ہو گا  
 لچ مرگ جسے کہتے ہیں افسوس افسوس ایک دن سب کتیں زہریہ کھانا ہو گا  
 دیکھ لے اس جین دہر کو دل بھر کے نظیر  
 پھر تراکا ہے کو اس دہر میں آنا ہو گا

ا رہم نے دل منہم کو دیا پھر کسی کو کیا اسلام چھوڑ کفر لیا پھر کسی کو کیا  
 لیا جانے کس کے غم میں تھی پھر ہر لالہ اے ہم نے گوشہ بھی پایا پھر کسی کو کیا  
 آپی کیا ہو اپنے گریباں کو ہم نے چاک  
 آپی سیا سیا نہ سیا، پھر کسی کو کیا  
 آغوش تصور میں جب ہم نے اسے مسکا لب ہائے نزاکت سے اکٹھا تھا بس کا  
 اُس تن کو نہیں طاقت شبنم کے تلبس کی اڑ دست ہوس اس پر تو قصہ نہ کر مسکا  
 سوار حریر اس کا مسکا نگہ گل سے شبنم سے کب اڑ بلبل پیرا ہن گل مسکا

شہر دل آباد تھا جب تک شہر آرا رہا جب وہ شہر آرا گیا پھر شہر دل میں کیا رہا  
 کیا رہا پھر شہر دل میں جنہ ہجوم درد و غم تھی جہاں فوج طرب، داں لشکر غم آ رہا  
 آ رہا آنکھوں میں دم، تو مٹی نہ وہ ایمانم حیف کس سے پوچھیے جا کر کہ ”وہ کس جا رہا؟“

اُدھر مڑنا تیرا غش میں اناؤم لٹ جانا اُدھر اُس کی نگہ کا ناز سے آکر لپٹ جانا

یہ کچھ بہرِ واپس دیکھو کہ بن کر شکلِ دل کی  
یہ یکساںی یہ یک رنگی، تس اور یہ قیامتِ مگر  
بکھڑنا، سبز ہونا، لہلہانا، پھیر سمٹ جانا  
نہ کم ہونا، نہ بڑھنا، اور نہ رادوں ٹھٹھ میں ٹھکانا

تمھاری زلف کا اری بار ہم سے بلی نہ گیا  
ہمیں میں دیکھ جو قدموں پہ گزرتا ہے  
ہمارے دل سچی اک بال بھر خلل نہ گیا  
وگر نہ یاں سے میاں ہاتھ کون مل نہ گیا  
پتنگ پہلے ہی خانہ خراب جل نہ گیا  
جلا کے پر جو گن میں پڑا سلگتا ہے

دیکھتے جلوہ جو اس کے حسن بالا دست کا  
بے صدا آکر لگا اور ہو گیا سینے کے پار  
حوصلہ اتنا کہاں اپنی نگاہ پست کا  
یہ خدنگ صاف تھا کس بے نشان کشت کا

ایک پردہ ہستی نہ رہا، جوں نظر آیا  
اس ہر پُر افوار سے کس بنم کی طرح ہم  
وہ پردہ بر انداز ہمیں کیوں نظر آیا  
گم ہوتے گئے ہم کو وہ جوں جوں نظر آیا

سر سبز دل جلوں کو نہ ہرگز کرے فلاک  
جب سے ہوئے بینہ لبانِ بخش جلوہ گر  
دانہ کہیں اُسکا ہی جو آتش میں بجھ گیا  
تب سے تمام نسخہ عیسیٰ کا گن گیا

لا کر ہر اک ادا میں وہ عیار چھٹکا  
سب جانتے ہیں چھٹکا بازیِ نظیر کی  
چٹکی بجا کے چھوٹے ہی ہر بار چھٹکا  
اس کے ہر اک سخن میں ہوا یا چھٹکا

خط کے آنے پر بھی کا فر مجھ کو ترسا تا رہا  
آہ کے ہنار کے اٹھڑی سانس کی یاد لگے  
جیسا شرماتا تھا جب ویسا ہی شرماتا رہا  
اب خدا جانے کہ کس کے ساتھ جی جاتا رہا

ابھی کہیں تو کسی کو نہ اعتبار آوے کہ ہم کو راہ میں ایک آشنا نے لوٹ لیا

ٹھیکرنا عشق کے آفات کے صدموں میں فطیر  
کام مشکل تھا پر اللہ نے آسان کیا

لائے خاطر میں ہمارے دل کو وہ مغرور کیا  
جس کے آگے مہر کیا، مہ کیا، پری کیا جو کیا

دل ہوا جس دن سے سب لبرک و لخواہ کا  
تھا وہی پہلا دن اس سبیل کی بسمل اللہ کا

نہ گل اپنا نہ خار اپنا نہ ظالم باغبان اپنا  
بنایا آہ کس گلشن میں ہم نے آشیاں اپنا

پہنچے نہ ذیل و صف میں دست اسکے عام  
موصوف ہو جو خاص خدا کے کلام کا

عیسیٰ کے قلم سے حکم نہیں کفر کا  
ارنی پکا رہتا ہے سدا دم فقیر کا

سبھوں کو محو ہو مخ نامِ دل بلانا تھا  
فلک میں پہ تجھے کیا یہ زہر کھانا تھا

یہیل کے اشکوں کی بیا بیاں میں نہیں نہر  
بھوٹا کوئی مجنوں کے مگر پاؤں کا

ہم نے چاہا تھا کہ حاکم سے کریں گے فریاد  
وہ بھی کجخت تیرا چاہنے والا نہ

دیکھ سبزدوں کی طراوت کو زمیں پڑھتی ہر  
آیہ! اَلْاَنْبِیَآءُ اللّٰہُ نَبَا تِلْکَ

چمن طراز حقیقت نے اپنی صفت سے کسی کو پھول بنا یا کسی کو گھاس کیا

وصل اس کا ہوتا کیوں کر میسر وہ نور جاں تھا میں آب و گل تھا

جو وصف زلف کو پوچھا تو حلقے حلقے کو مآب و مرجع و پجائے صدا سیر کہا

دیکھ اُسے رنگ بہار و سر و گل و جو بہار اک اڑا، اک گر گیا، اک جل گیا، ایت گیا،

تو ہی وہ گل ای جاں کہ ترے باغ میں شوق جبریل کو بیل کی طرح نعرہ زنی کا

ہی کون سی ہمت نہیں میں اس کا نور ہی کون سا وہ دل کہ نہیں جھیل سکی جا

بدن گل، چہرہ گل، خمار گل، لب گل دہن ہے گل،  
سرا پا اب تو وہ رشک چمن ہی ڈھیر چھو پوکا

نظیر اب اس ندامت سے کہوں کیا فنا شم آہ شم آہ

ہو کف پا وہ مصفا کہ جیسے دھیان پاؤے نظارہ یہ کہتا ہی پھیل جاؤں گا

نہ آئی بوجہ زرا تیرے مصحف رخ کی نسیم بیاڑ گئی آکے ہر ورق گل کا

اب تو زرا سا گاؤں ہی بیٹہ نہ دے لے لگتا تھا، ورنہ چین کا داماد آگرا

ہم وہ درخت ہیں کہ جسے دم بدم اجل آ رہا دھڑکھاتی ہے اودھرتہ قضا

بتوں کی ناز برداری میں بھی تیری عبادت کی مری اس بندگی کا اب تو ہی شاید ہیچو

عزیز کیا پڑے سوتے ہو غفلت میں نہ را جا جس فریاد میدار کہ بر بندید محمل ہا

ہوئی جو رد و بدل کے کتنی بار نظیر تو اُس نے خط کا ہمارے نہ پھر جواب لکھا

بہار آئی کیا ہر شاخ پر گل نے مکان اپنا بنا اب تو بھی امی بلبل چمن میں آشیاں اپنا

ہی تاج گنج میں اب تو نظیر کا میلہ نظیر کیا ہے عجب بے نظیر کا میلہ

جس کام کو جہاں میں تو آیا تھا اسی نظیر خانہ خراب تجھ سے وہی کام رہ گیا

### سدا لیب

جب کھلے اس معجزہ آرا کے لب بند ہوئے حضرت عیسیٰ کے لب  
عشق میں اس گوہر نایاب کے آج تلک خشک ہیں دریا کے لب  
نام سے اس لب کے لب یہ شہد خلد کی حوران شکر خا کے لب  
لعل بھٹی رشک سے یا قوت زرد دیکھے اگر اس درخت کا لب

ایک تبسم سے بنے لالہ نام ایسے ہیں اس شاہدِ رعنا کے لب  
اس لب جاں بخش کے آگے **نظیر**  
کس کو خوش آئیں گے میا کے لب

تمہارے ہاتھ سے کل ہم بھی روئے صاف جگر کے داغ جو دھو تھے دھو لئے صاف  
کل اس منہم بنے کہا دیکھ کر یہیں خاموش ق کلاب تو آپ بھی ٹپک لکے کھولے صاحب  
یہ سن کے میں نے **نظیر** اس سے یوں کہا ہنس کر جو کوئی بولے تو البتہ بولے صاحب  
ہوا جو اس کا وہ کو چہ چین نہشت نصیب خدا نے ہم کو اسی جا کیا بہشت نصیب  
یہ کم نصیب ہوئے ہم کہ بعد مرگ **نظیر** ہوئی فرار کو اپنے نہ ایک خشت نصیب  
دل سادہ یتیم بکا کوڑیوں کے مول کیا تجھے، خیر، یہ بھی خریدار کے نصیب  
بازار یوسفی نے نہ دیکھی تھیں خواب میں جو گرمیاں ہو میں ترے بازار کے نصیب  
میں ہوں اور نہ رہو اور ساقی ہوا وندِ بزمِ شراب پر خدا جانے یہ بیداری ہی کوئی یا کہ خواب  
شروت و مال منالِ حشمت و جاہ و جلال کوئی اس کو کچھ کہو تو سمجھتے ہیں یہ خواب  
کچھ اسے شرم کچھ ہی ہم کو حجاب ہی نہی چاہ میں یہ طرفہ عذاب  
کیوں نہ عشرت دو چہ ہو جو ملے یارِ مہ چہرہ اور شب ہفتاب  
ساغر کے لب سے پوچھئے اس لب کی لکیریں کس واسطے کہ خوب سمجھتا ہے لب کی لب  
ہو جس لڑکیوں میری آہ میں یارب سب کچھ ہی مہیا تیری درگاہ میں یارب  
گزرے دو دم نہ خوشی سے کبھی اورو نصیب غمی عجب فلک ہے جس سے مرے لکھو نصیب  
بقول حضرت صاحبِ ہزار حریف **نظیر** کہ در بہار نہ دارم بجھ بہاے شراب

## سرحدیف - ۱۸

یتری قدرت کی قدرت کون پاسکتا ہے کیا قدرت  
 ترے آگے کوئی قادر کہا سکتا ہے کیا قدرت  
 کھل گیا حصار اس کا جس گھڑی کا کل سمیت  
 حسن کے گلشن کا دیکھا ہم نے گل سنبل سمیت  
 قسمت میں گر ہماری یہ مٹی تو سامتیا  
 بے اختیار آب سے شیشہ کرے گاجست  
 کچھ ہم کو امتیاز نہیں صاف و در دکا  
 اے ساقیان بزم بیاریہ ہر مہر بہت

## سرحدیف - ۱۹

طریق عشق بے مرشد نہ ہو طر  
 کہ میری رہ نہایت پیچ در پیچ  
 نظیر یار سے کیوں در و دل نہیں ہوتا  
 سنا نہیں ہی وہ تو نے کیا پیچ کو کیلچ

## سرحدیف - ۲۰

چھوٹا بڑا نہ کم نہ بھولا ازار بند  
 ہر اک قدم پہ شوخ کے زانو کے دریا  
 کھاتا ہو کس جھکے جھکولا ازار بند  
 تھے چار تو لہ موتی جو تولا ازار بند  
 لوندی سے بولی جا مرا، دھولا ازار بند  
 وہ دوسرا جو ہی سو پر دلا ازار بند  
 ہم بھومرے میں نکھولا ازار بند  
 اک دن کہا جو میں نے کلاز جان آپ



سن کر لگی یہ کہنے کہ اے واجھڑے پنہوش  
ایسا بھی کیا میں رکھتی ہوں پولا ازار بند  
آجائے اس طرح سے جواب ہر کسی کے ہاتھ  
دیا تو کچھ نہیں مسرا بھولا ازار بند  
اک رات میرے ساتھ وہ عیار کر باز  
لیٹی جھیا کے اپنا مولا ازار بند  
جب سو گئی تو میں نے بھی ہشتنگ اسکی آ  
پہلے تو چپکے چپکے ٹٹولا ازار بند  
آمزبری تلاش سے اس شوخ کا نظیر  
جب آدھی رات گزری تو کھولا ازار بند

رکھتے ہیں ہم شمس و قمر کا ساقاوت  
نورید بیضا د کف پائے محمد

سر دلیف - خ

عشق کا دور کرے دل سے جو دھڑکا تعویذ  
اس دھڑاکے کا کوئی ہم نے نہ دیکھا تعویذ

سر دلیف - د

دنیا ہی ایک نگار فریبندہ جلوہ گر  
افت میں اس کی کچھ نہیں جن کلفت و ضرر  
آج اس پہ تھی کہیں تو لگائی کل سچ گھٹا  
حسرت فراو ہوش ربا و شکیب بر  
ہوتا ہی آخر اس کے گرفتار کا یہ حال  
جیسے گس کے شہدیں بھر جاویں بال پر  
سحر و فسوں وہ رکھتی ہی بہر فریب دل  
حیراں ہو سحر سامری بھی جس کو دیکھ کر  
لینے نفع عمر کے شیریں ہر مثل قند  
جبے چکے تو ہوتی ہر خنقل سے تلخ تر  
جو اس سے دل لگاتے ہیں آخر بہ نفع  
تو بھی جو اس کے پاس لگا دیکھا دل تو یار  
میں تجھ کو اسے ربط سے کرتا نہ منع آہ  
تو اس مثل کو سوچ زرا گر سفر گزریں  
گرد میان رہ کوئی نہ جائے باغ اسے  
اس نخل تمکین کا تجھے بھی یہی مشہر  
لیکن کروں میں کیا تجھے درپیش ہی سفر  
کرتا ہی قطع راہ کو باندھے ہوئے کمر  
تو چلتے چلتے دیکھا جاتا ہی اک نظر

بس اس نگار خانے کو تو بھی اسی منط سیر مسافرانہ کر اور اس سے درگزر

اس حرف کو قیصر کے یوں دل میں سے نکال

کرتا ہے جیسے نقشِ تجھیں کے جگر میں گھر

ہرگز نہ پلا مجھے تو آنکھ بدل کر ساتی ترے کوچے سے نہ جاؤ گا بھل کر

میں کشہ ابرو ہوں تر اے مرے قاتل آتے ہوئے ہاتھ میں کیوں تیغ بھل کر

تم نے تو اداؤں سے کیا قاتل ہی مجھ کو بیٹھے ہو لبیں باندھ کے باہر جو بھل کر

جب ہم سے خفا ہو کے ہو وہ شمع رو جاتا خاموش ہو رہ جاتا ہوں بے آنہ سال کر

میں عاشق بیدل ہوں تر اے مرے جانی مت آنکھ چراہم سے تو ایسا نہ خل کر

کہتا ہوں قیصر اس کو نہ اپنا رے تو سو جا

تب آنکھ کے کھڑا ہوتا ہو وہ شوخ اچھل کر

دیتے ہیں جان و رو ملک بسکی آن پر کیوں کرنے ہو پھر اس کا دماغ آسمان پر

سبزہ پڑا ہو کان میں اس سبزہ رنگ کے سر سبزیاں ہیں اب تو زمرہ کی کان پر

جگنی پہ جان تر پئے ہر چنپا کچی پہ دل اور روح لوٹتی ہے پڑی عطر دہان پر

کوچے میں اس کے جاتے تھے سینہ سپر کئے

کل تو میاں قیصر بھی کھیلے تھے جان پر

اس کے بن دیکھے جو مر جاؤں میں آنکھیں کھر ڈر خدا سے اے کی فلک آنا تو مت اندھیر کھر

میں قویہ غیرت نہیں کیا جاؤں میں بنو کے پتا کون سا کیمخت پھر لاتا ہو مجھ کو گھیر کر

داغ مرنے کا وہی محرم جلنے جس کو آہ موت آجی شباب اور یار آبا ویر کر

پڑی ہو خاک گویا میں کیا قاتل مومنوں پر اکی تو گھاس کس کس گلاب کسے لگلوں پر

وہ رکھے اینٹ چھاتی پر زبر خاک سوتے ہیں چمکتے ہیں منہری قصر جن کے بام گردوں پر

من ترانی نے کیا اپنا ظہور آخرا موسیٰ بے خود ہوئے اور جل گیا طرہ خرا

قرب سمجھا تھا جسے تو وہ خودوری ابرو شیخ اسی اندوخی نے پھید کا گھسے در آخر کار

## متراد

یوں ہجر میں رہتا ہوں میں اس گل کے شب دروازہ کرنا دے فریاد۔ جیسے کہ کسی  
یوسف کے لئے ردی عقیں یعقوب کی آنکھیں۔ ہر شام و سحر کو۔ خوباب میں صبر بھر  
خط میں نے جو بھیجا ہے باحسرت و دیدار لکھ خون جگر سے۔ اور داغ کی کہ ہر  
تکنتی رہیں جا کر مے مکتوب کی آنکھیں۔ اس رشک قمر کو۔ حسرت سے سراسر

## متراد

یہ ہر فرار رخ۔ کرتا ہی گھاہوں کو ترا مطلع انوار  
اب تیرے سوار رخ۔ کس کا ہی بتا نام خدا ایسا جھک دار  
فرقت کے الم سے۔ دل تڑپے ہو اور آنکھیں کھلی رہتی ہیں رات  
دیکھیں گے ترار رخ۔ دے کون سا دل ہو گا مبارک جو ہم ای یار

کتنا تنگ صفا ہو کہ پائے گناہ کا  
بندے کے قلم ہاتھ میں ہوتا تو غضب تھا  
ملکا سا اک غبار ہو چہرے کے رنگ  
گیا پانی سحر کا آفتاب ارغوانی پر  
گل عارض شگفتہ صبح دم دیکھ اس کا جھلکتے

## سرد لیف۔ بس

ابھی تازہ حلقہ زلف میں جو پھنسا ہے طائر دل بھلا  
اسے رنج پیچھے ہے اکی صبا تو گھڑی گھڑی نہا نظر

## سرد لیف۔ بش

و اما نہ کانِ اہ تو منزل پہ جا رہے  
اب تو بھی ای نظیر میاں سے قدم تراثر

### صدا لیف - ف

اے صفِ مژگاں تکلف برطرف  
دیکھ وہ گوراسا کھڑا رشک سے  
دیکھتی کیا ہے الٹ دے صف کی صف  
پڑ گئے ہیں ماہ کے منہ پر کلف  
آگیا جب بزم میں وہ شعلہ زد  
شمع تو بس ہو گئی جل کر تلف  
ساتی بھی یوں جام لے کر رہ گیا  
جس طرح تصویر ہو ساغر کیف

### صدا لیف - ق

مضمون سر دمہری جاناں رقم کروا  
گر با تھ آئے کاغذ کشمیر کا ورق

### صدا لیف - ل

جب بے چلا وہ دل مرے پہلے کھینچ کر  
دل سے مرے مدد ایسی نکلی کہ آدھ دل

### صدا لیف - ہر

اسی کی ذات کو ہے دائمیات و قیام  
بروج بارہ میں لاکر رکھی وہ بارہ کی  
قدیر وحی و کریم و ہمیں و منہام  
کہ جس کو پہنچے نہ نکرت نہ دانش و اہام  
ادھر فرشتہ کروبی اور ادھر غلہاں  
یہ دو ہیں گیس و قمر اور ساتھ ان کے یار  
جو چاہیں ایک پاک ٹھہریں سیو طاعت  
بشر جو چاہے کہ سمجھے انھیں سو کیا امتحان  
نکالے ان سے گل و میوہ و شل و درگن بار  
اسی کے باغ سے دل شاد ہو کے کھائیں  
عطار و دوزل و ذرہ مشتری، بہرام  
پھر کریں گے یہ آغاز سے لے تا انجام  
ہو یاں فرشتوں کی عاجز عقول و انہام  
سب اس کے لطف و کرم کے ہیں عام و انعام  
جو ایسے کشمش و انجیر پستہ و بادام

چمکے ہاں اسی کی یہ قدرتوں کا نور بہر زمان و بہر ساعت و بہر ہنگام  
کہ اس کا شکر کریں شب سے تا روز ادا اطاعت اسکی بجا لادیں صبح سے تا شام

### نظیر مکہ سمجھ بہر و فضلِ خالق کو

اُسی کے فضل سے دونوں جہاں میں ہو آرام

دور سے آئے تھے ساتی مَن کے میخانے کو ہم بس ترستے ہی چلے انوس پیمانے کو ہم  
موج بھی ہو مینا بھی ہو ساغر بھی ہو ساتی نہیں دل میں آتا ہو نگا دیں گل میخانے کو ہم  
کیوں نہیں لیتا ہماری تو خیر، اسی بے خبر کیا ترے عاشق ہوئے تھے دروغم کھانے کو ہم  
ہم کو چھیننا تھا نفس میں کیا لگہ صفا و کا بس ترستے ہی رہے ہیں آب اور آگ کو ہم  
طالق ابرو میں صنم کے کیا خدائی رہ گئی اب تو پوچھیں گے اسی کافر کے تھانے کو ہم  
باغ میں لگتا نہیں ہے سدا گھبرا تا ہول اب کہاں لہجائے بیٹھیں ایسے دیوانے کو ہم

کیا ہوئی تقصیر ہم سے تو بتا دے اور نظیر

تا کہ شادی مرگ سمجھیں ایسے مرجانے کو ہم

کبھی دیکھو نہ سنبل باغ کو میں، مجھے اُس خم زلف و تان کی قسم  
نہ نگہ کروں عارض گل کی طرف، مجھے اُس رخ ہر دو خان کی قسم  
یوں پھرے ہر چین کی قضایں صفا، وہ ہر طرح سے ہونا کنا

مرے دل کو نہ ہو کبھی اس کی ہوا، مجھ کوئے صنم کی ہوئی قسم  
جونہی آیا ادھر کو وہ چشم سیہ، وہیں لے گیا دل کو بسیر مجھ

رہی عقل و خرد کو نہ جی میں جگہ، مجھے اُس بیت مویش بالی قسم  
بدن اس کا ہو رکش برگ من، مرے بریں جوائے وہ شکستہ چین

کھلے غنچہ دل میرا گل کے من، مجھے اس کھلے بند قفس کی قسم  
ترے عشق نے دل میں رو دیا، تو کچھ اُس سے مرہ میں لیا لیا

نہ کروں نہ کروں نہ کروں میں دوا میں کھائی ہوائیہ دوا کی قسم  
 لگی مہندی جو ہاتھوں میں اس کے میاں، تو وہ سرخی کچھ ایسی خوشاں  
 وہ شفق جو کہ صبح کو ہو دے عیاں، سودہ کھاتی ہوا کی صبا کی قسم  
 میں نے دیکھا نظیر جو اس کے تئیں، تو وہ شرم و حیا ہو سوز و غم  
 لیا نیچے لگا ہوں سب جاں دل دیں میں کہوں کیا اب اسکی حیا کی قسم

ہوں تیرے تصور میں میری جاں بہت تن چشم  
 تا ایک نظر دیکھے تجھے اکو مہتاباں  
 آنکھوں کو ملے تاکہ ترے پاؤں کے نیچے  
 دیوانگی میری کے تجھ میں شب و روز

اس آئندہ رو کے ہو تصور میں نظیر اب

حیرت زدہ نظارہ، پریشاں بہت تن چشم  
 دیکھے نہ تجھے کیوں کرا ز چشم حقارت او  
 وہ سر و جواں یار و امن فاختہ پیرم  
 چپ بٹھوں تو کہتا ہی، خاموش چراستی؟  
 کچھ بولوں تو کہتا ہی، "آزادہ زعفریم"

### ہر دلیف - ن

صفائی اسکی جھلکتی ہو گویے سننے میں  
 نہ توئی ہو، نہ کناری نہ کو گھر دست پر  
 سبھی ہو خوشی نے انگیا بنت کے مینے میں  
 "میں لگ ہی تھی اس انگیا موی کے سینے میں"  
 "پکاری، آگ لگے اوئی اس قریبے میں"  
 کبھو جو آئے تو ہفتے میں یا ہینے میں  
 دماغ کرتی تھی کیا کیا شراب پینے میں

صفائی اسکی جھلکتی ہو گویے سننے میں  
 نہ توئی ہو، نہ کناری نہ کو گھر دست پر  
 جو پوچھا میں کہ وہ کہاں تھی تو ہنس کے یوں لی  
 پڑا جو ہاتھ مرا سینے پر تو ہاتھ جھٹک  
 جو ایسا ہی ہو تو اب ہم نہ روز آدی گے  
 کبھو مٹک کبھو میں سب کبھو پیا لپٹک

چڑھی جو دوڑ کے کوٹھے پہ وہ پری اکبار تو میں نے جالیا اسکو ادھر کے زینے میں  
وہ پہنا کرتی تھی انگیا جو سرخ لاہی گی لپٹ کے تن سے وہ تر ہوئی پسینے میں  
یہ سرخ انگیا جو دیکھی ہو اس پری کی نظیر  
مجھے تو آگ سی کچھ لگ رہی ہر سینے میں

کیا کا سہ مریجیے اس بزم میں احوال نہیں  
یہ کا سہ فیروزگوں، ہر شیشہ باز پر نہوں  
ہوا اعتماد اس کا کہ ہر شیشہ بازی یاد اسے  
کل امن صحرا میں ہم گزرے جو وقت صبح دم  
بولابہ فریاد و فغان کیا دیکھتا ہوا دریاں  
گلاب سے نازک بدن سراپاؤں سے رشک چین  
دن ات ناز و نعتیں طلعتوں کی محبتیں  
باغ و چین پیش نظر، بزم طریشام، بصر  
ایک آسماں کے دور سے آگے دلی العوز  
سننے ہی جی تھرا گیا، خسار پر اشک آگیا  
دور فلک سے کیا خبر پہنچے گا تک باہنیں  
جتنے حیل ہیں اور منوں لپٹے ہیں ہمیں  
لکھا ہر شاد اک دم جسے کراہا ہو پھر اندوہیں  
اک کٹہ سر پرالم آیا نظر اپنے وہیں  
تھے ہم بھی سر بر آسماں گواہ ہیں نیریں  
زرین و سیمیں پیرین لکش مکانوں کے کیس  
عیش و نشاط و عشرتیں ساتی قرآن مطربیں  
ہر سو بکثرت جلوہ گر حسن تباہ نازیں  
اب سوچے گا غور سے در لحظہ آں در لحظہ ایں  
دل عبرتوں سے چھا گیا۔ خاطر ہوئی بس بگیں

اس میں سراپا ناگہاں ہر موہو مثل زباں

بولنا نظیر آگے ہو باں ہر تیروز سے ہمیں

کیوں نہ ہو بام پہ وہ جلوہ نما تیسرے دن  
ہاتھ سے اب تو قلم رشک مسیحا رکھ دے  
غرق دریا کے محبت کی نہیں ملتی لاشیں  
دل بیمار رہے عشق میں کیوں کر سر سبز  
چھوڑ مت زلف کے مارے کوہر یا میں ہر نور  
ماہ بھی چھپ کے نکلتا ہے دلا تیسرے دن  
نسخے بدلے ہیں جہاں کے حکما تیسرے دن  
ورنہ ڈوبا ہوا نکلے ہر منا تیسرے دن  
خاک سے دے لے گوہر نشو و نما تیسرے دن  
سانپ کے کاٹے کو دیتے ہیں ہاتھ تیسرے دن

اب زرا چشم کے بیمار کا اپنے علاج ہوتی معلوم ہی ناشر دوا تیسرے دن  
لوگ کہتے ہیں کہ ہیں بھول ترے کشتے کے ہندی ہاتھوں میں تو قاتل نگا تیسرے دن  
عمر اکھٹے نہیں باغ میں و گل مت بھول رنگ بے لے سوز لائے کی ہوا تیسرے دن

چار حرف اس بت پرغوں کے اوپر بھیجی نظر  
آپ سے آپ جو ہو جائے تھا تیسرے دن

دوا نہ ترا عاشق زار میں ہوں خدا تجھ پہ مدت سے اسی یار میں ہوں  
فریبوں میں کب تیرے آتا ہوں غلام فریبی جو تو ہی تو عیار میں ہوں  
جبے اس نے کاٹا موا بے اجل وہ سمجھتا تری زلف کو مار میں ہوں  
اگرچہ وہ گل ہی دیا چشم ز گس ترے باغ نمازہ کا اکھا میں ہوں

لیتا ہی جان میری تو میں سہر بد ہوں آریار میں تو کشتہ روزالت ہوں  
اک دم کی زندگی کے لئے مت اٹھانجھے اکہنجر میں نقش زمیں کی نشست ہوں  
تو مست کر شراب، اگر گل بدن مجھے غلام میں تیری چشم کلابی سہمت ہوں  
دوراں طریق خجہ کو سمجھو نہ زامدا گر تو خدا پرست ہی میں بت پرست ہوں  
ان رنگے لبتوں کا گل کیا کروں نظیر  
میں آپ اپنے نیشہ دل کی نشست ہوں

تفرقہ ہوتا ہی ایسا بھی گل اندام کہیں میری نہیں ہیشہ نہیں، ساتی کہیں جاگم کہیں  
دل کی بیانی سن ٹھہرنے دیتی ہی مجھے دن کہیں، رات کہیں، سچ کہیں، شام کہیں  
ایکٹل دیجئے کس کس کو سبھی مانگتے ہیں بندے بائے کہیں اور زلف سینہ فام کہیں  
نامہ برنامہ لکھوں یا میں نہانی کہدوں خطا کے پرے پہ لکھوں قاصد نا کام کہیں



دل بھی اور جان دیا سنے اسی پر ہی نظیر

گل کہیں، غنچہ کہیں، بیل پد نام، کہیں

نہ دن کو مہین نہ راتوں کو خواب نکھوں میں      بھر آ رہی ہو ترے غم سے نیند آنکھوں میں  
جدھر وہ دیکھے ادھر صرف کی صف لٹ وہ ہو      بھری ہو شوخ کے ایسی شراب آنکھوں میں  
تھما نہ اشک نہ نیند آئی نا ملک حبیب کی      بسا ہی حب سے وہ خانہ خواب آنکھوں میں  
نشانی آن کے محبوبو، بگڑیاں رنگ لو

نظیر لایا ہو بھر کر شہاب آنکھوں میں

جبکہ الٹی ہم نے بکھرا نظیر آستیں      کھینچ لی اُس نے رخ رشک قمر پر آستیں  
اس پر یں رو دو آنے کی یہ شکر لباس      تار دامن خار پر ہشام بھر پر آستیں

طلعت یوسف صباحت میں ہو لاشانی دے      یہ نمک یہ خال و خط یہ زلف یا برو کہاں  
کس طرح سنبھل ہو ان زلفوں سے اگر نہ لہر      یہ لٹک یہ بت بیچ و تاب خوش بو کہاں

یہ حسن دی بہاراں جن دہلی آندیاں ہیں      کہ کہ طرح جگر پہ چڑھو ان بچا زبلیں ہیں  
کوئی نہ دیکھدا ہو، دیکھو ادھر تو پیالے      تم بن بہاری آنکھیاں آنکھو بہا مایاں ہیں

کل نظیر اس نے جو بچا بزبان پنجاب      نیمہ رچ میں ٹپی ہو کے حال تسادھے نیاں  
جوڑ ہتھ ہم نے کہا حال اُٹا دے دل دا      تسمی لب جاں سی ہو جی اسے کے عوج کراں

چاہت ہے ابا فشاکن اصرار تو ہم ہیں      کیوں دل سے جھگڑتے ہو گنہگار تو ہم ہیں  
کیا کباب کو دکھلاتے ہو انداز خرام آہ      حسرت زدہ شوخی رفتار تو ہم ہیں

چوٹا سا خال اس رخ خورشید تاب میں      ذرہ سما گیا ہے دل آفتاب میں

پن میں جب سے لب اس غنچہ لے کھولے ہیں      گلوں کے پہلو میں غنچے نہیں پھیلے ہیں

میں اک اپنے یوسف کی خاطر، عزیزو      یہ ہستی کی ساری دکان بھیتا ہوں

لوفاں اٹھا رہا ہر مے دل میں سیل شک      وہ دن خدا نہ لائے جو میں آبدیدہ ہوں

صبح جب بول اٹھا مرغ سحر گلزار کوں      اٹھ گئے پاس سے وہ رہ گیا میں نہ توں

س کو کہیے نیک اور ٹھیرائیے کس کو برا      غور سے دیکھا تو سب نے ہی بھائی بنیں

## سرا دلین۔ ۹

جدا کسی سے کسی کا غرض حبیب نہ ہو      یہ داغ وہ ہر کہ دشمن کو بھی نصیب نہ ہو  
جدا جو ہم کو کرے اس غم کے کوچے سے      الٹی راہ میں ایسا کوئی رقیب نہ ہو  
علاج کیا کریں حکما تب جدا کی کا      سوائے وصل کے اس کا کوئی طبیب نہ ہو

نظیر اپنا تو معشوق خوبصورت      ہی

جو حسن اس میں ہی ایسا کوئی عجیب نہ ہو

مہ ہی اگر جوئے شیر، تم بھی زری پوتن بن      دودھ چھٹی کا اسے یاد دلانے چلو  
آئینہ ماہ کو محل لب اپنے دکھا      چشمہ کافور میں آگ لگانے چلو

تم ہو مہ چار دہ، چار قدم رکھ کر آج  
بد فطرت کی قدر گھٹانے چلو

دل جن کو دیا نام ملک ان کا نہ پوچھا  
تکلیف نہ ہوتا لب ریحاں نفسوں کو  
گواہی گل بھڑکی ہے، پر یہ نہیں تو فیت  
پھونکنے جو اسیرانِ چین کے نفسوں کو

تیر نگم کو راہ ادھر دیکھ بھال دو  
لکڑی سے پہلے تارٹنے والوں کا مال دو  
ان ابروؤں کے تو بھی مقابل نہ ہو سکیں  
بالفرض آسمان پہ اگر مہوں ہلال دو  
ڈالنی سمیت گل اٹھایا تو ہر دے  
پہنچے میں ناز کی ہر بساں کو ڈال دو

تو اس کے ابرو نے کھینچی مریاں نظیر

دل تم بھی دو بدو ہی کے سانچے میں حال دو  
خط کے رخساروں پر اس گل کے جو تحریریں ہیں  
ہر یہ مہجھ کہ جس کے ساتھ تفسیریں ہیں دو  
فی الحقیقتہ تین جن جن عشق سے باہم ہوا یک  
لیلی و محبوں کی گویا ہر میں تصویریں ہیں دو

ہزاروں پھرتے ہیں یاں غنچہ لب ایک دو  
رکھے ہر پر کوئی تیری ہی جھب نہ ایک دو  
کہا جو ایک کے بوسہ میں دو لگا لینے  
تو ہنس کے کہنے لگے چلے اب نہ ایک دو

دہ آن غضب ہے جو خدا داد کوئی ہو  
دہم کو بناوٹ کی اداؤں کا نہیں ہو

حشر چشمہ قبلے ہرگز نہ آب لاؤ  
حضرت خضر کہیں سے جا کر شراب لاؤ

مراد لیلی - ۵

تری وہ شان کی رفعت ہی یا رسول اللہ  
کہ لامکاں نے کہا لا الہ الا اللہ

وہ نور دیدہ احمد کہ جس کے رتھے کی حدیث بھضتہ ممحی ہے دو جہاں میں گمراہ

غم نہیں گردبری سے دل کو لیجا تا ہی وہ پاس میرے تب تو آتا ہی جوں پاتا ہی وہ

مصحف رخ پہ ترے ابروئے پو ترہ نہیں موقلم سے یہ قدرت نے لکھا بسم اللہ

تا بد آزاد ہیں دام و قفس کے حور سے بلی تصویر و ملاؤں خیال آئمنہ

سرخ گالوں پہ جو ہم کرتے ہیں گل کے نگاہ پڑی نارنجیاں ٹپکے ہیں خیروں و لخواہ

### در لیل - می

جو کو ہنساے غافل ”یہ میرا ہی یہ تیرا ہی“  
تو اول سوچ تو دل میں کہ تو ہی کون او کیا ہے  
فرشتہ ہی پری ہی دیو ہی آدمی جس ہی  
تری کیا ذات ہو کیا نام ہو کیا کام کرنا ہے  
جب ان چیزوں کو تو اپنے میں کچھ چیز نہیں  
یہ چیزیں تو غرض کیا ہیں تو اپنا ہی غرض الگ  
تو کچھ نہ تو کا دھکا غمیت بل ہی لکھا تا ہی  
تو کیا جانے کہ تجھ کو کس نے کس چہ نصیر لکھا ہی  
تماشا ہی مرا ہی سیر ہو کیا کیا امانا ہی  
ترقی میں منزل ہو، منزل میں ترقی ہو

یہ جس کا ہی، اسی کا ہی نہ تیرا ہی نہ میرا ہی  
نمازی ہو شرابی ہو، اچکا ہی، لیٹا ہی  
بلا ہی بھوت ہو یا من، مزدور یا کیرا ہی  
مساقر بے وطن ہو یا ترا اس جانے پیرا ہی  
تو اس کے بعد پھر کس تو یہ میرا ہی یہ تیرا ہی  
تجھے اد بخیر ناداں یہ کس غفلت کھیرا ہی  
یہ سب ہم غلط ہی اور قصور فہم تیرا ہی  
تو کیا جانے کہ تجھ کو کس ٹیڑی میں اٹرا ہی  
مصور نے عجب کچھ رنگ قدرت کا کھیرا ہی  
اندھیرے میں آجالا ہی آجالے میں لیٹا ہی

طلسم حقیقی ہے یہ کچھ سمجھا نہیں جاتا یہی چاند اور یہی سورج ایشیام اور سیرہی

نظیر اللہ اللہ! اس جہاں میں دُغمِ نیت ہو

کہاں ہم اور کہاں پھر تم، کوئی دم کا نسیر ہو

ہم تو عاشق ہیں تم سے ناز اٹھانے والے تم سے کم دیکھ میں مجھو بتانے والے

بند کر قید محبت میں خبر میری نہ لی دام میں جس کے پھنسے دام چھڑانے والے

کل شب وصل میں کیا جلد کٹی تھیں گھڑیاں آج کیا مر گئے گھڑیاں بجلانے والے

کل جو رستے میں ملاقات ہوئی تو یہ کہا کہاں جاتے موطر حدار جلانے والے

گنہری مدت کہ مرے ساتھ لپٹے نہیں آئے کیا ہوے یار و محلے ہم کو لگانے والے

یوں تو اوقات گنہری ہی مزیداری ہیں نہ ملے چین مرے وار دکھانے والے

اب کے ملنا ہو طیر اس سے تو کہنا جا کے

کیا ملیں ہم نہ رہے یار بلانے والے

کسی کی چین نہ لی سم نے چاہ کی گھڑی نظر پڑی نہیں ہر گز نباہ کی گھڑی

پس از وفات نہ آئے ہماری تربت پر بجائے سبزہ رکھی لاکے کاہ کی گھڑی

مرد سے اس کی پڑا ہی مقابلہ یارب ادھر یہ دل ہو ادھر ہی سپاہ کی گھڑی

حضور میں تری جنت کے جھک نہیں سکتا کہ سر پہ جو سرے بارگشاہ کی گھڑی

رکھے ہو کون، جنون، وادی محبت میں بغیلہ بل پازا و راہ کی گھڑی

ہم ہوا تھا جو کچھ یاں طواف کعبہ سے کرشمے نے وہ بتوں کے تباہ کی گھڑی

کوئی تو غرق ہو پھر فراق کا یاں شوخ نہیں حباب یہ ہو سوز و آہ کی گھڑی

ابھائی سینہ پہ اس کے کچوں کا ہو بلے یہ شاہ حسن کے ہنریمہ کاہ کی گھڑی

پڑا ہو ناز و ادا کا ہم جو یہ لشکر بجا ہو گر کہیں گرد سپاہ کی گھڑی

زمینِ نظیر نہیں گرم اس میں ہی کیا خاک  
مگر بزورِ طبیعت نباہ کی گنتھڑی

سراپا حسنِ سمدھن گویا گلشن کی کیاری ہے  
کھینچی کنگھی، گندھی چوٹی، جی پٹی ہکا کاجل  
کمالِ بودِ نظرِ جادو، نگہِ سحر اک دھاری ہے  
جس میں ہمتا بے خمیں شوخ، شیریں لب گہرِ زندہ  
پری بھی اب تو بازی میں سمدھن سے ماری ہے  
نیا کھواب کا لہنگا، جھکتے تاش کی انگیا  
اٹھائیں صفا پیڑ عجب جو بن کی لڑی ہے  
ملاٹم پیٹ غمناک سا، کلی سی ناف کی صورت  
سرسبز نازک، مکر تپی بختِ گلزارِ روماد ل  
ادا میں دل لے جاتی عجب سمدھن ماری ہے  
لٹکتی چال، ہر دم ماتی، چلے کچھوں کو جھٹکاتی

بھرے جو بن پہ تراتی جھمک گیا کی دکھلاتی  
کمر لینگ سے بل کھاتی، لٹک گھونٹ کی بھاری ہے

اگر کوئے بدن کا کوئی کیا وصف کیے آہ  
منہ چاند کا ٹکڑا ہے بدن چاند کی تخت سی  
ختم اس کے اوپر گلِ حنی و سیتنی ہے  
دنیا میں گہر، ہونٹِ حقیقتِ یمنی ہے  
یا چین میں اک چینی کی مورت یہ بنی ہے  
یستم ہو نہ گلبرگ، نہ برگِ سمنی ہے  
چھل جاوے بدن اس کا یہ نازک بنی ہے  
یعنی یہ پری یا کہ غزالِ ختنی ہے  
کام اس کا سدا دہری و دل شکنی ہے  
وہ بولا کہ اس شوخ کے تیں کہتے ہیں میرا  
کل میں نے کسی شخص سے نام اس کا جو پوچھا  
وہ بولا کہ اس شوخ کے تیں کہتے ہیں میرا

تب میں نے وہیں نہس کے کہا اس سے نظیر آہ  
ہیرا نہ کہو اس کو یہ ہیرے کی کنی ہے

کمر تک اُس نے زلفوں کو جو بل دے کچھے چھوڑا ہر  
یہ دو زلفیں نہیں ہیں کافر ایک ناگن کا جوڑا ہر  
سمند آسماں کب آپ سے دوڑے ہر اس پر تو  
کسی کی ایڑ پر ہر ایڑ اور کوڑے پہ کوڑا ہر  
دیا اس سنگدل کے ہاتھ اپنے شیشہ دل کو  
جو سچ پوچھ تو میں نے نعل کو پتھر سے پھوڑا ہر  
یہی ہر دھوم کل سے وہ مرے ملنے کو آتا ہر  
گلے میں بار ہر اور تن میں نافرمانی جوڑا ہر  
غرض تیق نظیر اُس سے سمجھتا ہوں کہ نہیں شاید  
کسی کانیل بگڑا ہر جو یہ طوفان جوڑا ہر

تاب اس کے دیکھنے کی نہ لائے چلے گئے  
آدم رہا نہ کوئی پیسہ رہا یہاں  
دارا رہا نہ جم نہ سکندر سا بادشاہ  
عالم تھلا زلیخا کا یوسف کی چاہ میں  
کیا کیا پر ہی جوان تھے آئے چلے گئے  
وہ بھی سر زمین میں مہائے چلے گئے  
سخت زمیں پہ سیکڑوں آئے چلے گئے  
رقعے ہزار بیاہ کے آئے چلے گئے  
دیکھا نظیر میں نے چمن میں جو آپ کو  
مہندی بھرے جو ہاتھ دکھائے چلے گئے

سر رشک چشم سے موتی بہت پر دے گئے  
غزور نے تو ہمارے بہت ہی ٹھنچا سر پہ  
ہماری ان کی رہی عمر بھر ہی صحبت  
سمائے ایسے میں آکر کہ پھر مرے دل سے  
ولے یہ دغ جگر کے نہ نم سے دھوئے گئے  
پھر اس کو ہم بھی سدِ احاک میں ٹوٹے گئے  
ادھر وہ تنستے گئے ہم ادھر سے رو گئے  
نہ جا گئے نہ کبھی اور کبھی نہ موئے گئے

نظیر کیا ہی مرہ تھا کہ کل خوشی سے ہم  
گئے تھے یار کو لینے سو اپنی کھٹے گئے

لگایا دام زلفوں کی شکن نے پیچ نہ بلنے  
مراد دل دیکھتے ہی اس خم کو ہو گیا شاد  
کبھی خوش ہو کے ہو ہو کی کبھی بولا اہا ہا ہا  
نہ بولا منہ سے ہرگز دیکھ کر وہ خوشی ملی  
مجھے کربل سے غافل بھولی صورت کا نقشہ  
اب اس ظالم کے ہاتھوں بچاؤں کیونکر پانا  
چلاؤ تا جو آگے کو تو وہ پھر نہیں کے یوں  
ادب سے یوں کہا اب تو ہوئی حقیت مجھ سے  
لگے غم نے لگانے تیر ادھر دکھلا کے سو پھر  
ادھر آنکھوں کے جادو نے بنایا باد لایا کیا

بنایا پان نے رنگ درمنجا لاسر کا جلنے  
نخا میں دم بہ دم عیش و عشرت سے لگس چلنے  
عجب بولے مرے اس وقت تھارو کی اہل نے  
گر کچھ کچھ قسم کی شکر لے لگا ملنے  
کیا اکب رمنہ غصہ میں سرخ عیا چلنے  
اٹھا کر جھٹ قدم واس لگا کر کی طرح چلنے  
اڑا گرفت نظر بچا اب تم گئے ٹلنے  
لگے قطرے پسینے کے مرے منہ سے دھسٹلنے  
ادھر سے تنخا برو کی بھی پھر کیا کیا لگی چلنے  
ادھر کس پھرتیاں کیا کیا گاموں کی بھی چلنے

دکھا کر مجھ کو اپنی واں زبردستی کے یہ نقشے

وہیں دل لے لیا جھٹ پٹ نظیر اس رخ چلنے

ہم کل ایک ایسے پریر دے نظر بند ہے  
ایسے کمبخت ہوئے ہاتھ ہمارے مہنہات  
ایکے ن اس کی گم کے نہ کمر بند ہوئے

حور پہنچے نہ پری جن کی نزاکت کو نظیر

ایسے کچھ حضرت آدم کے جگر بند ہوئے

بالفرض اگر ہم ہوئے جا کے شکم سے  
حکمت کا الٹ پھر نہیں جن کی نظیریں  
آدم کے تئیں پوچھیے یہ کس کا جانا ہے  
وہ کہتے ہیں غافل یہ بقا ہے یہ قنار ہے



اک اُس کی دوا بھی نہیں جاتی نظیر آہ

کچھ زور ہی سمجھوں کانسخہ یہ بنا ہو

ہوں کاررواں بنا کچھ گزرا کہ گوش زد آواز پاموئی نہ صدائے دراہوئی

جو چھی نظیر اکیلے کل شکل وصل یار قہم نے کہا یہ اُس سے کہ کیا کہئے کیا ہوئی

جو شکل دور باشت تھی روزِ نخست کی اب بھی جو ہم گئے تو وہی بر ملا ہوئی

رلف ہو بر سر احساں تو گرفتار کرے چشم کی مین عنایت ہو تو بہار کرے

نیخ ابرو کی نوازش ہو، تو ہمزخم وصل شور لب زخم کو چاہے، تو نکلتا کرے

پیارا قاصدِ شکر گنجِ فوجِ غم کے ہاتھوں سے ہوا تاج پہلے شہر جاں، دلی کا گھر بھیجے

سنو، میں غوں کو اپنے ساتھ لے آیا ہوں باقی چلے آتے ہیں تھے بیٹھے تختِ جگر پیچھے

ہستیاں نیستیاں یاں بھی ہیں اسی جیسے وہ کمر اور وہ دہاں کچھ نہیں اور کچھ ہے

بے زری، فاقہ کشی، غطسی، بے سامانی ہم فقروں کا بھی ہاں کچھ نہیں اور کچھ ہے

تن دیکھنے جس گل کا ہاں چوڑے تن نکلے وہ سیم تن اس تن سے کس طرح تن نکلے

یہ نقشِ ہنسی کے سنہ پر عرقِ آلودہ یا حسن کی صافی سے قطرے کی چھن نکلے

آدم اک دم ٹری کی حقیا کو رہے باخبر نہ ہم کو کیا کیا بچواں اور گڑ گری پر ناز ہے

غور سے دیکھا تو اب پیش ہوا نظیر ”باپ نے پڑی نہ ماری بیٹا تیرا انداز ہے“

کچھ ری چوٹی او ایس موٹی، جھامیں لمبی و فامیں چھوٹی  
 ہی اس سے کھوٹی، کہ دل ہر اک کاہر ایک لٹ میں لٹ گیا ہی  
 وہ نیچی کا فر سیاہ پٹی نہ دل کے زخموں پہ باندھے پٹی

پڑھی ہی جس نے کہ اس کی پٹی وہ پٹی سے سر ٹٹک گیا ہی  
 موتی کے تئیں تو تیرے طور کی سوچی پر نعمت رسالت کو بڑی دور کی سوچی  
 قہر جھلکے میں جھک تے غیب بالا ہی اب کوئی آن میں سب خلق تہ و بالا ہی  
 وہ نیاز عشق تھا اس کی نگاہ عینار جس طرح سے شک ہے طائر کو ہیں پرند

جس طرف تھے دیکھتے بیشتر طرک کا جوش تھا مستی و رندی ہوں بازی رہے اندیشگی  
 قدمیں خم آنکھوں میں خم، ہر پہلو چہرہ رنگ نہ سر سے پالت سخت ناخوش منظر ہی بدہیستی

مرتا ہے جو محبوب کی ٹھوکر پہ نظر آہ پھر اس کو کبھی اور کوئی لت نہیں لگتی  
 بیٹھے بٹھائے غلامیں بلیس نے نظر، کیا دم دیا ہی حضرت آدم کو دیکھے  
 منہ زرد، آہ سرد و لب شکستہ چشم تر سچی جو دنگی ہی تو کیا کیا گواہ تر

بھٹکی نکلتی ہیں انکوں کی شیشاں یارب ہمارے سے میں کس شیشہ گر کی بھٹی ہی  
 چمک کر دروہ کو نہ ن پڑی ہو کھلتی ہی مرے پہلو میں کیوں یاد نیل ہو یا کچھ اور  
 ہو کے خفا اور تیوری پر چھائے بولی میں اپنی کہنکر آپ نے جد گھالی ہی نہیں بن ٹھن اوں کا بچھ  
 گئی گزری پی وہ کبھی گئی جت آگ فردی کی یہ جیل ہو دل سو کہا ہے، یہ سر شکستہ چشم تر ہی

مری اس چشم تر سے ابر باران کو کیا نسبت کہ وہ دریا کا پانی اور یہ خون دل جو برساتی  
 عشق پھر رنگ لایا ہی کہ جی جلنے ہی دل کا یہ رنگ بنایا ہی کہ جی جانے ہی  
 میں ست و گریباں ہوں م باز پیس سے ہمدم اسے لانا ہے تو لا جلد کہیں سے

کچھ نہ دیکھا ہم نے جز بیدار تیرے ہاتھ سے اڑے بیدار فریاد تیرے ہاتھ سے  
 وہ جب گھر سے نکلے سچکتے سچکتے قدم بھی اٹھائے بھٹکتے بھٹکتے  
 باتیں جاری دکنی کدیں نظر اس نے سوچ یوں کہ دل کو ہوتی ہے راہ دل





